صارم

الرحمٰن علم القرآن

بعہد عدالت مہد اعلیٰحضرت سلطان العلوم میر عثمان علیخان بہادر شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

عرض الانوار

1940-41 = سنہ ۱۳۵۹ھ

المعروف بہ

تاریخ القرآن

مصنفہ

ابوالکمال قاضی عبدالصمد صارم فاضل دیوبند و مولوی فاضل و فاضل جامعہ ازہر (مصر)

مصنف

اربعین عظیم و ضروری کہانیاں و سودیشی اردو و محمود اور فردوسی و الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون و نگارستان اشعار و خلق عظیم حصہ دوم و زبان و قلم و تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر و البشایر (عربی) وغیرہ وغیرہ

مستوطن سیوہارہ ضلع بجنور حال ساکن حیدرآباد دکن و رکن ادارہ علمیہ حیدرآباد دکن

بحسن انتظام و اہتمام حکیم ذکی احمد خان صاحب

حبیب برقی پریس دہلی میں چھپی

قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک

اطلاع:۔ ہر مسلمان کو اس کتاب کے چھاپنے چھپوانے اور فروخت کرنے کا اختیار ہے "مصنف"

1940-41 تاریخ تکمیل ۱۳۵۹ 1940 See b 119

علماء کرام و مشاہیر ملک کی رائیں

حضرت علامہ عبداللہ العمادی مدظلہ، ناظر دینیات و رکن دارالتصنیف والتراجم دولت آصفیہ

مولانا قاضی عبدالصمد صارم اُن اکابر اُدباء میں سے ہیں جن کے رشحات فیض سے تشنہ کامانِ ادب ہمیشہ سیراب و شادکام ہوتے رہتے ہیں۔ ادب کے متعدد شعبے آپ کی تہذیب و تبویب کے زیر بار منت ہیں۔ اور تاریخ پر خصوصیت کے ساتھ آپ کے احسانات ہیں جن میں تاریخ القرآن کو سب سے بڑی اہمیت ہے۔ حیدرآباد کی خوش بختی ہے کہ ایسے سرآمد فاضل کے فضل و کمال سے ہر سال محظوظ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ طیبہ کو ممتد رکھے اور مسلمانوں کو اس کے ساتھ عملی وابستگی کی توفیق بخشے۔ وباللہ التوفیق۔

جناب مولانا قاری حافظ پروفیسر سید محمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

علامہ قاضی عبدالصمد صارم نے تقریباً ایک درجن مفید کتابیں تصنیف کی ہیں۔ میں بلاخوف تردید کہتا ہوں کہ ان کی تین کتابیں محمود اور فردوسی، تاریخ الحدیث، تاریخ التفسیر ان کے شاہکار ہیں۔ ان کتابوں کو نامور مصنفین و علما اور مشہور پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔ اور غیر ممالک میں بھی پسند کی گئیں اور ترجمہ کی گئیں۔ اب یہ تاریخ القرآن ہے یہ بھی اسی پایہ کی کتاب ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اسمیں فراہم کی گئیں ہیں جو جانکاہ کوشش کا نتیجہ اور مصنف علام کی وسعت نظر تبحر علمی کی شاہد عادل ہیں تواتر قرآن کے متعلق تمام مصنفین لکھتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس کتاب میں تواتر کو خوب ثابت کیا ہے۔ تواتر کتابت ایک نئی اور ضروری چیز ہے۔ اعراب اور نقاط قرآن مجید و شمار آیات و حروف و حرکات وغیرہ تجزیہ قرآن اور اور مضامین ایسے ہیں جو اب تک اُردو کی کسی تاریخ میں نہیں آئے۔ ربط آیات و سور کو بھی مصنف نے خوب ثابت کیا ہے۔ خداوند ذوالجلال مصنف کی اس اہم اور ضروری دینی خدمت کو قبول فرمائے

جناب مولانا عبدالجبار صاحب حیدرآبادی مدرس مدرسہ دینیات سلمہ اللہ

موجودہ دور کے ذہنی انتشار اور روحانی بےچینی نے اقوام عالم کے اندر وحدت و مرکزیت اور انسانی محبت و احترام کے جذبات پیدا کر دئے ہیں اسلئے دنیا ایک ایسا ماحول تلاش کر رہی ہے جہاں انکی روحانی بےچینیوں کا علاج اور مادی پیچیدگیوں کا صحیح حل اور کشاکش باہمی کا ردعمل ہو۔ اور راحت و سکون کی جنت آباد ہو۔ ظاہر ہے کہ انسانوں کی یہ آرزو انسانوں کی رایوں اور تدبیروں، دنیوی قوانین و آئین سے پوری نہیں ہو سکتی۔ صرف خدا ہی کا قانون ہے جس کے روح پرور نغمات اور انسانیت نواز

تعلیمات سے مصائب و آلام کا یہ بادل چھٹ سکتا ہے۔ اس لئے کتاب عزیز کی جس قسم کی بھی خدمت کیجائے وہ وقت کے اہم مطالبہ کا جواب اور عہد حاضر کی ضرورت کی تکمیل ہے۔

مؤلف تاریخ القرآن ملت اسلامیہ کی طرف سے مبارکباد ہیں کہ انہوں نے موجودہ رجحانات کا صحیح اندازہ کیا اور ایک اہم ضرورت کی تکمیل فرمائی۔ میرے نزدیک مؤلف صاحب کی یہ تالیف اُن کی سابقہ مفید و نفیس تالیفات سے نہایت اہم اور بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تالیف کو قبول فرمائے۔

عالیجناب مولانا الحاج خواجہ فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد

فاضل مصنف نے اپنی مفید تصانیف میں ایک اور بیش قیمت اور قابل قدر تصنیف کا اضافہ فرمایا ہے۔ یہ کتاب تاریخ القرآن مفید معلومات سے پُر ہے۔ سابقہ ہر ایک تصنیف سے علامہ مصنف کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے مگر یہ کتاب ان سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ دہریت کا زور ہے۔ مسلمانان عالم کے لئے خصوصاً اُردو خواں طبقہ طبقے کے لئے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جو علوم اس کتاب میں ہیں وہ کسی دوسری کتاب میں یکجا موجود نہیں۔ مصنف علام نے علوم کے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ کون شخص ہے جو کلام ربانی کی نسبت ایسے بیش بہا ذخیرہ سے مستغنی ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ مسلمان اس سے بہرور ہوں گے۔ خدا مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

جناب مولوی اشراق حسین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ

مولانا قاضی عبدالصمد صاحب صارم کی جدید تصنیف تاریخ القرآن اُردو کے خزانہ میں ایک گوہر نایاب کا اضافہ ہے۔ قرآن مجید کے متعلق ہر قسم کی معلومات اس کتاب میں موجود ہیں، کتاب کو ضرورت زمانہ کے موافق ضرورت شناس و زمانہ شناس مصنف نے مرتب کیا ہے یہ کتاب خاص و عام بالخصوص جدید تعلیمیافتہ طبقے کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ میں اس مبارک تصنیف پر مصنف کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب بی اے ایل ایل بی علیگ وکیل ہائیکورٹ سلمہٗ اللہ تعالیٰ

یہ کتاب تاریخ القرآن اہم ضروری اور مفید معلومات سے معمور ہے۔ اس زمانہ میں قرآن مجید کے متعلق ایسی تصنیف کی شدید ضرورت تھی فاضل مصنف نے ہر امر کو مستند دلائل سے ثابت کیا ہے تواتر قرآن و ربط آیات و سور کو خوب ثابت کیا ہے۔ ہر مضمون کی بنا صحیح روایات و مسلمہ کتب پر ہے کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف علام نے بے انتہا جانفشانی سے مواد فراہم کیا ہے۔ رب العزۃ مصنف کو دارین میں اجر جزیل عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ایسے فاضل مصنف اور ایسی لاجواب و مفید تصنیف کے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قطعات تاریخ

مقرب الخاقان استاذ السلطان جلیل القدر جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب نواب فصاحت جنگ بہادر سلمہ

جناب قاضی عبدالصمد نے   شہیر و ذی کمال و ذی خرد نے   لکھی تاریخ قرآن مبارک
بعون نصرتِ ربّ تبارک   بڑی اس کام میں کی جانفشانی   تو آیا ہاتھ یہ گنجِ نہانی
الٰہی دے قبول عام اس کو   پڑھیں قدسی بھی صبح و شام اسکو   یہ وہ شے ہے جو تھی مستور ابتک
نہ تھی محفل میں شمع طور ابتک   کلام اللہ جو معجز نما ہے   اسی کا ایک یہ بھی معجزہ ہے
کہ شائع ہو گئی تاریخ ایسی ،   ضرورت خلق کو بیحد تھی جسکی   نہ بھولے گا مصنف کا یہ احسان
ملا تشنہ لبوں کو آب حیواں   جلیل اسیر ہے یہ تاریخ شاہد   ہے تاریخ کلام پاک واحد

۱۳ ھ ۵۹

صاحب التصانیف الکثیرہ الحاج مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی سلمہ اللہ تعالیٰ

کرد ترقیم چو این نسخۂ فضل   صارم نکتہ سرا مرد سعید
ہاتفِ غیب زبہر تاریخ،   گفت ۔ تاریخ کلام مجید

۱۳ ھ ۵۹

جناب مولوی فخرالدین صاحب علیگ سیوہاروی ڈپٹی مجسٹریٹ محکمہ انہار ضلع لکھنؤ

صارم فاضل ادیب باکمال   چون رقم زد نسخۂ نایاب این
بہر تاریخش ندا آمد زغیب   جان علم و عین فضل و مہد دین

۱۳ ھ ۵۹

جناب ڈاکٹر قاضی عبدالقدیر صاحب عرف حشمت علی المتخلص دلگیر متوطن سہنسپور ضلع بجنور

یہ ہے خوب تاریخ قرآن کی   جزا دے مصنف کو رب کریم
یہ ہے مصرعہ سال اس کا دلگیر   بیان کتاب خدائے رحیم

۱۳ ھ ۵۹

Feb 40 to Jan 41

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
حمد و التماس	۱
الباب الاول فی التاریخ	۳
شب تار	۳
طلوع سحر	۵
منزل علیہ	۶
قرآن قرن اول میں	۸
قرآن عہد رسالت میں	۸
نزول قرآن	۸
پہلی وحی	۱۰
آخری وحی	۱۵
کتابت قرآن	۱۵
آغاز کتابت قرآن اور ختم	۲۰
کاتبین وحی	۲۰
قرآن کا خط	۲۰
رسم خط قرآن	۲۰
تعلیم قرآن	۲۱
حفظ قرآن	۲۵
تلاوت قرآن	۲۷
قرآن بوقت وصال رسول	۲۸
قرآن عہد خلافت اول میں	۲۹
جمع قرآن	۳۳
ترتیب قرآن	۳۶

مضمون	صفحہ
ترتیب نزولی سی سور تو نکی بے ربطی	۳۸
موجودہ ترتیب میں ربط	۳۹
آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے	۳۹
ترتیب رسولی	۳۹
ترتیب آیات	۳۹
ترتیب سور	۴۱
ربط	۵۱
قرآن عہد خلافت ثانی میں	۶۲
قرآن عہد خلافت سوم میں	۶۳
اختلاف مصاحف	۶۸
مصحف ابن مسعود	۶۸
مصحف زید و ابی و علی	۶۹
جامع قرآن	۶۹
قرآن عہد خلافت چہارم میں	۷۰
قرآن اور خاندان رسالت	۷۰
قرار صحابہ رض	۷۲
قرآن خلافت راشدہ کے بعد قرن اول میں	۷۳
قرآن قرن ثانی میں	۷۵
قرآن قرن ثالث میں	۷۶
قرآن عہد اختلافی میں	۷۶
قرآن قرون ثلاثہ کے بعد	۷۷

مضمون	صفحہ
قرآن اور ہندوستان	۷۹
ایک غلطی کا اظہار	۸۰
ہندوستان کا دور حاضر	۸۱
البیان المستند فی اسانید عبدالصمد	۸۲
قرآن اور دکن	۸۳
قرآن اور سلطان العلوم	۸۴
الباب الثانی فی المصاحف	۸۷
مصاحف قرن اول	۸۷
مصاحف عہد رسالت	۸۷
مصاحف عہد خلافت اولی	۸۷
مصاحف عہد خلافت دوم	۸۹
مصاحف عہد خلافت سوم	۹۰
مصاحف عہد خلافت چہارم	۹۲
مصاحف قرن اول عہد خلافت راشدہ کے بعد	۹۳
مصاحف قرن دوم	۹۳
مصاحف قرن سوم	۹۳
مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد	۹۴
الباب الثالث فی الشتات	۹۴
اصطلاحات	۹۴
مکی و مدنی	۹۷

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سبعہ احرف	۹۷	احکام قرآن	۱۴۸	حضرت عامر بن فہیرہ رضؓ	۱۸۳
اسماء سُور	۹۸	تحریف قرآن	۱۵۳	حضرت خالد بن سعید رضؓ	۱۸۴
اسمائے اجزاء	۱۰۰	مکہ میں نزول قرآن کی حکمت	۱۵۵	حضرت معاذ بن جبل رضؓ	۱۸۴
شمار	۱۰۰	نسخ	۱۵۷	حضرت شرجبیل بن حسنہ رضؓ	۱۸۴
تجزیہ قرآن	۱۰۳	تکرار مطلب و قصص	۱۶۰	حضرت ابوالدرداء رضؓ	۱۸۵
اعراب ونقاط	۱۰۶	نزول تدریجی	۱۶۱	حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ	۱۸۵
رموز واوقاف	۱۰۸	عہد جاہلیت	۱۶۳	حضرت ابی بن کعب رضؓ	۱۸۵
قرارت وتجوید	۱۰۹	اُمّی	۱۶۳	حضرت لبید رضؓ	۱۸۶
حفاظت قرآن	۱۱۱	عہد رسالت میں کتابت	۱۶۴	حضرت زید بن ثابت رضؓ	۱۸۶
علوم القرآن	۱۱۴	سامان کتابت	۱۶۵	حضرت عقبہ بن عامر رضؓ	۱۸۷
علوم التفسیر	۱۱۷	قسمہائے قرآن مجید	۱۶۶	حضرت امام حسین رضؓ	۱۸۷
تفاسیر قرآن	۱۱۷	کتاب اللہ اور کلام اللہ	۱۶۶	حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ	۱۸۸
تراجم قرآن	۱۱۹	وحی کے طریقے	۱۶۷	حضرت حفصہ رضؓ	۱۸۸
قرآن اور الفاظ دخیلہ	۱۲۷	اشاعت قرآن	۱۶۸	حضرت عائشہ رضؓ	۱۸۸
تواتر	۱۲۹	اعتراضات کی حقیقت	۱۶۹	حضرت ام سلمہ رضؓ	۱۸۸
خصوصیات قرآن	۱۳۲	حدیث	۱۷۰	تابعین وتبع تابعین	۱۸۹
معجزہ	۱۳۴	تحریرات عہد رسالت	۱۷۳	ابوالاسود	۱۸۹
معلومات	۱۳۷	الباب الرابع فی الرجال	۱۸۰	خلیفہ عبدالملک بن مروان	۱۹۰
فہرست تعداد آیات	۱۳۹	قرون ثلاثہ	۱۸۰	نصر بن عاصم	۱۹۰
حروف مقطعات	۱۴۴	رجال قرن اول	۱۸۱	سعید بن جبیر	۱۹۰
بعض مسائل	۱۴۴	حضرت ابوبکر صدیق رضؓ	۱۸۱	خلیفہ ولید بن عبدالملک	۱۹۰
اعمال قرآنی	۱۴۶	حضرت عمر فاروق رضؓ	۱۸۲	عکرمہ	۱۹۱
معوذتین کا بیان	۱۴۷	حضرت عثمان غنی رضؓ	۱۸۳	امام حسن بصری	۱۹۱
قنوت کا ذکر	۱۴۸	حضرت علی مرتضیٰ رضؓ	۱۸۳	امام باقر	۱۹۱

مضمون	صفحہ
رجال قرن ثانی	۱۹۴
رجال قرن ثالث	۱۹۵
رجال عہد اختلافی	۱۹۶
رجال قرون ثلاثہ کے بعد	۱۹۶
الباب الخامس فی شہادۃ الاقوام	۲۰۲
قرآن کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۰۲
قرآن کے متعلق یہودی فضلاء کی رائیں	۲۰۸
قرآن کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۰۹
قرآن کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں	۲۱۰
قرآن کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں	۲۱۰
قرآن کے متعلق پارسی فضلا کی رائیں	۲۱۱
قرآن کے متعلق علماء مذہب عیسوی کی رائیں	۲۱۱
رسول کریم کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۱۲
رسول کریم کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۱۴
رسول کریم کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں	۲۲۴
رسول کریم کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں	۲۲۵
اسلام کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں	۲۲۶
اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۲۹
اسلام کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں	۲۳۵
شریعت اسلام کے متعلق فضلائے یورپ کی رائیں	۲۳۶
شریعت اسلام کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں	۲۳۶
خاتمہ و دعا	۲۳۶
اشتہار کتب مصنف	۲۳۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض فقیر بر آستانۂ رسول کبیر صلی اللہ علیہ وسلم

کریمُ السجایا جمیلُ الشیم ٭ نبیُّ البرایا شفیعُ الاُمم

ایک حقیر غلام ہدیۂ اخلاص و نیاز پیش کرنے کو حاضر ہے

گو قابل سرکار نہیں تحفہ ہمارا
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

من از آستان کمترین خاک تو
بدیں لاغری صید فتراک تو

صارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

التماس

دنیا میں یہ شرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ از اول تا آخر اس کے تمام علوم و حاملان علوم کی مسلسل تاریخ محفوظ ہے۔ چونکہ اردو ہندوستان کی مقبول عام زبان ہے اور علماء کرام کی ہمتیں اسمیں اشاعت علوم دین کے متعلق مصروف ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں خاکسار نے علم حدیث و علم تفسیر کی تاریخیں مرتب کیں جو بفضل خدا اسقدر مقبول ہوئیں کہ ممالک غیر میں بھی پسند کی گئیں اور اُن کا ترجمہ کیا گیا۔

اُردو میں تاریخ قرآن کے متعلق بہت تھوڑا ذخیرہ ہے۔ ضرورت تھی کہ ایک مکمل تاریخ مرتب کی جائے۔ اسی خیال سے میں نے اپنے حسب استعداد اس خدمت کو انجام دیا ہے ؎

نہ بہ نقش بستہ مشوشم نہ بہ حرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیاد تو میزنم چہ عبارت و چہ معانیم

سامانِ طباعت کی گرانی کی وجہ سے میں اختصار بیجا پر مجبور ہوا ہوں ؎

بے زری کرد بمن آنچہ بقاروں زر کرد

تاریخ قرآن کے متعلق اُردو میں جس قدر تصانیف میری نظر سے گذری ہیں اُن کی فہرست درج کرتا ہوں

(۱) تاریخ القرآن مصنفہ مفتی عبد اللطیف صاحب سابق صدر پروفیسر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن وحال صدر پروفیسر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڈھ۔ (۲) تاریخ القرآن مصنفہ سید نذیر الحق صاحب

(۳) احسن البیان فی تاریخ القرآن مصنفہ مولوی اشفاق الرحمن صاحب کاندہلوی۔

(۴) جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی لاہوری ایم اے۔

(۵) جمع قرآن و حدیث مرتبہ انجمن اہلحدیث امرتسر۔

(۶) تاریخ القرآن مصنفہ پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری۔

(۷) تاریخ المصاحف مصنفہ حکیم عبدالشکور صاحب۔

(۸) تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالبصیر آزاد عتیقی سیوہاروی

لیکن یہ تمام کتابیں رسالہ کہلانے کی مستحق ہیں اور تمام مضامین پر حاوی نہیں ہیں۔ دیگر جن السنہ کی کتابوں سے میں نے استفادہ کیا ہے جابجا اُن کے حوالے درج ہیں۔ تقریباً دو سال تک کتب خانہ خدیویہ مصر و کتب خانہ جامعہ ازہر میں بھی میں نے اس سلسلہ میں کتب بینی کی ہے۔

بعض جگہ میں نے اپنی مصنفہ کتب تاریخ احدیث و تاریخ التفسیر کا حوالہ دیا ہے۔ وہاں صرف اس قدر مقصد ہے کہ یہ امر یا یہ حوالہ کتب محولہ میں تفصیل سے ہے۔

یہ کتاب پانچ ابواب پر منقسم ہے۔ الباب الاول فی التاریخ۔ الباب الثانی فی المصاحف، الباب الثالث فی اثبات الباب الرابع فی الرجال الباب الخامس فی شہادات الاقوام۔

ہمارے ادارہ علمیہ سے بہت سی ضخیم و مقبول عام و خاص تصانیف شائع ہو چکی ہیں جن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ؎

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہ

من نیز حاضر میشوم تاریخ قرآن در بغل

خداوند ذوالجلال بطفیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری اس خدمت کو قبول فرمائے اور مجھ کو علم دین کی صحیح خدمت کرنے کی اور زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے بھائیوں کو اس سے فائدہ پہونچائے۔ اور

اعلیٰحضرت سلطان العلوم نظام الدولہ نظام الملک مظفر الملک و الممالک فتح جنگ آصفجاہ سابع میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ شہنشاہ دکن کے عمر و اقبال، صحت و اولاد و آل، ملک و مال جاہ و اقبال اور اعمال صالحہ میں برکت عظیم بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

حقیر فقیر

حسن مصطفیٰ عرف عبدالصمد صارم

رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ

حیدرآباد دکن

الباب الاوّل فی التاریخ

شب تار

تاریخ عالم کھلے منہ گواہی دے رہی ہے کہ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں اُفقِ عالم پر کفر و شرک جہل و ضلالت کی گھنگھور گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ سطح ارض پر گھپ اندھیرا تھا۔ ربع مسکون کو تاریکی اور ظلمت نے ڈھانپ رکھا تھا۔ ظلم و طغیان، کفر و عصیان کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ زمین پر بسنے والے خاکی پُتلے، آسمان والے خدائے واحد کو بھول گئے تھے۔ اور ایسے ڈھیٹ اور نڈر ہو گئے تھے کہ من مانی چال چلتے تھے، انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو مسخ کر دیا تھا مصلحین کی اصلاحات پر قلم پھیر دیا تھا۔ خدا پرستی، نفس کشی، علم و فن، امن و امان، شرم و حیا، رحم و کرم، عدل و انصاف، تہذیب و اخلاق، اُلفت و دیانت کا کہیں پتہ نشان نہ تھا۔ جہالت و خیانت، جور و ظلم، بے شرمی اور بے حیائی، مار دھاڑ، لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ مردم خوری، مردہ خوری، انسانی قربانی، دختر کشی، لواطت، زنا، کفر و شرک، ستی اور خودکشی، قمار بازی، شراب خوری، قتل و غارت یہ تمام ذمایم انسان کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔

غلاموں کو جانوروں سے بدتر سمجھتے تھے، حیوانات کو اذیت دیکر مارتے تھے۔ ننگے پھرنا۔ برہنہ عبادت کرنا۔ عمر بھر پانی کا استعمال نہ کرنا مقدسین کا خاص طریقہ تھا۔ ایک ایک مرد سو سو بیویاں رکھتا تھا۔ ایک ایک عورت کے کئی کئی شوہر ہوتے تھے، عورت کا باپ یا شوہر کے ترکے میں کوئی حق نہ تھا۔ نابالغ، اپاہج اولاد باپ کے ترکہ میں حصّہ نہ پاتی تھی۔ بتوں کے آگے خودکشی کرنا موجب نجات سمجھا جاتا تھا۔ دختر کشی اور انسانی قربانی کا رواج تھا بعض ممالک میں زر، زن، زمین وقف عام تھے۔ بعض مذہبی فرقے مُردوں کا گوشت انسان کا بول و براز کھاتے تھے۔ بُت، درخت، پتھر، حیوانات، دریا، چاند سورج، ستارے اور عورت و مرد کی پیشاب گاہیں مسجود تھیں۔ اسیران جنگ زندہ جلائے جاتے تھے۔ لہو و لعب پر خونریزیاں ہوتی تھیں، قمار بازی مقدس شغل اور مقدسین کا شعار تھا۔ شراب بھنگ وغیرہ گویا لوگوں کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ مصلحین اور مشاہیر عالم کے متعلق ناگفتہ بہ واقعات مشہور تھے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا راج و رواج تھا۔ خدا اور توحید کے نام سے کوئی آشنا نہ تھا، نئے نئے گناہ ایجاد ہو گئے تھے۔ میں زیادہ تفصیل کرنی نہیں چاہتا۔ تاریخ عالم اِن واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ یہاں چند محققین کی رائیں نقل کرنا کافی سمجھتا ہوں۔

(۱) چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں یورپ میں تاریکی اور جہالت کی حکمرانی تھی۔ ہر سمت جدال و قتال

بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ وڈن نام ایک بُت کی پرستش ہوتی تھی۔ جو نائب خدا سمجھا جاتا تھا، فارس میں زر۔ زن۔ زمین کے جھگڑے برپا تھے۔ آگ پوجی جا رہی تھی۔ ہندوستان میں پتھر، سورج، گائے وغیرہ کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ عقیدہ تھا کہ خدا ان میں سمایا ہوا ہے۔ چین میں بادشاہ خدا سمجھا جاتا تھا۔ مصر میں یہودیت اور نصرانیت کے جھگڑے تھے۔ (ہسٹری آف دی ورلڈ)

(۲) سنہ ۶۱۰ء اپنی آخری سانسوں کے ساتھ دنیا کی جہالت پر خون رو رہی تھی۔ یہودیت بدنما اور گمراہ ہو چکی تھی۔ زبور اور توریت کی تعلیم فنا ہو چکی تھی۔ عیسائیت نے دنیائے نفسانیت کی مُریدی اختیار کر رکھی تھی اور ایک مجہول صورت میں باقی تھی۔ (ڈی۔ ایم۔ کے۔ اڈنبرا)

(۳) حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں ہر سمت بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ (جان ڈیون پورٹ)

(۴) انگلستان میں برٹن اور سیکس قومیں آباد تھیں، ٹولینڈ، کون ٹیز، سولوک وغیرہ میں وڈن بُت کی پرستش تھی۔ ہنگری چھٹی صدی میں وحشی و ناشائستہ قوم کے قبضہ میں تھا۔ فرانس نے سیکس قوم سے دریائے الب کے کنارے جدال و قتال کا ہنگامہ مچا رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار ہزار سیکس قیدی وحشیانہ طور پر قتل کئے گئے۔ اس کے علاوہ اور ناگفتہ بہ بیہودگیاں فرانس برن ہنیڈ وغیرہ میں رائج تھیں (سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۲۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۷ء)

(۵) حضرت محمد منجملہ اُن بزرگ اشخاص کے ہیں جنہوں نے قانون قدرت کی مطابق جہالت اور تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہو کر دنیا میں صداقت اور روشنی کو پھیلایا۔ (شری دیے پرکاش دیوجی)

(۶) حضرت محمد نے جس وقت خدا تعالیٰ کی یہ آواز بلند کی اُسوقت ہندوستان، ایران عرب و عجم میں ہر جگہ بُت پرستی کا دور دورہ تھا بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمد کو فرمایا کہ ثابت کر دو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے۔ (مضمون رائے بہادر پنڈت مٹھن لال بی۔ اے۔ ایل ایل، بی ایڈوکیٹ و صدر آریہ سماج اجمیر از رسالہ پیشوا دہلی سنہ ۱۳۵۶ ہجری)

(۷) مسز اینی بسنٹ:۔ آپ ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جسے مشکلات کے مرقع سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور آپ کے اسباب گرد و پیش کو سراپا صعوبت کہہ سکتے ہیں۔ (قاسم العلوم ربیع الاوّل سنہ ۱۳۵۲ھ)

(۸) گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو اُن کے دور کرنے کے لئے سدھارکون کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اِسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (مہاتما نارائن سوامی پردھان

انٹرنیشنل آرین لیگ دہلی۔ بحوالہ مذکور)

(۹) ڈاکٹر شار مستشرق لکھتے ہیں:۔ قرون وسطی میں جبکہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ عربستان کے ایک شہر سے نیر تاباں کا ظہور ہوا۔ جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم و ہدایت کے دریا بہا دئے۔ اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہوئے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ ہجری)۔

(۱۰) بعض فقرات سوامی لکشمن رائے روڑی ضلع حصار کے مضمون سے جو اخبار زمیندار لاہور میں چھپا ہے اور جس کو اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء نے نقل کیا ہے، نقل کئے جاتے ہیں۔ پورا مضمون کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا۔ وھوھذا:۔

"چھٹی صدی عیسوی میں دنیا پر قومی امتیازات اور نسلی تفوق کی حکومت تھی، حالت ایسی دردناک تھی کہ بیان کرتے ہوئے قلم بھی روتا ہے۔ ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ ایک ہادی مبعوث ہو جو انبیاء سابقین کی تعلیمات کو زندہ کرے۔ مقدسین کے دامنوں سے بدنما دھبے چھڑائے۔ دنیا کو ظاہری و باطنی ترقی کی راہ جتائے، کفر و شرک، عصیان و طغیان کو مٹائے، توحید، تہذیب، سعادت و صداقت کا علم بلند کرے۔

طلوع سحر

اشرف المخلوقات کی یہ زبوں حالت دیکھ کر غیرتِ حق کو حرکت ہوئی، دریائے رحمت جوش زن ہوا، خداوندِ ذوالجلال نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا جس نے مسِ خاک کو کندن بنا دیا جو قیامت تک کے لئے عالم کی تمام ظاہری و باطنی ضروریات کا کفیل ہے۔ آپکی ضیا باریوں سے عالم بقعۂ نور ہو گیا۔ خدائے واحد کے ذکر سے زمین و آسمان، دشت و جبل بحر و بر گونج اٹھے۔ علم و تہذیب، انصاف و دیانت کا سمندر موجزن ہو گیا۔

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلو علیہم اٰیتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ (خدا تعالٰی نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا کہ انہیں ایک رسول بھیجا جو اُن پر خدا کی آیتیں پڑھتا اور ان کو علم اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے)۔

اور حضور پر اپنا کلام ہدایت نظام فرقان حمید قرآن مجید نازل فرمایا۔ چونکہ آپ اصلاح عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور آخری مصلح تھے اس لئے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں دُنیا کے تمام قابلِ لحاظ مذاہب کی کتابوں میں ہیں۔ جن کو راقم سطور نے اپنے عربی رسالہ البشائر مطبوعہ مصر میں جمع کیا ہے۔ اس رسالہ کا اُردو ترجمہ مع اضافہ از نام "بنی المبشر" میں عنقریب شائع کرنے والا ہوں مجھے ایک عالم سے معلوم ہوا ہے کہ دارالسلام

عمر آباد (مدراس) کے ایک عالم نے حب الحکم علامہ طنطاوی جوہری مصری مرحوم اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا ہے

مُنَزَّل علیہ

کتاب کی توقیر و عظمت قایم کرنے میں صاحب کتاب کی ہستی اور اُس کے محاسن کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن جس مقدس ذات پر نازل ہوا ہے اُس کے کچھ حالات تحریر کر دیے جائیں۔

آپ کے حالات زندگی یوم ولادت سے وفات تک ہزاروں جلدوں میں محفوظ ہیں اور موافق و مخالف ہر قسم کے مصنّفین نے آپ کے متعلق ضخیم جلدیں مرتب کی ہیں۔ ہر ملک، ہر قوم، ہر زمانہ اور ہر زبان میں آپکے متعلق کافی تصانیف ہو چکی ہیں اور برابر ہو رہی ہیں۔

ڈاکٹر مارگولیس کا قول ہے کہ "محمد کے سوانح نگاروں کا ایک وسیع سلسلہ ہے جس کا ختم ہونا غیر ممکن ہے لیکن اسمیں جگہ پانا قابل فخر چیز ہے" ضخیم جلدوں میں بھی آپ کے حالات محصور نہیں ہو سکتے تو اس مختصر کی کیا ہستی ہے۔ اگر آپ کے مقدس حالات کے متعلق کسی ایک امر کو بھی لکھا جائے تو ایک رسالہ طیّار ہو جائے

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

چونکہ اس موقعہ پر آپ کے متعلق کچھ لکھنا ضرور ہے اس لئے نہایت مختصر اور سادہ طور پر لکھا جاتا ہے

آپ مکّہ میں صبح کے وقت دوشنبہ کے دن ربیع الاول کی بارھویں تاریخ کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی سے پچپن دن بعد سنہ ۴۲ جلوس نوشیرواں مطابق ۵۷۱ء پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ حسب و نسب حضرت آدم تک کتابوں میں محفوظ ہے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد ماجد انتقال فرما گئے تھے۔ جب آپ چھ برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ جب آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کے دادا عبد المطلب وفات پا گئے جب عبد المطلب کا جنازہ اُٹھا تو آپ ساتھ ساتھ تھے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے۔ دادا نے مرتے وقت آپ کا ہاتھ آپ کے چچا ابو طالب کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ ابو طالب غریب، مفلس، کثیر العیال آدمی تھے۔

اول تو اُس زمانہ میں، اُس سرزمین میں کوئی تعلیم گاہ، کوئی دار التربیت تھا ہی نہیں، اور اگر اس قسم کا کوئی ادارہ ہوتا بھی تو اُس کا اہتمام کرنے والے پہلے ہی رخصت ہو گئے تھے، نادار کُنبہ دار ابو طالب کیا کرتے، آپ نے چچا کی غربت پر نظر کرکے مُفت روٹیاں کھانی گوارا نہ کیں اور اُنکی بکریاں چرانے لگے،

اس لئے آپ تعلیم ظاہری سے محروم رہے، آپ کے "اُمّی" ہونے کو علاوہ مورخین و علمائے اسلام کے محققین یورپ ڈیون پورٹ، باسورا سمتھ، کارلایل، گبن وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بچپن میں بھی کبھی بیہودہ اشغال اور لہو و لعب میں مشغول نہیں ہوئے نہ کبھی کسی سے لڑے، نہ کبھی کلمات ناشائستہ آپ کی زبان پر آئے، نہ کبھی کوئی امر خلاف اخلاق حسنہ آپ سے ظہور پذیر ہوا۔ نہ آپ نے کبھی کسی بُت وغیرہ کی پرستش کی۔ جب آپ جوان ہو گئے تو اپنے حُسن اخلاق اور دیانت سے ایسے مشہور ہوئے کہ لوگوں نے آپ کو **امین** خطاب دیا۔ چالیس برس کی عمر کے بعد آپ مبعوث برسالت ہوئے اور آپ نے تبلیغ حق شروع کی۔ قوم نے گالی گلوج، اینٹ پتھر سے آپ کا استقبال کیا، اور وہ وہ مصائب و آلام پہونچائے کہ جن کے سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آپ نے تمام تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا، بدلہ لینا تو ایک طرف کسی کو زبان سے بھی کچھ نہیں کہا

می ریختند در رہِ تو خار باہمہ
چون گل شگفتہ بود رُخِ جانفزائے تو

آخر آپ ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ مدینہ میں قیام کیا۔ سفّاک اہل وطن نے حملے شروع کر دئے، خون کی ندیاں بہائیں۔ جب مغلوب ہو کر حضور کے سامنے آئے تو آپ نے سب کو معاف کر دیا۔ آپ ۲۳ برس تک اصلاحِ خلق میں مشغول رہے۔ وہ جزیرۂ عرب جو مرکزِ جہالت و معاصی تھا، مخزنِ علم و حسنات ہو گیا آپ کی حیات میں اسلام قریب قریب تمام ممالک و اقوام میں پہونچ چکا تھا۔ حضور نے اپنے اخلاق حسنہ اور موافق عقل و فطرت اور مفید خلائق تعلیم کا دنیا میں سکہ جما دیا۔ اور وہ اصلاحات نافذ کیں کہ چشم عالم نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ ۱۲- ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری مطابق سنہ ۲۳ نبوی مطابق جون سنہ ۶۳۲ء کو آپ نے وفات پائی۔ آپ کی مفید تعلیم کا انصاف پسند، صاحبانِ عقل سلیم، علماء مذاہب غیر نے بھی اعتراف کیا ہے۔ غرض قرآن ایسی محترم ہستی پر نازل ہوا جس کے وجود باجود اور جس کی پاک زندگی میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہے۔ آپ کے سوانح حیات اور آپ کی تعلیمات کے متعلق فضلائے اقوام غیر نے کثرت سے اظہار رائے کیا ہے۔ اور کسی سے سوائے تعریف کرنے کے کچھ نہ بن پڑا۔ ہم نے آپ کے متعلق محققین کی رائیں اس کتاب کے آخر باب میں جمع کیں ہیں۔

قرآن قرنِ اوّل میں

قرآن عہدِ رسالت میں

نزولِ قرآن

وحیٔ متلو کے ذریعہ سے جو خدا کا کلام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچا اُس کو قرآن کہتے ہیں۔
خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید کو پچپن مختلف ناموں ذکر، کتاب، صحف، قرآن، فرقان وغیرہ وغیرہ
سے ملقب فرمایا ہے۔ ربُّ العزۃ نے قرآن مجید کو ماہ رمضان المبارک کی لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے
(لوح محفوظ کوئی تختی یا کتاب نہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ تعین علمی کا ہے جس میں تمام معلومات باری تعالیٰ ثبت ہیں)
بیت العزت سماء دنیا پر مکمل اُتارا۔ (آسمانِ دنیا پر نازل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ لکھکر بھیجدیا بلکہ علم غیب کا
یہ اسفل مرتبہ ہے جو عالم شہود سے بہت قریب ہے)۔ اِسی نزول کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ (ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا) اور ارشاد ہے شَھْرُ رَمَضَانَ
الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (وہ رمضان کا مہینہ ہے جسمیں قرآن اُتارا گیا)۔

اِن آیات میں انزال کا ذکر ہے۔ تنزیل کا بیان نہیں۔ انزال و تنزیل میں فرق ہے۔ انزال ایک دم
اُتارنے کو کہتے ہیں اور تنزیل بتدریج اُتارنے کو۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال انزل اللہ
القرآن الی السماء الدنیا فی لیلۃ القدر فکان اللہ اذا اراد ان یوحی منہ شیئا اوحاہ۔
(یعنی خداوند کریم نے شب قدر میں قرآن کو آسمانِ دنیا پر اُتارا۔ وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔
مستدرک حاکم جلد ثانی)۔ شب قدر رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں نے شب قدر
کو ستائیسویں شب رمضان میں قرار دیا ہے۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام پر صحائف کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے۔
واحد قرآن کا نزول ۲۴ کے بعد کسی طاق رات میں ہوا۔ فی الحدیث انہ علیہ الصلوۃ والسلام
سئل کم انزل اللہ تعالیٰ من کتاب قال مائۃ واربع کتب منہا علی آدم علیہ السلام عشر
صحف وعلی شیث علیہ السلام خمسین صحف وعلی ادریس علیہ السلام ثلاثین صحیفۃ
وعلی ابراھیم علیہ السلام عشر صحف فی ست لیال مضین من رمضان والتوراۃ علی
موسیٰ علیہ السلام فی ست لیال مضین من شہر رمضان والزبور علی داؤد علیہ السلام

فی ثمان عشر لیلۃ مضت من شھر رمضان والانجیل علی عیسے علیہ السلام فی ثلثۃ عشر لیلۃ مضت من شھر رمضان والفرقان علی محمد صلے اللہ علیہ و الہٖ وصحبہٖ وسلم فی ست لیال بقین من شھر رمضان (یعنی خدا نے ایک سو چار کتابیں نبیوں پر نازل کیں۔ دس آدم پر پچاس شیث پر، تیس ادریس پر، دس ابراہیم پر جب رمضان کی چھ راتیں گذر گئیں اور توریت موسٰی پر رمضان کی چھ راتیں گذرنے کے بعد اور زبور داؤد پر رمضان کی اٹھارہ راتیں گذرنے کے بعد۔ اور انجیل عیسٰی پر رمضان کی تیرہ راتیں گذرنے پر، اور قرآن محمد پر جب چھ راتیں رمضان کی گذرنے میں رہیں (عمدۃ البیان فی تفسیر القرآن۔ تفسیر سورۂ قدر)

ایسی ہی ایک اور حدیث ہے قال الحافظ فی شرح الصحیح قد اخرج احمد والبیھقی نے الشعب عن واثلۃ بن اسقع ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال انزلت التوراۃ الخ۔ اور اسی مضمون کی ایک حدیث کنز العمال جلد اوّل میں ہے۔

یہ ایک عام بات ہے اور قدرتی بات ہے کہ جن امور کی طرف انسان کو بعد بلوغ خصوصیت سے رغبت ہوتی ہے۔ بچپن ہی سے اس کو ان چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے اور اسی قسم کے آثار اوسکی عادات وحرکات وسکنات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول کریم بچپن سے کبھی جاہلانہ مراسم و توہمات میں شریک نہیں ہوئے، کبھی بت وغیرہ کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ اس قسم کے اعمال وافعال سے آپ کو نفرت تھی۔ جوں جوں سن شریف میں ترقی ہوتی گئی، آپ کو خیال آتا گیا کہ یہ خلاف عقل وانسانیت امور کبھی صحیح نہیں ہو سکتے۔ ضرور کوئی سیدھی راہ ہوگی جو عقل وفطرت کے مطابق اور انسانیت کی شرافت کو نمایاں کرنے والی ہوگی۔

ترقی سن کے ساتھ یہ خیال بھی ترقی کرتا جاتا اور مستحکم ہوتا جاتا تھا۔ اور وہاں سارا عرب ایک ہی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ آپ کی طبیعت امور خیر کی طرف راغب تھی۔ سچ بولنا۔ امانت کا ادا کرنا۔ وعدے کا پورا کرنا، غریبوں اور اہل حاجت کی مدد کرنا، سب کے ساتھ محبت واخلاص سے پیش آنا وغیرہ وغیرہ آپکے شعار تھے اہل وطن سفاک، شرابی، جواری وغیرہ وغیرہ تھے۔ اس لئے آپ سب سے علیحدہ ہوکر غار حرا میں (جو مکہ سے منا کی طرف دو میل کوہ حرا میں ہے) بیٹھا کرتے تھے، کئی کئی دن کا کھانا وغیرہ لیجاتے جب وہ ختم ہوجاتا گھر آکر اور لیجاتے۔ اس خلوت سے آپ کو تسکین ہوتی تھی۔ اور آپ کو اکثر سچے خواب نظر آتے تھے۔

جب آپ کی عمر قمری حساب سے چالیس سال سات ماہ (شمسی حساب سے ۳۹ سال تین ماہ سولہ دن) ہوئی تو آپ حسب معمول غار حرا میں معتکف ومراقب تھے کہ حضرت جبریل سامنے آئے اور کہا پڑھ، آپ نے

آپ نے فرمایا میں پڑھا نہیں۔ جبریل نے آپ کو سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور کہا پڑھ، آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس طرح تین بار ہوا۔ آخر بار جبریل نے اس زور سے بھینچا کہ آپ بے حال ہو گئے اور جبریل نے آپ سے کہا استعاذہ کر پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کر پڑھایا۔ اقرا باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے بنایا، تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے سکھایا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

اخرجه الواحدی عن عکرمة والحسن انهما قالا اول مانزل بسم اللہ الرحمن الرحیم واول سورة اقرا (اتقان)۔ اخرجه ابن جریر وغیرہ عن ابن عباس انه قال اول مانزل جبریل علیه السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا محمد استعذ ثم قل بسم اللہ الرحمن الرحیم کذا فی روح المعانی) یعنی جبریل نے کہا اے محمد استعاذہ کر اور بسم اللہ پڑھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم مجکو جبریل سے اسی طرح پہونچی ہے (مفید القاری)

غرض آیات اقرا پڑھا کر، وضو نماز سکھا کر اور کچھ راز و نیاز کی باتیں بتا کر جبریل غایب ہو گئے۔ حضور کی کپکپی چڑھ گئی ۔ ہانپتے کانپتے گھر آئے، بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے کمبل اڑھا دو، انہوں نے کمبل اڑھا دیا۔ جب ذرا جی ٹھیرا تو آپ نے بی بی صاحبہ کو سب ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے، بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ خیر خیرات کرتے ہیں، بھوکوں کو کھلاتے ہیں، لوگوں کے کام سنوارتے ہیں، گرے پڑوں کی مدد کرتے ہیں، خدا آپ کو رسوا اور ضائع نکرے گا۔ اس طرح بی بی صاحبہ نے آپ کو بہت تسلی دلاسا دیا اور آپ کو کتب سابقہ کے مشہور عالم اور عابد و زاہد اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور سب داستان سنائی۔ ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ یہ اس امت کے نبی ہیں، قوم ان کو ستائے گی، دیس نکالا دے گی۔ اگر میں جیتا رہا تو ان کا ساتھ دوں گا۔ ورقہ کتب سابقہ کے عالم تھے، وہ حسب بشارات کتب سابقہ بعثت رسول کے منتظر تھے اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے اس قسم کے تذکرے کیا کرتے تھے۔ یہ بہت ضعیف اور نابینا تھے۔ مکہ میں اور بھی پیشگوئی وغیرہ کرنے والے تھے جو کسی عظیم الشان ہستی کے ظہور کی پیشین گوئی کرتے تھے، بی بی خدیجہ کے کان بھی ان باتوں سے آشنا تھے۔ اس قسم کی روایتیں خصائص کبریٰ وغیرہ کتابوں میں ہیں۔ چونکہ حضور نے بی بی صاحبہ سے واقعہ بیان کیا، نبوت کا ذکر آیا۔ اس لئے بی بی صاحبہ کو یہ خیال ہوا کہ

اِس امر کو ورقہ پر ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ جس چیز کا اس کو انتظار تھا غالباً یہ وہی ہے۔ وہ حضور کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ حضور نے ان سے کوئی اس قسم کی خواہش نہیں کی۔ حضور کا اُن کے ساتھ جانا اُن کے اطمینان قلب کے لئے تھا کہ اس کا ذریعہ اوس وقت ورقہ سے بہتر اور نہ تھا۔

حضور کو کسی بات کی ضرورت نہ تھی جبریل سب کچھ بتا چکے تھے اور آپ کو یقین آچکا تھا۔ کپکپی کا طاری ہونا بھی ایک لازمی امر تھا۔ کیونکہ وہ شخص جو شاہی آداب و آئین سے واقف نہ ہو جس کو کبھی کسی سرہنگ سلطانی سے بھی سے دو چار ہونے کی نوبت نہ آئی ہو، جس نے کبھی کسی معمولی شان و جلالت والے کو بھی نہ دیکھا ہو اُس کو اک دم ایک مقرب خاص با جلال و جبروت ہستی کا سامنا ہو جائے اور ایک عہدۂ جلیلہ کے عطا ہونے کا فرمان سُنایا جائے تو اُس پر ضرور اس قسم کی کیفیت طاری ہوگی۔ حضور کا یہ فرمانا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے، اسلئے تھا کہ جبریل نے جو کچھ بتایا تھا جو کچھ پڑھایا تھا وہ سب ملک و قوم کے مراسم و مذاہب کے خلاف تھا، اور حضور قوم کی افتاد طبع سے واقف تھے کہ اکھڑ ہیں، کٹر ہیں، ہٹی ہیں۔ لڑاکا ہیں۔ یہ جب مجھے خدائے واحد کی پرستش کرتے دیکھیں گے اور مجکو اپنے عقائد و اخلاق کے خلاف پائیں گے تو جان کے گاہک ہو جائیں گے

اس وحی کے نزول سے سن نبوی شروع ہوتا ہے گویا یہ سن سلہ نبوی تھا۔ یہ وحی ۱۷ رمضان مطابق ۲۸ جولائی ۶۱۰ء روز دوشنبہ کو ہوئی۔ ابھی تبلیغ کا حکم نہ تھا۔ اس پہلی وحی کے بعد ڈہائی برس تک کوئی وحی متلو نازل نہیں ہوئی۔

اس پہلی وحی کے متعلق صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے۔

حدثنا یحیی بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب وحدثنی عبد اللہ بن محمد حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر قال الزہری فاخبرنی عروۃ عن عائشۃ انہا قالت اول ما بُدِئَ بہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصادقۃ فی النوم فکان لایری رؤیا الا جاءت مثل فلق الصبح فکان یاتی حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد فی اللیالی ذوات العدد ویتزود لذلک ثم یرجع الی خدیجۃ بمثلہا حتی جاءہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فیہ فقال اقرأ فقال لہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقارئ فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، حتی بلغ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ فرجع بہا ترجف بوادرہ حتی دخل علی خدیجۃ فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذہب عنہ الروع فقال یا خدیجۃ مالی واخبرہا الخبر

وقال قد خشيت على نفسي فقالت له كلا ابشر فوالله لا يحزنك الله ابدًا، انك لتصل الرحم وتصدق الحديث وتحمل الكل وتقري الضيف وتعين على نوائب الحق ثم انطلقت به خديجة حتى اتت به ورقة بن نوفل بن اسد بن عبد العزى بن قصي وهو ابن عم خديجة اخي ابيها وكان امرأ تنصر في الجاهلية وكان يكتب الكتاب العربي فيكتب بالعربية من الانجيل ما شاء الله ان يكتب وكان شيخا كبيرًا قد عمي فقالت له خديجة اي ابن عم اسمع من ابن اخيك فقال ابن اخي ماذا ترى فاخبره النبي صلى الله عليه وسلم ما رأى فقال ورقة هذا الناموس الذي انزل على موسى يا ليتني فيها جذعا اكون حيًّا حين يخرجك قومك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم او مخرجي هم فقال ورقة نعم لم يأت رجل قط بما جئت به الا عودي وان يدركني يومك انصرك نصرًا مؤزرًا ثم لم ينشب ورقة ان توفي وفتر الوحي حتى حزن النبي صلى الله عليه وسلم فيما بلغنا حزنا غدا منه مرارًا كي يتردى من رؤس شواهق الجبال فكلما اوفى بذروة جبل لكي يلقي منه نفسه تبدى له جبريل فقال يا محمد انك لرسول الله حقا فيسكن لذلك جاشه وتقر نفسه فيرجع فاذا طال عليه فترة الوحي غدا لمثل ذلك فاذا اوفى بذروة جبل تبدى له جبريل فقال له مثل ذلك الحديث - یعنی ہم سے یحیی بن بکیر نے بیان کیا، کہا ہم سے لیث نے اُن سے عقیل نے اُن سے ابن شہاب نے (دوسری سند) اور مجھ سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا۔ کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، کہا ہم سے معمر نے بیان کیا، کہا ہم سے زہری نے بیان کیا، کہا مجھ سے عروہ نے بیان کیا، اُن سے عائشہ نے کہا کہ پہلی پہل آنحضرت پر جو وحی آئی وہ یہ تھی کہ آپ سچے خواب دیکھتے تھے، آپ غار حرا میں جاتے وہاں عبادت کرتے، کئی کئی رات تک آپ غار میں رہتے، توشہ ساتھ لیجاتے، مدت تک یہی حال رہا یہاں تک کہ آپ کے پاس وحی پہونچی، آپ غار میں تھے کہ جبریل نے آکر کہا پڑھ، آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یہ سنکر جبریل نے زور سے بھینچا اور چھوڑ کر کہا پڑھ آپ نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اسی طرح تین دفعہ ہوا اور پھر پڑھایا اپنے رب کے نام سے پڑھ (یعنی سورہ علق کی ابتدائی آیات پڑھیں) مالم یعلم تک، آنحضرت یہ آیتیں سنکر اپنے گھر کو لوٹے، آپ کو لرزہ چڑھا ہوا تھا۔ خدیجہ نے کپڑا اوڑھایا، جب حالت درست ہوئی تو خدیجہ سے سارا حال بیان کیا۔ اور کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، خدیجہ نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا، آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، لوگوں کے قرضے ادا کر دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، خدیجہ آپ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ کے پاس لے گئیں۔ ورقہ نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسی کے پاس آیا تھا۔ کاش میں تمہاری پیغمبری کے

زمانہ میں جوان ہوتا۔ کاش میں اسوقت تک جیتا رہتا جب تمہاری قوم تم کو نکالے گی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ میری قوم مجھ کو کیوں نکالے گی۔ ورقہ نے کہا جو کوئی پیغمبر آیا ہے لوگ اُس کے دشمن ہو گئے ہیں اگر میں زندہ رہا تو میں تمہاری مدد کروں گا۔ اس کے چند روز بعد ورقہ مر گئے۔ کچھ دنوں تک وحی کا آنا بند رہا۔ آنحضرت کو وحی بند ہونے کا سخت رنج ہوا۔ آپ بعض دفعہ پہاڑ پر چڑھ جاتے اور جی میں آتا کہ نیچے گر کر جان دیدوں کہ جبریل آکر سمجھاتے اور کہتے محمد! تم خدا کے سچے رسول ہو، آپ کو تسکین ہو جاتی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی جو شرح کی ہے اس میں ایک فقرہ یہ ہے فلما سمع کلامہ ایقن بالحق واعترف بہ۔ جب اُس نے اس کا کلام سُنا تو اس کو حق کا یقین ہو گیا اور اُس نے اعتراف کیا)

سیاق و سباق کلام سے ظاہر ہے کہ ایقن کی ضمیر ورقہ کی طرف راجع ہے۔ اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ورقہ نے رسول کا کلام سُنا تو ورقہ کو حق کا یقین ہو گیا اور ورقہ نے حق کا اعتراف کیا۔ کیفیت واقعہ سے بھی اس ترجمہ کی تائید ہوتی ہے۔ ورقہ نے رسول کریم سے حالات سُنکر نبوت کی تصدیق کی۔ اسی تصدیق کی وجہ سے بعض اکابر علماء نے ورقہ کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔

وحی رُک جانے سے حضور کا اضطراب بیجا نہ تھا، آپ مدت سے ایک صحیح راہ کی جستجو میں تھے جسکی طرف برسوں کے بعد ایک دن رہنمائی ہوئی اور پھر خاموشی۔

نیا نیا معاملہ تھا۔ جبریل نے سب کچھ ایک ہی دن نہیں بتا دیا تھا مشکل سے شاہد مقصود نے ذرا مُنہ دکھایا اور پھر کچھ خبر نہیں۔ اسلئے یہ اشتیاق بھی دامنگیر ہوگا کہ اب آگے کیا ہونے والا ہے، یہ خیال بھی ہوتا ہوگا۔ کیا میرے اندر کوئی کمی پائی گئی جو مجھ سے توجہ ہٹالی گئی یا مجھ سے کوئی خطا سرزد ہو گئی، غرض قسم قسم کے خدشے سوہان روح ہوتے ہوں گے۔ اس کیفیت و حالت کو یا تو وہ سالک راہ بتا سکتا ہے جس کو قبض و بسط کی کیفیات طاری ہوتی ہوں۔

یا اُس عاشق ہجر سے پوچھئے جس کا برسوں کی دوڑ دھوپ کے بعد کہیں ایکبار پیام سلام ہو کر بند ہو گیا ہو وہ کیا کچھ نہ کر گذرے گا، کون سا خیال ہے جو اُس کے دل میں نہ آئے گا۔

جب حضور پہاڑ پر جاتے، جبریل آتے اور کہتے اے محمد تم خدا کے رسول ہو۔ یہ سُنکر آپ کو سکون ہوتا تمام خیالات و اضطرابات کا یہ جامع جواب تھا (تم خدا کے رسول ہو) یعنی گھبراؤ مت، رسول معزول نہیں ہوتے۔ اُن سے سلام و پیام منقطع نہیں ہوا کرتا۔ ان کی کامل طور پر رہنمائی کیجاتی ہے۔

حدیث میں فیما بلغنا ہے اس لئے اس کو بلاغات میں سے نہیں سمجھنا چاہیئے۔ فیما بلغنا کے معنی یہ ہیں

کہ اسناد مذکور سے اس واقعہ میں یہ بھی ہم کو پہنچا ہے۔

یہاں بلغنا کے معنی اصطلاحی معنی نہیں ہیں بلکہ صاف لغوی معنی ہیں۔ اصطلاحی معنی جب لئے جاتے ہیں جب لغوی معنی صحیح نہ ہو سکتے ہوں۔ جب یہ فقرہ بھی اسی سند سے پہونچا ہے تو منقطوع نہیں موصول ہے یہ حدیث حضرت عائشہ کی مرسل ہے۔ اس لئے بلاغات کی بحث نہیں۔ کل روایت حضرت عائشہ کی مرسل ہے ورنہ استثنا مذکور ہونا چاہیئے تھا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ابن مردویہ کی روایت میں فیما بلغنا نہیں ہے جیسا کہ فتح الباری اور قسطلانی میں تصریح ہے۔

ڈھائی برس بعد ربیع الاول سنہ نبوی میں دوسری وحی نازل ہوئی۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ (اے چادر میں لپٹے ہوئے اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر)

اس وحی سے آپ کو تبلیغ کا حکم ہوا۔ آپ نے سب سے پہلے بی بی خدیجہ پر اسلام پیش کیا۔ وہ بہت کچھ دیکھ چکیں اور سن چکیں تھیں۔ فوراً مشرف باسلام ہو گئیں۔

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعثت یوم الاثنین وصلت خدیجۃ آخر یوم الاثنین وصلے علی یوم الثلاثاء من الغد ثم زید بن حارثۃ ثم ابوبکر (رسول کریمؐ نے فرمایا کہ میں دوشنبہ کو مبعوث ہوا۔ خدیجہ نے اسی دن شام کو نماز پڑھی اور علی نے اگلے روز سہ شنبہ کو پھر زید بن حارثہ نے پھر ابوبکر نے

(تاریخ ابن الخمیس صـ۲۸۲)

علی، زید، ابوبکر ایک ہی دن ایمان لائے پھر اور اصحاب، پنجشنبہ کو خالد بن سعید، رسول کریمؐ اس حکم کے بعد خفیہ تبلیغ کرتے رہے۔ خفیہ سے یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اسلام کو ظاہر نہ فرماتے تھے۔ جب آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ نازل ہوئی تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کی۔

خفیہ تبلیغ سے یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً لوگوں پر اسلام پیش کیا جاتا تھا۔ خفیہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اسلام کی کسی کو خبر ہی نہ تھی یا آپ کے دعویٰ نبوت سے لوگ آگاہ ہی نہ تھے۔ اگر ایسا اخفا ہوتا تو مختلف خاندانوں، مختلف حیثیتوں کے لوگ کس طرح مشرف بہ اسلام ہوتے۔ کفار کیوں ایذا دیتے، کیونکہ آیت فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ حکم تبلیغ سے تین سال بعد نازل ہوئی ہے یعنی ربیع الاول سنہ نبوی میں اور اسوقت تک چالیس سے زیادہ مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ ابوبکر مکہ کے چیف جسٹس تھے۔ عثمان دولتمند اور تاجر تھے۔ بلال غلام تھے۔ اسی طرح ہر حیثیت اور مختلف خاندانوں کے لوگ تھے اور اس دوران میں کفار مکہ نے بھی خوب ایذا رسانی کی۔ حبشہ کی دونوں ہجرتیں ہو چکیں تھیں یہ صورت اس اخفاء سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اخفاء کا یہ مطلب ہے کہ فرداً فرداً نصیحت کی جاتی تھی۔ مجمعوں، بازاروں، حرم وغیرہ میں تبلیغ نہیں کیجاتی تھی

اس آیت کے نازل ہونے سے تبلیغ عام شروع ہوگئی۔

نزول آیات مدثر کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا۔ قرآن تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ مختلف سورتوں کی آیات اور بعض چھوٹی چھوٹی سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ یہ سلسلہ دس برس تک مکہ میں اور تیرہ برس تک مدینہ میں جاری رہا۔ آخری وحی آپ کو وفات سے نو دن پہلے یعنی ۳۔ ربیع الاول ۱۱ھ ہجری یوم شنبہ کو ہوئی۔ حسب روایت صحیح بخاری آخری آیات یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ الخ نازل ہوئیں۔ عن البراء قال اٰخر سورۃ انزلت کاملۃ براءۃ واٰخر سورۃ انزلت خاتمۃ سورۃ النساء یَسْتَفْتُوْنَكَ الخ۔ (براء سے روایت ہے کہ مکمل سورت آخر میں براءۃ نازل ہوئی۔ اور سورہ نساء کی آخری آیات یستفتونک الخ (بخاری)۔

کتابتِ قرآن

سب سے پہلے رسول کریم پر جو وحی نازل ہوئی (یعنی سورۂ علق کی ابتدائی آیات) اسمیں کتابت کی طرف ترغیب اور کتابت کی طرف اشارہ ہے (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ قلم سے علم سکھایا) علق کے بعد سورۂ قلم کا نزول ہوا یہ بھی کتابت کی طرف اشارہ ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ فَاكْتُبُوْهُ (اے مسلمانو! قرض اور اس کے وعدہ کو لکھ لیا کرو)۔

جب قرآن مجید میں سب سے پہلے کتابت کی طرف اشارہ ہے اور لین دین کی تحریر کی تاکید ہے تو قرآن جو علم اور دین کی اصل ہے وہ کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے لا تکتبوا عنی شیئا غیر القرآن یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن لکھا جاتا تھا۔ اور ارشاد ہے:۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم قیدوا العلم قلت ما تقییدہ قال کتابتہ یعنی رسول کریمؐ نے فرمایا علم (حدیث) کو قید میں لاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ قید سے کیا مطلب ہے فرمایا لکھنا۔ (مستدرک حاکم جلد اول) جب حدیث کے لکھنے کی تاکید ہے تو قرآن کیوں نہ لکھا جاتا ہوگا۔

قرآن کی کتابت پر قرآن کی اندرونی شہادتیں بھی ہیں۔ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (کافر کہتے ہیں یہ پرانے قصے ہیں جن کو نبی لکھاتا ہے اور لوگ لکھتے ہیں)۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (یہ ایسی کتاب ہے جسمیں شک نہیں) رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (اللہ کا رسول پاک صحیفے سناتا ہے) کتاب اور صحیفہ جب ہی کہا جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (نہ چھوویں اس کو مگر پاک صاف لوگ) چھوا جب ہی جائے گا جب لکھا ہوا ہوگا۔

حضور نے قرآن دیکھکر پڑھنے کا بڑا ثواب بتایا ہے۔ تلاوت ناظرہ جب ہی ممکن ہے کہ کتاب لکھی ہوئی ہو

قراءتك نظرًا تضاعف على قراءتك ظاهرًا كفضل المكتوبة على النافلة (یاد سے تلاوت پر دیکھکر تلاوت کرنے کو ایسی فضیلت ہے جیسے فرض نماز کو نفل پر ۔ کنز العمال)

من سره ان یحب الله ورسوله فلیقرأ فی المصحف ۔ (رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جسے خدا اور رسول کی محبت پسند ہو وہ قرآن دیکھکر پڑھے (کنز العمال جلد اوّل)

مشکوۃ میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جو شخص ترکے میں قرآن چھوڑے اس کو ہمیشہ ثواب ملتا رہیگا (باب العلم) ۔ ان حدیثوں سے قرآن کے لکھنے کا حکم اور قرآن کا لکھا ہوا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ دیکھکر تلاوت جب ہی ہو سکے گی جب لکھا ہوا ہوگا ۔ ترکے میں لکھا ہوا ہی چھوڑا جاسکتا ہے ۔

اصحاب رسول جو حضور کے ہر قول و فعل پر فوراً عمل کرتے تھے اور اُمورِ خیر پر بڑے حریص تھے اُنہوں نے یہ ارشاد سُنکر کیوں نہ قرآن کو لکھا ہوگا ۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور نے قرآن کے لکھنے کا اوّل ہی سے انتظام فرمالیا تھا ۔ ام خالد بن خالد بن سعید بن ابی العاص کہتی ہیں کہ اوّل بسم اللہ میرے باپ نے لکھی (یعنی خالد بن سعید نے جو پانچویں مسلمان تھے) (استیعاب جلد اوّل ۱۵۵)

عن زید بن ثابت قال کنت اکتب الوحی لرسول الله صلے الله علیہ وسلم وکان اذا نزل علیه الوحی اخذته برحاء شدیدة وعرق عرقا مثل الجمان ثم سری عنه فکنت ادخل علیه بقطعة الکتف اوکسرة فاکتب وھو یملی علیّ فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من نقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلی ابدًا فاذا فرغتُ قال اقرأ فاقرأه فان کان فیه سقط اقامه ثم اخرج به الی الناس (زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جب رسول کریم پر وحی نازل ہوتی تو مجھ کو بُلاتے، میں تختی وغیرہ لیکر آتا ۔ آپ لکھاتے پھر سنتے، اگر کوئی غلطی ہوتی تو صحیح کرا دیتے پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا تھا ۔ (مجمع الزوائد)

عن البراء قال لما انزلت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قال النبی صلے الله علیہ وسلم ادعوا فلانًا فجاء ومعه الدواة واللوح او الکتف فقال اکتب ۔ (براء کہتے ہیں کہ جب آیت لا یستوی القاعدون نازل ہوئی تو رسول کریم نے فرمایا فلاں کاتب کو بلاؤ وہ کاتب تختی و دوات قلم وغیرہ لیکر آیا آپ نے فرمایا یہ آیت لکھو ۔ بخاری)

ان حدیثوں سے چند اُمور ثابت ہوتے ہیں ۔

(۱) جب کوئی آیت نازل ہوتی فوراً لکھائی جاتی (۲) کئی کاتب تھے (۳) تحریریں اور سامان کتابت وغیرہ

کاتبوں ہی کے پاس رہتا تھا (۴) نوشتے، پتھر کی تختی، شانے کی ہڈی وغیرہ پر لکھے جاتے تھے۔
عن عبد اللہ بن عمرو قال بینما نحن حول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکتب۔
عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم کے گرد حلقہ کئے ہوئے لکھ رہے تھے۔ (دارمی)
حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ نازل ہوئی تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس آیت کو بقرہ کی ۲۸۰ آیتوں کے بعد لکھاؤ (تفسیر خازن جلد اول)
اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کے لکھانے کا حکم خداوند ذوالجلال کی طرف سے تھا۔
یہ ایک مستند تاریخی روایت ہے کہ حضرت عمر نے جب یہ سنا کہ اُن کے بہن بہنوئی مسلمان ہوگئے ہیں تو غصہ سے لال پیلے ہوگئے اور تھراتے کانپتے شمشیر بکف دونوں کو قتل کرنے چلے تو اندر سے کچھ پڑھنے کی آواز سنی۔ اندر پہونچکر اُن سے دریافت کیا کہ تم کیا پڑھ رہے، اُنھوں نے اول تو اُس کو چھپایا، پھر بتادیا اور لکھا ہوا دکھایا۔ ایک جگہ لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ پھر لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ، طه مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ إِلَّا تَذْكِرَةً لِمَنْ يَخْشَىٰ، تَنْزِيلًا مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمَاوَاتِ الْعُلَى الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ۔ یہ آیتیں جُدا جُدا سورتوں کی ہیں (تفسیر الجواہر للطنطاوی)
جو قرآن حضور کاتبوں سے لکھاتے تھے اس کے علاوہ صحابہ بھی اپنے واسطے لکھتے تھے جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے یہ آیات لکھی تھیں۔
مشہور شاعرِ عرب لبید جب مسلمان ہوگئے تو قرآن لکھنے کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے (جمہرۃ العرب ص۳۱)
ناجیہ الطفاوی صحابی کا یہی کام تھا کہ قرآن لکھا کرتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہونگے (استیعاب قسم دوم جلد اول ص۱۱)
اُمہات المومنین ام سلمہ، حفصہ، عائشہ نے قرآن لکھائے اور دیکھکر تلاوت کرتی تھیں (کنز العمال)
حضرت عائشہ نے اپنے آزاد کردہ غلام ابویونس سے قرآن لکھایا (ترمذی)
عمر بن رافع نے حضرت حفصہ کیلئے قرآن لکھا (تیسیر الاصول، کتاب التفسیر)
حضرت علی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول کریم سے سوائے قرآن اور اس صحیفے کے کچھ نہیں لکھا (بخاری)
استاذن رجل علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو بین مکۃ والمدینۃ فقال انہ

قل فاتنی اللیلۃ جزء من القرآن فانی لا او ثر علیہ شئ۔ یعنی ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان، اور اُس نے عرض کیا کہ رات میرا قرآن کا ایک جزو گم ہوگیا (کتاب المصاحف) اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن عام طور پر لکھے ہوئے لوگوں کے پاس اس کثرت سے تھے کہ سفر و حضر میں لوگ ساتھ رکھتے تھے، اس گمشدگی اور ایسی ہی گمشدگی سے یہ خیال کرنا کہ قرآن یا قرآن کا کوئی جز تلف ہوگیا، حماقت ہے کیونکہ قرآن سینکڑوں کے پاس لکھا ہوا تھا۔ ہزاروں کو حفظ یاد تھا۔ لاکھوں نے پڑھا تھا۔ کسی ایک کے پاس سے گم ہوجانے سے سب کے پاس سے گم ہونا لازم نہیں آتا ہاں اِس کے پاس کا حصہ گم ہوگیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن لٹکے ہوئے دیکھے، فرمایا یہ تم کو فریب نہ دیں، خدا! ایسے شخص کو عذاب نہ دے گا جسے قرآن یاد ہو (کنز العمال) یعنی اس خیال سے حفظ کرنے سے غافل نہو جانا کہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نھی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دشمنوں کی سرزمین لیجانے منع فرمایا ہے (بخاری کتاب الجہاد)

عمرو بن حزم صحابی کو حضورؐ نے یمن کا گورنر مقرر کیا تو اُن کو کچھ احکام لکھا دئے تھے۔ انہیں ایک حکم یہ بھی تھا فلا یمس القرآن انسان الا وھو طاھر (پاک آدمی کے سوا کوئی قرآن کو نہ چھوئے۔) تاریخ طبری جلد سوم و ابن خلدون)۔

عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی قسم کے لکھنے والے تھے (۱) جو سورتوں کو یاد کرنے کے لئے مختلف سورتیں اپنی ضرورت اور شوق کے موافق لکھتے تھے۔ انمیں ترتیب نہ ہوتی تھی، نہ ہوسکتی تھی، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے سورہ فاتحہ نہ لکھی سبب پوچھا تو کہا یہ تو سب کو یاد ہوتی ہے۔ اسی طرح معوذتین وغیرہ یہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی طور پر تعلیم کرتے تھے تکمیل کے بعد شاگردوں کو حفظ کرائے ہوئے اور ناظرہ پڑھائے ہوئے سب کی سند دیتے تھے۔ امام قاضی ابوبکر و امام رازی و امام نووی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ابن مسعودؓ نے پورے موجودہ قرآن کی اپنے تلامذہ کو سند دی ہے۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں۔ قراءۃ عاصم عن زر عنہ وفیھا المعوذتان والفاتحۃ یعنی عاصم کی سند میں جو ابن مسعود سے ہے اور نہایت صحیح ہے معوذتین اور فاتحہ ہیں۔

اب سے پچاس برس پہلے تک یہ دستور تھا کہ مدرسین طلبار کو چھوٹی سورتیں حفظ کرادیتے تھے تاکہ نماز وغیرہ میں پڑھیں [illegible] سے پہلے اکثر مدرسین کا یہ دستور تھا

کہ بڑی سورتیں طلبا کو لکھا دیتے تھے، چھوٹی یاد کرا دیتے تھے۔ اخی معظم مولوی حکیم صلاح الدین سے اُن کے استاد حکیم فرید احمد صاحب عباسی پروفیسر طبیہ کالج دہلی نے فرمایا کہ مجربات کی بیاض مرتب کر لیا کرو۔ بھائی صاحب نے تمام نسخے لکھنے شروع کر دیئے۔ حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کے مطب کا ایک بہت ہی عام نسخہ مشہور ہے جس کو پیٹ خلل کے نام سے لکھتے ہیں اس نسخہ کو حکیم صاحب مرحوم کے خدام تک بھی جانتے ہیں، بھائی صاحب نے یہ بھی لکھ لیا۔ اُستاد نے ایکدن جو بیاض دیکھی تو یہ ورق پھاڑ دیا اور فرمایا یہ تو سب کو معلوم ہے۔

اسی طرح وہ چھوٹی سورتیں جو ہر وقت اور عام استعمال میں تھیں ان کو عبداللہ بن مسعود نے نہیں لکھا۔ عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا۔ ایک مرتبہ تو رسول کریم کی حیات میں، اسوقت صرف بڑی بڑی سورتیں لکھیں، دوبارہ مکمل قرآن اپنی معلومات کے موافق بترتیب نزول، تیسری بار عہد خلافت صدیقی میں جب قرآن ترتیب ہوا، ترتیب سے لکھا۔ چوتھی مرتبہ عہد خلافت عثمانی میں جب قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا، یہ بھی اس سے متفق ہو گئے۔ یہ نسخہ آج تک موجود ہے۔ (بابُ المصاحف دیکھئے)

اور بھی صحابہ نے اسی طرح کئی کئی بار قرآن لکھا۔

(۲) وہ جو پُورا قرآن لکھنے کے ارادہ سے لکھتے تھے جیسے زید بن ثابت وہ خود کہتے ہیں نؤلف القرآن من الرقاع کہ ہم حضور کی حیات میں مناسبت سے قرآن کو پُرزوں سے لکھ رہے تھے۔ یعنی حضور جو متفرق اشیاء پر قرآن تحریر کراتے تھے اُس سے پھر نقل کیجاتی تھی۔ مناسبت سے لکھنا یعنی سورتیں ترتیب آیات سے۔

(۳) جو کبھی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کوئی آیت یا سورت نازل ہوئی اور لکھنے والوں کے ساتھ اُنہوں نے بھی لکھ لی۔

(۴) جو کوئی آیت یا سورت لکھتے حضور جو اسکی تفسیر فرماتے بطور یادداشت اس کو بھی لکھ لیتے۔

(۵) جو اپنے ورد کیلئے مختلف سورتیں لکھتے، یہ صورت اب تک رائج ہے۔ جیسے پنج سورہ، ہفت سورہ وغیرہ

(۶) جو اپنی معلومات کی موافق ترتیب نزول سے لکھتے تھے۔

(۷) جو بڑی سورتیں علیحدہ اور چھوٹی سورتیں علیحدہ لکھتے تھے۔

سر ولیم میور لکھتا ہے:۔ لیکن اس بات کے ماننے کی زبردست وجوہ موجود ہیں کہ رسول کی زندگی میں متفرق طور پر قرآن کے لکھے ہوئے نسخے صحابہ کے پاس موجود تھے، اور ان نسخوں میں پُورا قرآن بالتقریباً تمام قرآن لکھا ہوا موجود تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ محمد کے دعویٰ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا اور مدینہ میں جا کر تو خود پیغمبر نے اپنے مراسلات لکھوانے کیلئے کئی کئی صحابہ مقرر کئے تھے۔ جو لوگ بدر میں گرفتار ہو کر آئے تھے انہیں اس شرط پر وعدہ رہائی دیا گیا تھا کہ وہ بعض مدنی آدمیوں کو لکھنا سکھا دیں

اور اگرچہ اہل مدینہ اہل مکہ کی برابر تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن وہاں بھی بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو اسلام سے پہلے لکھنا جانتے تھے۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

قرآن کے لکھے ہوئے نسخے عہد رسول میں عام طور پر زیر استعمال تھے (انگریزی ترجمہ قرآن ڈاکٹر راڈویل)

تبلیغ اسلام دوشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی سے شروع ہوئی۔ اس وقت تک پانچ چھوٹی آیتیں سورۂ علق کی اور ابتدائی آیات سورۂ مدثر کی نازل ہوئی تھیں۔ پنجشنبہ ربیع الاول سنہ نبوی کو یعنی ابتدائے تبلیغ سے چوتھے دن خالد بن سعید ایمان لائے۔ اُن کی بیٹی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے باپ نے لکھی۔ گویا یہ آغاز کتابت قرآن کا دن تھا۔

اور ۳۔ ربیع الاول سنہ ہجری کو آپ کو آخری وحی ہوئی۔ اور اس آخری وحی کو ابی بن کعب نے لکھا۔ یہ آخری تاریخ تکمیل تحریر کی تھی۔

کاتبان وحی

رسول کریم نے چالیس صحابہ کو کتابت کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا (روضۃ الاحباب)

ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں۔ ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی ابن ابی طالب، زید بن ثابت عبداللہ بن سعد۔ زبیر بن العوام۔ خالد بن سعید۔ حنظلہ بن ربیع۔ علاء۔ خالد بن ولید۔ عبداللہ بن رواحہ محمد بن مسلمہ۔ عبداللہ بن عبداللہ بن سلول۔ مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو بن العاص۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ جہم بن الصلت۔ معیقیب بن فاطمہ۔ شرحبیل بن حسنہ۔ عبداللہ بن ارقم الزہری، ثابت بن قیس بن شماس حذیفہ بن الیمان۔ عامر بن فہیرہ۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ سعید بن جبیر۔ ابان بن سعید۔ (تاریخ طبری۔ صحاح طبقات ابن سعد)

قرآن کا خط

مکہ میں بنی ہاشم میں خط حیرا سوز رائج تھا۔ اس لئے مکہ میں جس قدر کتابت ہوئی وہ اسی خط میں ہوئی (ابن الندیم) مدینہ میں جو کتابت ہوئی وہ خط حیری میں ہوئی۔ سنہ ۱۶ھ سے خط کوفی میں کتابت ہونے لگی سنہ ۳۱۳ھ سے خط نسخ میں کتابت ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع امت ہوگیا۔ اب اس کے خلاف جائز نہیں۔

رسم خط قرآن

قرآن مجید کا رسم الخط آج تک وہی ہے جو زمانۂ رسالت میں تھا۔ یہ رسم الخط بھی توفیقی ہے۔ یہ رسم خط دنیا کے تمام خطوں کی رسم سے علیحدہ ہے۔ یہ رسم نہ پہلے کبھی تھا۔ نہ آج تک کسی خط میں رائج ہے۔

ایک جگہ ایک لفظ کو دراز تارسے لکھا ہے - دوسری جگہ اسی لفظ کو گول تار سے جیسے فطرت فطرۃ - رحمت، رحمۃ، سُنّت، سُنّۃ -

بعض جگہ ایک لفظ کو ملا کر لکھا ہے اسکو موصول کہتے ہیں - دوسری جگہ جُدا جُدا لکھا ہے اس کو مقطوع کہتے ہیں - جیسے کلّما - کل ما، بئس ما - بئسما - فی ما - فیما -

قرآن کا رسم خط ایسا ہے کہ اسمیں اختلاف قرآءۃ بنھ جاتا ہے - مثلاً سورہ فاتحہ میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں کلمہ ملک میں دو قراتیں ہیں، ایک باثباتِ الف یعنی صیغہ اسم فاعل - دوسری باسقاط الف یعنی مَلِكْ بمعنی بادشاہ تو اُس کو ایسے طریقہ پر لکھا گیا کہ دونوں طرح پڑھا جاسکے -

فکتب تلك المصاحف علی ما استقر علیه فی العرضة الاخیرة عنه صلی الله علیه وسلم عن جبریل علیه الصلوة والسلام عن الله تعالیٰ (لکھا قرآن کو زید بن ثابت نے (بعہد خلافت عثمؓ) اُسی رسم الخط سے جو آخری پیشکش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبریل کیواسطے سے پہونچی تھی (التسہیل البیان فی رسم نظم القرآن ص۹۴ - فوائد مکیہ ص۲۸)

تعلیم قرآن

جب تک حضور مکہ میں مقیم رہے، آپ ارقم مخزومی کے مکان میں قرآن پڑہاتے تھے - جب مدینہ میں تشریف لیگئے تو مسجد میں تعلیم دیتے تھے اور کچھ اصحاب صُفّہ (صفہ مسجد میں ایک چبوترہ تھا جس پر ساکین صحابہ رہتے تھے -) پر پڑھتے تھے - اصحاب صفہ رات کو ایک معلم کے پاس جمع ہو قرآن سیکھتے تھے (مسند احمد)

علم حاصل کرنے کی ترغیب قرآن وحدیث میں بہت ہے - اور قرآن پڑھنے کو تو خداوند ذوالجلال نے لازمی کردیا ہے کہ ہر نماز میں کچھ نہ کچھ قرآن پڑہا جاتا ہے - حضور نے قرآن پڑھنے کے اسقدر فضائل اور ایسا اجر بیان فرمایا ہے کہ صحابہؓ ذوق وشوق سے قرآن پڑھتے تھے -

ان افضلکم من تعلم القران وعلمه - (تم میں وہ شخص افضل ہے جو قرآن پڑھے اور پڑہائے (بخاری)

مثل الذی یقرأ القران کالاترجة طعمها طیب وریحها طیب - (قرآن پڑھنے والا اُس پھل کی مثل ہے جس کا مزہ بھی اچھا ہے اور خوشبو بھی اچھی ہے - بخاری)

یقال لصاحب القران اقرأ وارتق (قیامت کے دن قرآن پڑھنے والے کو کہا جائے گا کہ قرآن پڑھ اور بلند درجات کی طرف عروج کر - مشکوۃ)

عن عائشة مثل الذی یقرأ القران وهو حافظ له مع السفرة الکرام الخ (جو قرآن پڑھتا ہے

پڑھتا ہے وہ مثل فرشتوں کی ہے۔ بخاری)

یجئ صاحب القرآن یوم القیامۃ فیقول یارب حلہ فیلبس تاج الکرامۃ (قیامت کے دن جب قرآن پڑھنے والے آئیں گے تو قرآن خداوند کریم سے عرض کرے گا کہ ان کو تاج کرامت عطا فرما (ترمذی)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اقرؤا القرآن فان اللہ لا یعذب الخ رسول کریم نے فرمایا جو قرآن پڑھتا رہے گا خدا اُس کو عذاب میں مبتلا نکرے گا (دارمی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک قرآن، دوسرے حدیث، جب تک ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہو گے۔ (مشکوٰۃ) نیز فرمایا ہے کہ خداوند کریم کو قرآن تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے (دارمی) نیز فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں (دارمی)

خیرکم من قرا القرآن واقرأہ (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور پڑھائے (طبرانی)

یہ تو آخرت کی باتیں تھیں۔ حضور دنیا میں بھی اُن لوگوں کے مراتب بڑھاتے تھے جو قرآن پڑھتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ قال بعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعثا وھم ذو عدد فاستقرأھم فاستقرأ کل رجل منھم الخ یعنی رسول کریم نے ایک لشکر ترتیب دیا۔ ہر سپاہی سے قرآن سنا۔ جس کو جس قدر یاد تھا اُسنے سُنایا، ایک کم عمر سپاہی کو سب سے زیادہ یاد تھا۔ آپنے اس کو سپہ سالار بنادیا (ترمذی جلد ثانی)

شہداء اُحد کو جب آپ نے دفن فرمایا تو شہداء زیادہ تھے، کپڑا کم تھا، اسلئے ایک ایک قبر اور ایک ایک چادر میں کئی کئی رکھے گئے۔ رکھتے وقت آپ دریافت فرماتے تھے کہ اس کو کس قدر قرآن یاد تھا جس کو جس قدر زیادہ یاد تھا اس کو قبلہ کی جانب مقدم کرتے۔ (ترمذی جلد ثانی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ایک عورت کے متعلق درخواست نکاح کی، آپنے فرمایا تیرے پاس کچھ مال ہے، اُس نے انکار کیا۔ اُس کے پاس صرف ایک تہبند تھا۔ آپ خاموش ہوگئے، وہ شخص مایوس ہوکر جانے لگا۔ آپنے اُس سے دریافت کیا کہ تجھ کو کچھ قرآن بھی یاد ہے اُسنے کہا ہاں فلاں فلاں سورتیں آپ نے فرمایا حفظ پڑھ سکتے ہو اُس نے کہا ہاں، آپنے اُس کا نکاح کردیا۔ (بخاری کتاب النکاح)

نماز میں امامت کا حکم آپ اُسی کو دیتے جو قرآن زیادہ جانتا تھا۔ چنانچہ اپنے سامنے آپنے حضرت ابوبکر کو امام بنایا کیونکہ وہ تمام قرآن کے حافظ اور قاری اور سب سے بڑے عالم تھے۔ فروہ مرادی کو مذحج۔ زبید مراد تین قبیلوں پر اسی لئے حاکم بنایا کہ وہ قرآن سب سے زیادہ پڑھا تھا (ابن خلدون)

عثمان ابن ابی العاص قرآن اچھا پڑھتے تھے اسلئے طائف کا حاکم مقرر کیا (ابن ہشام)

جب قرآن کا پڑھنا دنیوی و اُخروی ترقیوں کا ذریعہ تھا تو کیوں نہ صحابہ اس طرف ذوق شوق سے رجوع ہوتے

قرآن پڑھنے کا اجر عظیم مقرر کرتے ہیں اور قرآن جاننے والے کو ترجیح ہیں صرف اشاعت قرآن ہی کا خیال نہیں تھا بلکہ اس لئے بھی ان کو ترجیح دیجاتی تھی کہ قرآن مجید دنیا کے تمام علوم مدوّنہ کا جو معرفت و عقل سے تعلق رکھتے ہیں سرچشمہ ہے۔ علم الٰہیات۔ علم طبعیات، علم ریاضیات، علم الاخلاق، سیاست مدن یعنی قانون انتظام ملکی۔ علم تدبیر منزل یعنی قواعد انتظام خانہ داری، ان علوم ستّہ اور اُن کے فرعی علوم کے متعلق قرآن میں اُصول و ہدایات ہیں لہٰذا جو شخص سب سے زیادہ قرآن پر عبور رکھتا ہوگا وہی ان علوم کا حق ادا کرے گا۔ یہ امر بالاتفاق مورّخین سے ثابت شدہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُس زمانہ میں جبکہ دنیا سے ظاہری و باطنی ترقی نابود ہوگئی تھی۔ اخلاق و شائستگی، عدل و انصاف، حسن انتظام، امن و امان، علم و فن کا نام بھی نہ رہا تھا ایسی خوبی سے کاروبار سلطنت کو انجام دیا کہ دنیا شاہراہ ترقی پر گامزن ہوگئی یہ حضرات نہ کہیں تعلیم حاصل کرنے گئے، نہ کہیں طرز انتظام سیکھنے گئے نہ کبھی پہلے کے کارکردہ تھے نہ حضور نے کوئی علوم و فنون کا کالج قایم کیا تھا۔ صرف قرآن پڑھے ہوئے تھے وہی اُن کا رہنما تھا۔ اسی سے تمام مسایل و مشکلات حل کرتے تھے۔ کتب سیر و تاریخ و فقہ میں اُن کے انتظامات کا طرز، اُن کے فیصلے مذکور ہیں۔ آج تک کوئی عقیل و فہیم اُن پر اُنگلی نہ رکھ سکا۔ یہ سب کچھ قرآن ہی سے تھا

دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف علوم و فنون میں صاحب کمال ہوئے ہیں کوئی جامع کمالات نہیں ہوا۔ کوئی مدبر ہے تو کوئی جنرل ہے۔ کوئی جج ہے تو کوئی انجینیر ہے۔ کوئی پروفیسر ہے تو کوئی کلکٹر ہے۔ لیکن اِن قرآن جاننے والے اصحاب کے حالات پر نظر کیجائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کا ہر فرد مدبّر بھی تھا۔ جنرل بھی تھا۔ جج بھی تھا معلم بھی تھا۔ اس جامعیت کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے دنیا کی کوئی یونیورسٹی ایسی جامع ہستیاں پیدا نکر سکی۔

غرض جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ فوراً لکھا دیتے تھے۔ اور صحابہ کو پڑھا دیتے تھے۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ آپ قرآن پڑھاتے تھے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (یہ نبی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے)

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ فی القرآن یعنی عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ مجکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے (ابوداؤد و ابن ماجہ) احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ابوسعید صحابی نے ابونضرہ سے کہا کہ قرآن ہم سے اسی طرح حفظ کرو جیسے ہم نے رسول کریم سے حفظ کیا ہے (دارمی)

قال خطبنا عبد اللہ بن مسعود فقال لقد اخذت من فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بضعًا وسبعین سورۃ (ابن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول کریم سے ستر سے زیادہ سورتیں یاد کیں۔ بخاری فضائل القرآن)۔ ابوالدرداء نے کہا میں نے قرآن رسول کریم سے پڑھا (تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل)

بخاری میں جابر اور ابن مسعود سے دو روایتیں ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو دُعائے استخارہ اور التحیات اس طرح یاد کرائی جیسے قرآن یاد کراتے تھے۔ ایسی ہی ایک روایت ترمذی میں ابن عباس سے ہے، اور ترمذی میں ایک روایت ہے کہ جب آیت مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءً یُّجْزَ بِهٖ الخ نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو پڑھائی (ترمذی جلد اوّل)

جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا آپ اُس کو صحابہ کی سپرد کرتے تھے۔ کہ اس کو قرآن پڑھاؤ۔ عن عبادۃ بن الصّامت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یشتغل فاذا قدم رجل مھاجرًا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دفعہ الی رجل منا یعلمہ القرآن یعنی جب کوئی نو مسلم آتا تو رسول کریم اس کو کسی مہاجر کے سپرد کر دیتے کہ اُس کو قرآن پڑھاؤ (کنز العمال جلد اوّل ص۱۳۲)

قبیلہ عامر کے دس آدمی آکر مسلمان ہوئے اور اتنے دن مدینہ میں ٹھیرے کہ ابی بن کعب سے اُنہوں نے قرآن پڑھ لیا (ابن خلدون جلد ثانی) ایسا ہی قبیلہ عامد اور قبیلہ بنی عامر و مذحج وطفیل بن عمر الدّوسی اور عمرو بن معدیکرب کے متعلق ابن خلدون میں لکھا ہے۔ تمیم کے ستر آدمیوں نے اسی طرح قرآن پڑھا، (استیعاب جلد ثانی) جن قبایل یا مواضع میں مسلمان ہو جاتے تو آپ وہاں تعلیم دینے کیلئے صحابہ کو مامور فرماتے۔ اہل مدینہ جب قبل ہجرت مکہ میں آکر مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے اُن کی تعلیم کیلئے ابن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر کو بھیجدیا۔ زید بن ثابت نے بیان کیا کہ میں نے حضور کے مدینہ تشریف لانے سے قبل سترہ سورتیں یاد کرلی تھیں۔ اسوقت میری عمر گیارہ سال کی تھی (ابن خلدون و کامل ابن اثیر)۔

اسی طرح معاذ کو مکہ و یمن، عمرو بن حزم کو نجران قبایل عضل و قارہ میں چھ اصحاب مرثد، عاصم بن ثابت، خالد بن بکر۔ زید بن دثنہ۔ عبداللہ بن طارق کو بنی الحارث میں خالد بن ولید کو تعلیم دینے کیلئے بھیجا، وفد بہراء قرآن پڑھکر مدینہ سے گیا۔ (طبقات ابن سعد۔ استیعاب، ابن خلدون، طبری۔ زاد المعاد) عمرو بن حزم کو آپنے جو احکام لکھائے تھے اُنمیں یہ حکم بھی تھا عَلِّمِ النَّاسَ القرآن (لوگوں کو قرآن پڑھاؤ) ابن خلدون)

اور اسی قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ آپنے قرآن کی تعلیم لازمی قرار دے رکھی تھی اور اس کا کافی انتظام کیا تھا۔ آپ کی حیات میں قرآن کی ہر طرح اشاعت ہو گئی تھی۔ آپ کی حیات میں تقریبًا تمام ممالک و اقوام میں اسلام پہونچگیا تھا۔ اور مسلمانوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ ان میں سے ایک بھی ایسا

نہ تھا جو کچھ نہ کچھ قرآن نہ پڑھا ہو۔ آج بھی روئے زمین پر کوئی مسلمان ایسا نہیں مل سکتا جس کو قرآن کی دو چار سورتیں یاد نہ ہوں۔ کیونکہ نماز فرض ہے اور قرآن کا نماز میں پڑھنا لازم ہے اگر شومئی بخت سے کوئی مسلمان پابند نماز نہیں تو کبھی نہ کبھی تو نماز پڑھتا ہی ہے اس لئے اس کو کچھ نہ کچھ قرآن ضرور یاد ہوتا ہے۔

حفظِ قرآن

جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ فوراً صحابہ کو لکھا دیتے اور پڑھا دیتے۔ صحابہ حفظ کر لیتے کان داب الصحابة رضی اللہ عنہم من اول نزول الوحی الی اخرہ المسارعة الی حفظہ (یعنی تمام زمانہ وحی میں صحابہ کا یہ معمول رہا کہ جو وحی نازل ہوئی اُس کو حفظ کر لیا (زبدۃ البیان فی رسوم مصاحف عثمان)

آپ کے عہد مبارک میں حُفاظ کی یہ کثرت تھی کہ تمام جزیرۃ العرب کے حصص و دیہات تک میں حفاظ و معلم پہونچ گئے تھے۔ اور ایک ایک قبیلہ میں حضور نے دس دس، بیس بیس، چالیس چالیس، ستر ستر قاری بھیجے سریہ بیر معونہ میں جو ابتدائے ۴ ہجری میں ہوا۔ ستر حُفاظ شہید ہوئے۔ اور کئی لڑائیوں میں کثیر التعداد حُفاظ شہید ہوئے۔ کتب تاریخ میں بتفصیل تمام واقعات و اسماء موجود ہیں۔ علامہ ذہبی نے طبقات القراء میں لکھا ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی ایسی تھی جنہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اور حضور کو سُنا دیا تھا منجملہ اُن کے وہ سات قاری ہیں جن کی سند آج تک دنیا میں مسلّم ہے۔ من جملتھم سبعة ائمة اعلام ودارت علیھم اسانید القرآن وذکروا فی صدور الکتب الاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبد اللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابو موسیٰ الاشعری وابو الدرداء (طبقات القراء) یعنی قرآن کی سند ان سات ائمہ کی مشہور ہے۔

اور حضور نے فرمایا ہے استقرؤا القرآن من اربعة من عبد اللہ بن مسعود وسالم مولیٰ ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (یعنی قرآن ان چار سے پڑھو۔ بخاری)

ابی بن کعب کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔ اقرأ الصحابة وسید القراء قرأ القرآن علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم (صحابہ میں سب سے زیادہ قاری اور قاریوں کے سردار تھے۔ رسول کریم سے قرآن یاد کیا۔

ابو موسیٰ اشعری کے متعلق ہے حفظ القرآن وعرضہ علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم (قرآن حفظ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سُنایا۔ مفتاح السعادت جلد اوّل)۔

ابوبکر صدیق کے حافظ ہونے کے متعلق امام ابوالحسن اشعری نے تصریح کی ہے (مفتاح السعادت جلد اوّل) اور اصحاب نے بھی قرآن حفظ کر کے سُنایا تھا۔ فامّا من حفظہ کلّہ منھم وعرض علی النبی صلے

اللہ علیہ وسلم فجماعۃ من نجباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجلّہ صحابہ کی ایک جماعت نے پورا قرآن حفظ کیا اور حضور کو سنایا۔ طبقات القراء)

صحابہ میں دس ہزار حافظ زیادہ مشہور تھے۔ ان دس ہزار میں (۲۷) کو خصوصیت خاصہ حاصل تھی۔ ابوبکر صدیق۔ عمر[۲] فاروق۔ عثمان[۳] بن عفان۔ علی[۴] ابن ابی طالب۔ عبداللہ[۵] بن مسعود۔ طلحہ[۶]۔ سعد[۷] بن ابی وقاص حذیفہ[۸] بن الیمان۔ ابوہریرہ[۹]۔ عبادہ بن الصامت۔ معاذ[۱۱] بن جبل۔ مجمع[۱۲] بن حارثہ۔ فضالہ[۱۳] بن عبید، ابوموسی[۱۴] اشعری۔ عمرو[۱۵] بن العاص۔ سعد[۱۶] بن عبادہ۔ عبداللہ[۱۷] بن عباس۔ ابوایوب[۱۸] انصاری۔ عبداللہ[۱۹] بن ذوالبجادین۔ عبید[۲۰] بن معاویہ بن زید بن ثابت۔ ابوزید[۲۱]۔ سالم[۲۲] مولی ابی حذیفہ۔ سلمہ[۲۳] بن مخلد بن الصامت سعد[۲۴] بن عبید بن نعمان انصاری۔ زید[۲۵] بن ثابت۔ ابی[۲۶] بن کعب۔ عبداللہ[۲۷] بن الصائب۔ سلیمان[۲۸] بن ابی حثمہ تمیم[۲۹] الداری۔ معاذ[۳۰] بن الحارث۔ ابوالدرداء[۳۱]۔ عقبہ[۳۲] بن عامر الجہنی۔ عبداللہ[۳۳] بن عمر بن الخطاب۔ سعد[۳۴] بن المنذر ابن اوس۔ قیس[۳۵] بن صعصعہ۔ عبداللہ[۳۶] بن عمرو بن العاص۔ ابوحلیمہ[۳۷] معاذ (تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد و تذکرۃ الحفاظ للذہبی و مفتاح السعادت، اتقان، صحیح بخاری)

مردوں کے علاوہ عورتیں بھی حافظ تھیں۔ ان میں چار زیادہ مشہور تھیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ، ام المومنین حفصہ، ام المومنین ام سلمۃ۔ ام ورقہ بن نوفل (ابوداؤد)

حفظ قرآن اور تلاوت قرآن کی یہ کثرت تھی کہ عمرو بن سلمہ کا گھر ایک چشمہ کے کنارے تھا۔ آپ کا سات برس کا سن تھا، آنے جانے والے مسافر چشمے پر آرام کرتے تھے۔ جس طرح عام عادت ہے کہ تفریحی مقام پر کچھ پڑھنے لگتے ہیں تو آنے جانے والے قرآن پڑھتے تھے۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جس طرح بچوں کی عادت ہے کہ آنے جانیوالوں سے سنکر کچھ یاد ہو جاتا ہے ان کو بھی قرآن مجید کا کچھ حصہ یاد ہو گیا تھا۔ بخاری)

عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب (یعنی فاضل تھے حافظ تھے، عالم تھے، قاری تھے (استیعاب)

قیس بن صعصعہ و سعید بن المنذر بن اوس، عبداللہ بن عمر فاروق و عقبہ بن عامر الجہنی، تمیم الداری و عبداللہ بن السائب، ان اصحاب کے متعلق طبقات ابن سعد و استیعاب جلد اول، کنز العمال جلد اول و تاریخ الخلفاء۔ فتح الباری و اسد الغابہ، تہذیب التہذیب جلد ہفتم میں لکھا ہے کہ یہ سب حفاظ میں سے تھے

سلیمان بن ابی حثمہ یہ حافظ قرآن تھے حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں انہیں عورتوں کو قرآن سنانے پر مامور کیا تھا اور خلیفہ سوم حضرت عثمان نے ان کو تراویح کا امام مقرر کیا تھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص۱۶ و ۱۷)

اور دیگر اصحاب کے متعلق تفصیل طلب حضرات تذکرۃ الحفاظ و استیعاب و تہذیب التہذیب وغیرہ کتب دیکھیں سر ولیم میور لکھتے ہیں :- قوت حافظہ اُن کی انتہائی درجہ پر تھی - اور اس کو وہ لوگ قرآن کی نسبت کمال سرگرمی سے کام میں لاتے تھے - ان کا حافظہ ایسا مضبوط تھا اور ان کی محنت ایسی قوی تھی کہ اکثر اصحاب پیغمبر کی حیات میں بڑی صحت کے ساتھ تمام وحی کو حفظ پڑھ سکتے تھے (لائف آف محمد)

چھٹی صدی عیسوی دنیا کا تاریک ترین زمانہ تھا - ایک عرب ہی پر منحصر نہیں، دنیا کے ہر حصہ میں پڑھے لکھوں کی تعداد بہت ہی کم تھی - فی ہزار ایک کا بھی اوسط نہ تھا - ایسے زمانہ میں بہترین ذریعہ حفاظت کا حفظ تھا - تحریر پر اس قدر بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا، اول تو لکھنے والے کم، مطابع، پریس نہ تھے - اسلئے قلیل التعداد تحریروں میں جعلسازی آسانی سے ہو سکتی تھی - اسی وجہ سے قرون ثلاثہ میں ہمارے ائمہ حدیث اُس راوی کو ضعیف سمجھتے تھے جو کتاب دیکھکر روایت کرتے تھے -

مذاہب عالم کی کتابیں تحریر ہوئیں کیا انجام ہوا - اگر قرآن کا مدار بھی تحریر پر ہوتا تو یہی حشر ہوتا - قرآن کی حفاظت حفظ ہی سے ہو سکی اور بغیر اس کے ممکن نہ تھی - عہد رسول میں ایک دو نہیں ہزاروں سینوں میں مکمل محفوظ تھا - اور لاکھوں سینوں میں متفرق طور پر اور بہت سے ممالک میں قرآن پہونچ کر لوگوں کے دل نشین ہو گیا تھا - حضور کی حیات میں عرب، افریقہ - ایران، روم، ہند، چین وغیرہ ممالک میں اسلام پہونچ گیا تھا -

ہندو فاضل منشی جے بہادر لکھتے ہیں :- تیرسان مشہور چینی مورخ نے لکھا ہے کہ ۶۲۸ء میں وہاب ابن ابی کبشہ رسول کا فرمان لیکر شاہ چین کے دربار میں داخل ہوئے شہنشاہ چین نے ان کا بہت اعزاز کیا اور کانٹین میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی (تلقین مذہب مطبوعہ ۱۳۳۷ ہجری وکٹوریہ پریس ایڈیشن ۱۴۸)

سر ہانک ہندی کی روایت بھی کسی جگہ درج ہے - حفظ کے ذریعہ حفاظت کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ (عنکبوت) یعنی یہ کتاب کھلی ہوئی آیتوں کا مجموعہ ہے جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہے -

اسلام کے ساتھ ہی ساتھ حضور کے عہد مبارک میں قرآن اکثر ممالک میں شائع ہو گیا تھا -

تلاوت قرآن

قرآن جس قدر جس نے پڑھا تھا وہ اسکی تلاوت کرتا ہی تھا - اب بھی اکثر مسلمان تلاوت کرتے ہیں - حضور علیہ السلام کا ورد ایک حدیث سے سات روز میں ثابت ہے جو ترتیب قرآن کے بیان میں نقل

کیگئی ہے۔ باقی اصحاب میں بڑے بڑے باکمال تلاوت کرنے والے تھے۔

عثمان غنی و تمیم داری ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے (تہذیب التہذیب استیعاب)

عبداللہ بن عمر بن الخطاب و عبداللہ بن عمرو بن العاص ایک رات میں ختم کرتے تھے (فتح الباری)

سعد بن المنذر بن اوس تین دن میں ختم کرتے تھے (فتح الباری۔ اُسد الغابہ)

قیس بن صعصعہ کو حضور نے فرمایا تھا کہ ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو۔ (استیعاب جلد اوّل)

قرآن بوقت وفات رسولؐ

حضور نے جب رحلت فرمائی ہے تو آپ کے صحابہ کی تعداد لاکھوں تھی۔ اور دور دراز ممالک میں اسلام پہونچ گیا تھا۔ حجۃ الوداع میں حضور کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب تھے۔ یہ تعداد حج کرنے والوں کی اس زمانہ کے اعتبار سے تو کروڑوں سے اور اس زمانے کے اعتبار سے پانچ چھ لاکھ سے حاصل ہوسکتی ہے۔

نماز فرض تھی۔ پانچوقت پڑھی جاتی تھی۔ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض تھا۔ اسلئے تھوڑا بہت قرآن تو ہر مسلمان کو یاد تھا۔ اور اس طرح اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر تلاوت قرآن جاری تھی۔

ہزاروں حافظ تھے۔ مشہور حفاظ کی تعداد دس ہزار بیان کی گئی ہے۔ عورتیں بھی حافظ تھیں غلام بھی حافظ تھے۔ ایسے ایسے تلاوت کرنے والے تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ نے مکمل قرآن لکھا دیا تھا۔ صدہا صحیفوں میں لکھا ہوا تھا۔ آپ نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیا پر تھا۔

آپ نے قرآن قواعد تجوید کے ساتھ پڑھایا تھا اور ترتیب کے ساتھ آپ تلاوت کرتے تھے اور صحابہ پڑھتے تھے۔ اعراب و نقاط کا لکھنے میں رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ آپ نے تاکید فرمائی اعربوا القرآن (کنز العمال)

امام سیوطی نے لکھا ہے ولکن ملکۃ الاعراب الموجودۃ فی نفوسھم تبل اختلاطھم بالاعجمیۃ (یعنی اہل عرب کے نفوس میں اعراب کا ملکہ تھا جو ان کو غلطی سے محفوظ رکھتا تھا جب تک کہ وہ عجمیوں سے نہ ملے تھے (اتقان)

آیات و وقوف بھی توقیفی ہیں۔ آپ نے صحابہ کو تعلیم فرمائے تھے مگر ان کا کوئی نشان کتابت میں مقرر تھا آپ نے قرآن کو سات منزلوں پر تقسیم فرمادیا تھا۔ بعض سورتوں اور آیات کی تعداد حضور سے منقول ہے۔

لیکن قرآن بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ انما القرآن کان علےٰ ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا مگر ایک مصحف میں جمع نہ ہوا تھا۔ (خازن جزو اوّل)

قرآن عہدِ خلافت اوّل میں

حضرت زید بن ثابت کی حدیث سے جس کو تمام محدثین نے نقل کیا ہے جمع قرآن کی کیفیت عہد خلافت اولیٰ میں معلوم ہوتی ہے۔

ان زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قال ارسل الیّ ابوبکر الصدیق مقتل اھل الیمامۃ فاذا عمر بن الخطاب عندہ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ان عمر اتانی فقال ان القتل استحر یوم الیمامۃ بقرّاء القرآن انی اخشی ان یستحر القتل بالقرّاء بالمواطن فیذھب کثیر من القرآن وانی اریٰ ان تأمر بجمع القرآن قلت لعمر کیف تفعل شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم قال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل عمر یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلک ورأیت فی ذلک الذی رأی عمر قال زید قال ابوبکر انک رجل شاب عاقل لا نتھمک و قد کنت تکتب الوحی لرسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم فتتبع القرآن فاجمعہ قال فواللہ لو کلفونی نقل جبل من الجبال ما کان اثقل علیّ مما امرنی بہ من جمع القرآن قلت کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم قال ھو واللہ خیر فلم یزل ابوبکرؓ یراجعنی حتی شرح صدری للذی شرح لہ صدر ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما فتتبعت القرآن اجمعہ من العسب واللخاف و صدور الرجال حتی وجدت اٰخر سورۃ التوبۃ مع ابی خزیمۃ الانصاری لم اجدھا مع احد غیرہ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حتی خاتمۃ براءۃ فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاہ اللہ ثم عند عمرؓ فی حیاتہ ثم عند حفصۃ بنت عمر رضی اللہ عنہما۔ یعنی زید بن ثابت سے روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے زمانہ میں ابوبکر نے مجھے بُلوایا، عمر بھی وہاں موجود تھے خلیفہ نے کہا یمامہ کی لڑائی میں بہت قاری شہید ہوئے ہیں۔ ایسے ہی اگر اور چند لڑائیاں ہوئیں تو مجھے ڈر ہے کہ قرآن کا اکثر حصہ تلف ہو جائے گا۔ عمر نے مجھ سے کہا کہ تو قرآن جمع کرا۔ تو نوجوان سمجھدار معتبر آدمی ہے، کاتب وحی بھی ہے اسلئے مناسب ہے کہ تو تلاش کر کے (عام تحریرات سے) قرآن جمع کر۔ میں نے کہا کہ یہ ایسا بھاری کام ہے کہ اس کے مقابلہ میں پہاڑ کا ہٹا دینا آسان ہے اور جو کام رسول نے نہیں کیا وہ آپ کیسے کریں گے۔ خلیفہ نے کہا کہ ہاں یہ نیک کام ہے۔ مجھے اور خلیفہ سے اسمیں گفتگو ہوئی میری بھی سمجھ میں آگیا کہ یہ کام مناسب ہے۔ اسپر میں نے قرآن کو کھجور کے پیٹھوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کیا۔ سورۂ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ کے پاس سے ملیں۔ میرا لکھا ہوا قرآن حضرت ابوبکر کے

پاس محفوظ رہا۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس۔ ان کے بعد حضرت حفصہ کے پاس محفوظ رہا۔

زید بن ثابت وحی کے کاتبوں میں اوّل درجہ کے کاتب تھے۔ اور عرضہ اخیرہ میں حضور سے دو مرتبہ قرآن سنا۔ اسلئے تمام کاتبوں میں خلیفہ نے انہیں کو منتخب کیا۔ زید کے اظہار رضامندی کے بعد اس امر پر غور کرنے کیلئے حضرت عمر کے مکان پر ایک جلسہ کیا گیا اسمیں حضرات ذیل شریک تھے۔

ابوبکر صدیق۔ عمر بن الخطاب، عثمان بن عفان۔ علی بن ابی طالب، اُبّی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن الزبیر۔ عبداللہ بن عباس۔ ابن السائب۔ خالد بن الولید۔ طلحہ۔ سعد۔ حذیفہ سعید۔ سالم۔ ابوہریرہ۔ عبادہ بن صامت، ابوزید۔ ابودردا۔ ابوموسیٰ اشعری۔ عمرو بن العاص۔ زید بن ثابت سب نے اسپر اتفاق کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب میں ارتداد پھیلنا شروع ہوا۔ مدعیان نبوت کھڑے ہوگئے۔ اسلام کے خلاف ہر قسم کی سازشیں شروع ہوگئیں یہ ایک پر آشوب وقت تھا۔ اشرار کو ہر قسم کی شرارت کا موقع حاصل تھا۔ حضور موجود نہ تھے کہ جن کے ہر لفظ پر لوگ اٰمنّا وصدّقنا کہتے تھے۔ اس لئے اس وقت ہر قسم کی احتیاط کی ضرورت تھی۔ قرآن مجید جو حضورؐ نے تحریر کرایا تھا وہ متفرق اشیا پر تھا صحابہ نے جو بطور خود لکھا تھا اسکی یہ کیفیت تھی کہ کسی کے پاس ایک سورت، کسی کے پاس دس سورتیں، کسی کے پاس کچھ آیتیں۔ کسی کے پاس آیت کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔ بعض بعض کے پاس پورا قرآن جس کو انہوں نے اپنی اپنی معلومات کی موافق ترتیب نزول لکھا تھا۔ یہ ترتیبیں مختلف تھیں کیونکہ ہر شخص کی معلومات میں کچھ نہ کچھ فرق تھا۔ حضور نے ترتیب نزول جمع نہیں کرایا تھا۔ نہ سب کی ترتیب نزول آپ نے صحابہ کو معلوم ہوئی تھی، آپ نے ترتیب توقیفی کے ساتھ یاد کرایا تھا۔ اور اسی ترتیب سے آپ پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن چونکہ سلسلۂ کلام جاری تھا ابھی معلوم نہ تھا کہ اسمیں سے کچھ منسوخ ہوگا یا درمیان میں اور سورتیں یا آیتیں نازل ہونگی۔ اسلئے ترتیب توقیفی پر حضور نے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ عام قاعدہ بھی ہے کہ کتاب کی ترتیب ختم تصنیف پر ہوتی ہے۔ پھر ایسی کتاب کی ترتیب ختم سے پہلے کیونکر مناسب ہوسکتی ہے کہ جو پارہ پارہ نازل ہورہی ہو جس کے اختتام کا حال کسی کو معلوم ہو۔ جسمیں ناسخ و منسوخ کا بھی سلسلہ ہو۔ چونکہ رسول کریم نے اس ترتیب پر تحریر کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ اسی وجہ سے اوّل حضرت ابوبکر کو تامل ہوا۔ حضرت عمر نے اس خیال سے کہ کلام ختم ہوگیا۔ ابھی صحابہ اور حفاظ موجود ہیں۔ قرآن ترتیب توقیفی پر اگر جمع نہ ہوا تو کل کو بڑا فتنہ برپا ہوگا، کوئی کہے گا کہ یہ ترتیب ہے۔ کوئی کہے گا بس اسی قدر سورتیں ہیں۔ کوئی کہے گا یہ آیتیں اس طرح ہیں یا اسلئے حضور [illegible] یہ کہا کہ آپ یہ قرآن جمع کرا دیجئے۔ [illegible] کہ اس زمانہ میں تحریر سے حفاظ پر زیادہ بھروسہ تھا۔

پریس و مطابع نہ تھے۔ لکھنے والے کم تھے۔ حفاظ ہزاروں تھے۔ اس لیے تحریر کے متعلق تو کوئی فتنہ پرداز کوئی شگوفہ چھوڑ سکتا تھا۔ اور اس پر وہ لوگ جو لکھے پڑھے نہ تھے یا جن کے یہاں کوئی تحریر نہ تھی برہم ہو سکتے تھے۔ اس لیے حضرت عمر نے کہا کہ اگر جنگ یمامہ کی طرح اور دو چار معرکہ ہو گئے (کیونکہ اس جنگ میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے انمیں سات سو حفاظ تھے اور مشہور قراء میں سے سالم بھی شہید ہو گئے (عمدۃ القاری و نہایۃ الایجاز فی سیرۃ ساکن الحجاز) اور حفاظ کا خاتمہ ہو گیا اور کسی نے کوئی شرارت برپا کر دی تو ممکن ہے کہ لوگ قرآن کے بعض حصص سے انکار کر دیں، کہدیں کہ ہمیں تو اسی قدر یاد ہے۔ ہمارے پاس تو اتنا ہی لکھا ہوا ہے تو قرآن کے بعض حصوں کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسوجہ سے حضرت عمر نے تحریک کی جو بعد شوریٰ منظور ہوئی۔

اس جمع کیلئے یہ بھی ممکن تھا کہ دو چار، دس بیس حفاظ کو بٹھا کر لکھ لیا جاتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ لکھے ہوئے قرآنوں کو لیکر مرتب کر لیا جاتا۔ لیکن اس شور و شر کے زمانہ میں بہر صورت خطرہ تھا۔ لہٰذا ایسی صورت اختیار کی گئی کہ جسمیں کسی کو شبہ و شکایت کا موقع نہ ملے۔

خلیفہ کے حکم سے حضرت عمر اور زید بن ثابت حرم کے دروازے پر بیٹھ گئے اور منادی کرا دی گئی۔ (قام عمر فقال من کان تلقی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئاً من القرآن فلیأت بہ، وکانوا یکتبون ذلک فی الصحف والالواح والعسب قال وکان یقبل من احد شیئاً حتے یشھد شاھدان۔ یعنی اعلان کیا گیا کہ جس کسی کے پاس کوئی حصہ قرآن کا رسول کریم کے سامنے کا لکھا ہوا ہے وہ لائے اور وہ دو گواہوں کی شہادت سے قبول کیا جاتا تھا۔ ابوداؤد) اور وہ تحریرات طلب کی گئیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھیں (فتح الباری جلد اول ص ۱۲۴ و اتقان للسیوطی نوع ۱۸)۔

شیعوں کے یہاں بھی ایک طویل حدیث حضرت علی کی احتجاج طبرسی میں ہے جسکا یہی مطلب ہے (فصرخ منادیھم من کان عندہ شیء من القرآن فلیاتنا بہ۔ یعنی منادی ہوئی کہ جس کے پاس قرآن کا کچھ حصہ ہے وہ لائے۔ تفسیر صافی شیعی) اور ہر تحریر کا حفاظ سے مقابلہ کیا جاتا تھا (وکان غرضھم ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی لا من مجرد الحفظ یعنی صرف اسکی نقل کیجاتی تھی جو رسول کریم کے سامنے لکھا گیا۔ محض حفظ [illegible] لکھا جاتا تھا (اتقان و فتح الباری)

مختلف لوگ جو لائے وہ مختلف اشیاء پر تھا، اونٹ کی ہڈیوں پر، کھجور کے پتوں پر، وغیرہ وغیرہ کوئی ایک سورت لایا، کوئی چار سورتیں، کوئی کچھ آیتیں۔ اور اعلان کے موافق ہر ایک سے گواہ لئے گئے سورۂ احزاب اور سورۂ توبہ کی آخری آیات ابو خزیمہ لائے۔ ان کو اور کوئی نہیں لایا۔ زید کہتے ہیں کہ ان آیات کو

اور کوئی نہیں لایا۔ (کنت اسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ بھا۔ یعنی میں نے رسول کریم کو سُنا تھا کہ آپ پڑھتے تھے) لیکن چونکہ اسمیں جمع کرنے والوں یا خاص لکھنے والوں کا دخل نہ تھا۔ اس لئے باوجود یاد ہونے کے زید بن ثابت اس کو جب تک نہ لکھ سکے جب تک ایک شخص اور نہ لایا۔ یہ کارروائی خود بتاتی ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ زید اور عمرؓ دونوں حافظ تھے، دونوں کاتب وحی تھے، لکھ لیتے، مگر جو شرط مقرر کی گئی اس کے خلاف نہیں کیا۔ ورنہ اصحاب رسول میں ہزاروں ایسے تھے جو تنہا اپنی یاد پر جمع کر سکتے تھے۔ حضرت علی نے تین دن میں جمع کر ہی لیا تھا۔ (بابُ المصاحف دیکھئے)۔ مگر یہاں تو عام اطمینان کے لئے عوام سے مطالبہ تھا۔ اور وہ بعد ثبوت قبول کیا جاتا تھا۔ ابو خزیمہ کے آیات لانے کا بیان بھی بغرض اطمینان عام ہے کیونکہ یہ آیات صرف ابو خزیمہ ہی کے پیش کرنے پر قبول کی گئیں، اُن سے گواہ نہیں لئے گئے، یہ صورت بظاہر اعلان کے خلاف تھی۔ لیکن اسکی وجہ زید نے خود بیان کردی کہ ابو خزیمہ سے گواہ اسلئے نہیں لئے گئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ذوشہادتین (دو گواہی والا) قرار دیا تھا۔ اس کا اظہار ضروری تھا اور پھر گواہی میں خود کو بھی پیش کر دیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیات کسی اور کے پاس لکھی ہوئی نہ تھیں سب لکھنے والوں کے پاس تھیں۔ لیکن یہاں مطالبہ صرف اُن کا تھا جو حضور کے سامنے لکھی گئیں: ان کو ابو خزیمہ کے سوا اور کسی نے نہ لکھا تھا (انہ کان یتطلب نسخ القرآن من الاصل الذی کتب بامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبین یدیہ فلم یجد تلک الآیات الا مع خزیمۃ۔ خازن جلد اوّل) یعنی جو رسول کریم کے سامنے لکھی گئیں وہ طلب کی گئیں اور یہ آیتیں ابو خزیمہ کے سوا حضور کے سامنے کی لکھی ہوئی اور کسی کے پاس نہ تھیں)

اس حدیث پر سرسری نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کارروائی اطمینان عام کے لئے تھی اور یہ بیان بھی اطمینان عام کیلئے ہے۔

قرآن کا اس طرح متفرق اشیاء اور مختلف اشخاص کے پاس سے جمع ہو جانا کہ جس میں کسی کو شبہ نہ ہو یہ قرآن کی تحریر اور اسکی حفاظت کی زبردست دلیل ہے۔

یہ قرآن چمڑے پر لکھا گیا۔ قال ابن حجر فی روایۃ عمارۃ بن غزیۃ ان زید بن ثابت قال امرنی ابوبکر فکتبتہ فی قطع الادیم (یعنی زید نے کہا کہ میں نے ابوبکر کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر لکھا (اتقان)

یہ قرآن خط حجری میں لکھا گیا۔ سورتیں علیحدہ علیحدہ لکھی گئیں۔ کئی جلدیں مرتب ہوئیں۔ اس نسخہ کو اُمّ کہتے تھے۔ یہ نسخہ مرتب ہو کر رکھا رہا۔ کسی کا اسکی نقل کرنا یا اسمیں تلاوت کرنا مذکور نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ بغرض اطمینان عام مرتب کیا گیا۔ سب نے اپنے اپنے واسطے لکھ لئے تھے۔ ورنہ لوگ اسکی نقل کرنے کو دوڑے پھرتے۔ حضرت عثمان کے زمانہ تک کسی نے اس کو چھوا تک نہیں۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اوّل کے عہد میں

کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد ثانی)

اس عہد کے ایک مصحف کا ورق جس پر سورۂ جن کی آیات تحریر ہیں، یورپ کے مشہور کتب خانہ لورولین لائبریری میں ہے اور بھی مصاحف اس عہد کے ہیں (باب المصاحف دیکھئے)

اس عہد تک نقاط و حرکات و علامات کا رواج نہ تھا۔ اذا مات عمرؓ کانت مائۃ الف صحف من مصر الی العراق والشام والیمن یعنی جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی ایک لاکھ قرآن مصر، عراق، شام اور یمن میں تھے۔ (کتاب الفصل) حجاز اور دیگر ممالک مستثنیٰ ہیں۔ اسلئے ہم سوا لاکھ فرض کرتے ہیں حضرت عثمانؓ کے عہد میں اور بھی اضافہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کل تعداد دو لاکھ قرار دینی چاہیئے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے جب قرآن جمع کرایا تو نہ اپنا قرآن لیا نہ اور کسی کا وہی صحف ابوبکرؓ طلب کئے۔ اور وہی مختلف پرزے جو رسول کریمؐ کے سامنے لکھے گئے اور پھر ترتیب انہی سے بمقابلہ حفاظ ہوئی۔ اس کارروائی سے بھی ثابت ہے کہ اطمینان عام مقصود ہے۔ ورنہ لکھے ہوئے تو لاکھوں تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کا مرتب کرایا ہوا نسخہ ان کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا۔ اُن کے بعد حضرت عثمانؓ نے اس کو نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ کی بیٹی ام المؤمنین حفصہؓ کے پاس رہا۔ اُن کی وفات کے بعد مروان حاکم مدینہ نے لے لیا۔ اُس کے پاس سے ایک سفر میں گم ہو گیا۔

جمع قرآن

جمع قرآن سے یہ مطلب ہے کہ جن لوگوں نے بجمیع وجوہ لغات و حروف و قرآت خود رسول کریمؐ سے حاصل کیا اور حفظ کیا اور لکھا (عمدۃ القاری)

حفظ کرنے والے تو بہت تھے، ان کا شمار کیا بتایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اصحاب رسول کریمؐ کی تعداد لاکھوں تھی۔ جن لوگوں نے قرآن جمع کیا۔ انہی کا صحیح شمار معلوم نہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے۔

ان الذین جمعوا القرآن علی عهد النبی صلے الله علیه وسلم لا یحصیهم عدد ولا یضبطهم احد

یعنی جن لوگوں نے رسول کریمؐ کے عہد میں قرآن جمع کیا اُن کا کوئی شمار نہیں (عمدۃ القاری)

حدیثوں میں قرآن جمع کرنے والوں میں سب سے زیادہ فائق اصحاب کا ذکر ہے۔ جن کی تعداد (۲۹) ثابت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک صاحب کی جمع میں ایک یا دو سورتیں رہ گئیں تھیں کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی ہر راوی نے اپنی اپنی معلومات کی موافق جمع کرنے والوں کے نام بتلائے ہیں

اخرج ابو عمرو عن محمد بن کعب القرظی قال کان ممن جمع القرآن علی عهد النبی

صلے اللہ علیہ وسلم وھو حیّ عثمان بن عفان و علیؓ بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود من المهاجرین وسالم مولی ابی حذیفة (یعنی رسول کریم کی حیات میں عثمان، علی، ابن مسعود نے مہاجرین میں سے اور سالم نے قرآن جمع کیا (ازالۃ الخفا جلد دوم صلاے ۲۷)

عن عامر الشعبی قال جمع القرآن علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ستة رهط من الانصار معاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت وابو الدرداء وابو زید وسعد بن عبید۔ قال قد کان بقی علی مجمع بن جاریة سورة او سورتان حین قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی رسول کریم کی حیات میں انصار میں سے چھ آدمیوں نے قرآن جمع کیا تھا۔ معاذ بن جبل۔ اُبی بن کعب، زید بن ثابت ابوالدرداء۔ ابوزید۔ سعد بن عبید۔ اور مجمع کے قرآن میں ایک یا دو سورتیں کم تھیں کہ حضور کی وفات ہوگئی۔

عن محمد بن سیرین قال جمع القرآن علی عهد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابی بن کعب وزید بن ثابت وعثمان بن عفان وتمیم الداری۔ یعنی حضور کی حیات میں اُبی، زید، عثمان اور تمیم نے قرآن جمع کیا۔

قال محمد بن کعب القرظی جمع القرآن فی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسة من الانصار معاذ بن جبل وعبادة بن الصامت وابی بن کعب وابو ایوب الانصاری وابو الدرداء یعنی رسول کریم کی حیات میں پانچ انصاریوں نے قرآن جمع کیا۔ معاذ۔ عبادہ۔ اُبی۔ ابوایوب، ابوالدرداء۔

یہ روایتیں طبقات ابن سعد جلد دوم میں ہیں۔

عن انس قال مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یجمع القرآن غیر اربعة ابو الدرداء ومعاذ ابن جبل وزید بن ثابت وابو زید ونحن ورثناه یعنی انس کہتے ہیں کہ رسول کریم کی حیات میں چار آدمیوں نے قرآن جمع کیا۔ ابوالدرداء، معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابوزید۔ اور ابوزید کے قرآن کا وارث میں ہوا (بخاری باب فضائل القرآن)

اِس حدیث میں صرف قبیلہ انصار کا ذکر ہے جس کا ثبوت حدیث مرقومہ بالا کے فقرے خمسة من الانصار سے ہوتا ہے۔

وفی الریاض من حدیث ابو ثور الفهمی عن عثمان قال لقد جمعت القرآن علی عهد النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ حضور کی حیات میں میں نے قرآن جمع کیا۔

عقبہ بن عامر کے متعلق ہے وهو احد من جمع القرآن (وہ بھی قرآن جمع کرنے والوں میں سے تھا تہذیب التہذیب)

ابوموسی اشعری۔ قیس بن ابی صعصعہ، قیس بن سکن، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن حارث ثابت بن بشیر بن ابی، ان اصحاب کا بھی جمع کرنا مذکور ہے۔ (عمدۃ القاری۔ تاریخ خطیب بغدادی)

صحابیات میں ام ورقہ بن نوفل نے بھی قرآن جمع کیا تھا (عمدۃ القاری)

جمع کا لفظ اسی وجہ سے اختیار کیا گیا کہ ان اصحاب نے بجمیع وجوہ قرآن حاصل کیا اور خود حضور سے حفظ کیا اور لکھا۔ خالی حفظ کا جہان ذکر ہے وہاں حفظ ہی کا لفظ آیا ہے۔ جہاں پڑھے کا مذکور ہے وہاں قرأ آیا ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر ایات من اول سورۃ الکہف عصم من الدجال (جس نے سورۂ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کریں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا (جس نے سورۂ واقعہ رات کو پڑھی اس کو فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

استیعاب میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق ہے کان فاضلاً حافظاً عالماً قرأ الکتاب۔ ابوالدرداء کے متعلق ہے احد الذین جمعوا القراٰن حفظاً علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفتاح السعادت جلد اول ص۳۵۴)

زید بن ثابت کے متعلق ہے من الراسخین فی العلم کتب الوحی وحفظ القراٰن (ذہبی جلد اول ص۲۶)

ابوموسیٰ اشعری کے متعلق ہے۔ حفظ القراٰن وعرضہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مفتاح جلد اول ص۲۵۵)

احفظوا عنا کما حفظنا نحن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ابوسعید خدری نے کہا ہم سے قرآن اسی طرح حفظ کرو جس طرح ہمنے رسول کریم سے حفظ کیا تھا (دارمی)

غرض حفظ اور چیز ہے۔ جمع اور چیز ہے۔ جمع میں حفظ بھی شامل ہے کتابت بھی شامل ہے۔ ہمارے سلف صالحین ائمہ و محدثین و مفسرین کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ ہے کہ رسول کریم نے صحابہ کو تمام قرآن پڑھادیا تھا۔ حفظ کرادیا تھا۔ لکھا دیا تھا۔ چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اسلئے تحریر میں ترتیب نہیں کرائی تھی اور نہ بین الدفتین جمع کرایا تھا۔ ہر تصنیف کا یہ قاعدہ ہے کہ بعد ختم تصنیف ترتیب ہوتی ہے اور ایسی کتاب جس کا تعلق .... کسی انسان سے نہو اور وہ ٹکڑے ٹکڑے منجانب اللہ ایک شخص پر نازل ہورہی ہو اور کلام لانے والا اس کو ہر فقرہ اور ہر جزو کا موقع بتاتا ہو کہ یہ فقرہ فلاں موقعہ پر لکھا جائے اور یہ سورۃ فلاں سورۃ کے بعد لکھی جائے۔ اور اسمیں ناسخ اور منسوخ کا سلسلہ بھی ہو۔ ایسا کلام جبتک ختم نہوجائے

ترتیب کسطرح ممکن ہے اور سلسلۂ نزول کلام حضور کی وفات سے نو دن قبل تک جاری رہا۔ حضور کی وفات پر معلوم ہوا کہ اب سلسلۂ کلام ختم ہوگیا۔ اس لئے کلام کی ترتیب اور اس کا بین الدفتین جمع ہونا حضور کی حیات میں نہ ہو سکا۔

قال الخطابی انما لم یجمع القرآن صلے اللہ علیہ وسلم فی المصحف لما کان یترقبہ من ورود ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ۔ رسول کریم نے قرآن مصحف واحد میں اسلئے جمع نہیں کرایا تھا کہ یہ خیال تھا کہ شاید کوئی حکم یا آیت منسوخ ہو (اتقان ص۸۵)

ان القرآن کان علی ھذا التالیف والجمع فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما ترک جمعہ فی مصحف واحد یعنی قرآن اسی ترتیب سے تھا رسول کریم کے زمانہ میں مگر ایک مصحف میں جمع نہیں ہوا تھا۔ خازن جزو اول)

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما نزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام۔ یعنی رسول کریم نے قرآن کی یہی ترتیب صحابہ کو بتائی تھی جس ترتیب پر اس وقت موجود ہے۔ اور یہ جبرل کی تعلیم سے تھا۔ (حوالہ مذکور)

قولہ لم یفعلہ رسول اللہ قال الخطابی وغیرہ یحتمل ان یکون صلی اللہ علیہ وسلم انما لم یجمع القرآن فی الصحف لما کان یترقب من حدوث ناسخ لبعض احکامہ او تلاوتہ فلما انقضی نزولہٗ بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم الھم اللہ الخلفاء الراشدین ذلک وفاءً لوعد الصادق لضمان حفظہ علی ھذہ الامۃ المحمدیۃ فکان ابتداء ذلک علی ید الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمشورۃ عمر رضی اللہ عنہ (عمدۃ القاری باب جمع القرآن) یعنی رسول کریم نے ایک مصحف میں قرآن جمع نہیں کرایا کیونکہ وہ تمام نہ ہوا تھا اور ناسخ ومنسوخ کا بھی معاملہ تھا۔ آپ کی وفات سے اس کا نزول ختم ہوا اور خدا نے جو اس کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا وہ ابوبکر کے ہاتھ پر پورا ہوا۔

حضرت علی سے روایت ہے رحمہ اللہ علی ابی بکر اوّل من جمع کتاب اللہ عزوجل ابوبکر پر رحمت ہو کہ اُنہوں نے پہلی پہل کتاب اللہ کو جمع کرایا۔ (حوالہ مذکور)

جس طرح حضور نے تعلیم فرمایا تھا اسی ترتیب سے حضرت ابوبکر نے جمع کرایا اور تمام صحابہ نے بھی اپنے اپنے لئے اسی طرح لکھے۔

ترتیب قرآن

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کی ترتیب حضور علیہ السلام کی فرمائی ہوئی ہے۔ حضور کو جبریل علیہ السلام

آیات وسور کے مواقع سے آگاہ فرماتے تھے۔ اسی طرح حضور صحابہ کو تعلیم کرتے تھے۔

امام ابوبکر انباری فرماتے ہیں۔ انزل اللہ تعالیٰ القرآن کلہ الی سماء الدنیا ثم فرقہ فی بضع وعشرین سنۃ فکانت السورۃ تنزل لامر یحدث والایہ جوابا لمستخبر ویوقف جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع الایۃ والسورۃ فاتساق السور کاتساق الایات والحروف کلہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمن قدم سورۃ او اخرھا فقد افسد نظم القرآن یعنی جبریل رسول کریم کو آیات وسور کے مواقع بتا دیتے تھے۔ سورتوں کا باہمی اتصال ایسا ہی ہے جیسے آیات اور حروف کا یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ (اتقان)

ترتیب السور ھکذا عند اللہ فی اللوح المحفوظ۔ سورتوں کی ترتیب وہی ہے جو لوح محفوظ پر خدا کے نزدیک ہے۔ برہان کرمانی)

غرض اس پر اجماع ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور جبریل حضور کو بتاتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ ویعلمھم ما ینزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الان فی مصاحفنا بتوقیف جبریل علیہ السلام یعنی رسول کریم نے قرآن صحابہ کو اسی طرح اور اسی ترتیب سے تعلیم کیا تھا جو ترتیب حضرت جبریل نے بتائی تھی۔ خازن جزء اول)

ترتیب کی دو قسمیں ہیں ایک ترتیب نزولی۔ دوسری ترتیب رسولی۔

ترتیب نزولی۔ یعنی جس ترتیب سے قرآن نازل ہوا۔ اس ترتیب پر بعض صحابہ نے قرآن لکھا تھا جب کوئی سورت نازل ہوتی تو وہ لکھ لیتے۔ لیکن چونکہ شان نزول میں صحابہ میں اختلاف ہے اسلئے سب کی یہ ترتیب ایک ہی نہ تھی، مختلف تھیں۔ یہ انہوں نے اسلئے جمع نہیں کیا تھا کہ قرآن اسی ترتیب پر رہے گا بلکہ وقت کے وقت لکھتے تھے۔ قرآن کی آیات وسوریں باہم ربط ومناسبت ہے۔ دوسری ترتیب سے ربط بگڑ جاتا ہے وہ ایسے ناواقف اور کم علم نہ تھے کہ کلام کو ربط کے خلاف مرتب کرتے۔ چونکہ سلسلۂ وحی جاری تھا کسی کو معلوم نہ تھا کہ اور کیا ہونے والا ہے۔ اس لئے کسی نے اس ترتیب سے قرآن مرتب نہیں کیا۔ جب سلسلہ وحی منقطع ہو گیا تو اس ترتیب پر سب نے بالاتفاق مرتب کیا۔ اس ترتیب پر سب کیونکر متفق ہوتے، یہ حضور کی فرمودہ تھی اور حضور اور تمام صحابہ اسی ترتیب سے پڑھتے تھے۔

علامہ ابن حصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کی بھی آنحضرت کو وحی ہوتی تھی حضور اسی کے موافق آیتوں اور سورتوں کا موقع بیان فرما دیتے تھے۔ اسی وجہ سے تمام صحابہ کا اس ترتیب پر

اجماع ہے (اتقان) چونکہ آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے اور شان نزول پر سب کا اتفاق نہیں اسی وجہ سے حضرت عکرمہؓ نے امام ابن سیرین نے کہا کہ انسانوں اور جنوں کی مجموعی طاقت سے باہر ہے کہ قرآن کو شان نزول کے موافق مرتب کر سکیں (اتقان جزو اوّل ص۵۸)

محققین یورپ نے کوشش کی کہ قرآن کی سورتوں کو ایک قسم کی تاریخی ترتیب دیں لیکن یہ سب ناکام رہے اور انہوں نے اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔

ڈاکٹر تھیوڈر نولڈکی نے ۱۸۶۰ء میں تاریخ قرآن شائع کی۔ یہ یورپ میں ایسی مقبول ہوئی کہ گورنمنٹ نے اس کو انعام دیا اس نے لکھا ہے کہ ترتیب نزول کا معلوم کرنا ناممکن ہے۔

میور نے تفصیلی طور پر ترتیب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی وہ کہتا ہے کہ یہ بھی ناممکن ہے کہ محمد کے کسی ہمعصر نے ایسی فہرست تیار کی ہو (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

ڈاکٹر ایچ گرم نے بھی اسکی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکامیاب ہوا۔

ڈاکٹر ہاوٹ وک ہرش فلڈ نے بھی یہ کام شروع کیا تھا لیکن وہ لکھتا ہے کہ اب تک میں نے تین سورتوں کو تاریخی جگہ دینے کی جو کوشش کی ہے وہ ایک حد تک بڑی ابتدا ہے جس کے ذریعہ سے میں نے قرآن کی سورتوں کی تنزیلی ترتیب کی چھان بین شروع کی ہے، میں پہلے ہی سے یہ اقرار کیوں نہ کر لوں کہ اس سلسلہ میں قابل اعتماد نتائج حاصل کرنے کی بہت ہی کم اُمید ہے (نئی تحقیقاتیں متعلق قرآن)

قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں میں باہم ربط ہے جس کلام میں ربط نہ ہو وہ فصیح و بلیغ نہیں ہو سکتا موجودہ ترتیب سے سورتوں کا ربط قائم ہے۔ ترتیب نزولی سے ربط قائم نہیں رہتا۔

سورتوں کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

علق ۔ اس سورت میں انسان پر افضال واکرام اور اسکی ترقیات کا مذکور ہے

مدثر میں انذار کفار مقصود ہے۔

مزمل تسلیہ رسول ہے۔

ن منکرین نبوت کی طرف روئے سخن ہے اور کفار کے لئے عقوبت دنیوی واخروی کا مذکور ہے

فاتحہ ۔ درخواست ہدایت

لہب ۔ مشرکین کے خسارہ میں ہونے کا مذکور ہے

موجودہ ترتیب میں ربط

فاتحہ ۔ درخواست ہدایت۔

بقرہ - درخواست ہدایت کی منظوری، ہدایت نامہ کا عطا ہونا۔

آل عمران - ہدایات کا مذکور، مبداء و معاد و آخرت (جس پر اہل ہدایت کو یقین لانا ضروری ہے) کا بیان۔ نیکی و بدی کی جزا سزا کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کا مذکور

نساء - سابقہ سورتوں میں عقاید و عبادات کا دستور العمل تھا۔ اسمیں معاملات کا دستور العمل ہے

مائدہ - سورۂ نساء کا خاتمہ اس وعدے پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورۃ کو اس بیان سے شروع کیا گیا ہے۔

انعام - سورۂ مائدہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا۔ اسمیں اثبات توحید و رسالت اور دیگر شرائع کا بیان ہے۔

آیات و سور کا ربط، ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمایئے۔

آیات کی بے ربطی ترتیب نزولی سے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ، اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو لہو کی بوند سے اور تیرا رب کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا)

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ، قُمْ فَاَنْذِرْ ، وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ، وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (اے لحاف میں لپٹے ہوئے کھڑا ہو اور ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ)

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔ (اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو، مگر کسی رات آدھی رات یا اس سے کم کر دے تھوڑا سا یا زیادہ کر اُس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو)

موجودہ ترتیب میں آیات کا ربط ربط کے بیان میں ملاحظہ فرمایئے۔

ترتیب رسولی

ترتیب رسولی وہ ہے جس کو رسول کریم نے جبریل کی تعلیم سے قایم کیا اور صحابہ کو تعلیم کی اور وہ ترتیب یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

ترتیب آیات

عن جبیر بن نفیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ ختم سورۃ البقرہ بآیتین اعطیتہا من الکنز الذی تحت العرش یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے سورۃ بقرہ کو ایسی دو آیتوں

ختم کیا ہے جو مجکو خزانۂ عرش سے ملی ہیں (دارمی)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ جب آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ نازل ہوئی (فقال جبریل للنبی ضعہا علی رأس مأتین وثمانین من سورۃ البقرہ) تو جبریل نے رسول کریم سے کہا کہ اس کو سورۂ بقر کی (۲۸۰) آیتوں کے بعد لکھو (خازن جلد اوّل)

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے کہا کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ کو فلان سورت سے فلان آیت کے بعد رکھو (اتقان نوع ۱۸)

فقال عثمان کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السُّور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشئ دعی لبعض من یکتب فیقول ضعوا ھذہ الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا رسول کریم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتب کو بلاکر فرماتے کہ اس کو فلان سورت میں لکھو (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ مسند احمد بن حنبل۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ابن حبّان)

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکھف عصم من الدجّال رسول کریم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کی اول کی دس آیتیں حفظ کرلیں وہ دجال سے محفوظ رہے گا (مسلم)

عن معقل بن یسار عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلث مرّات اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم فقرأ ثلاث آیات من اٰخر سورۃ الحشر رسول کریم نے فرمایا جو صبح کو تین مرتبہ اعوذ پڑہکر سورۂ حشر کی آخری دس آیتیں پڑہے

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الآیتان من اٰخر سورۃ البقرہ من قرأھما فی لیلتہ کفتاہ۔ رسول کریم نے فرمایا جو آخر سورۂ بقر کی دو آیتیں رات کو پڑہے وہ اُس کو کافی ہوں گی (بخاری)

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب حضور نے فرمادی تھی۔ قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ ترتیب توقیفی ہے۔ یعنی جس آیت میں کسی دوسری آیت کا حوالہ ہے وہ آیت اُس سے پہلے واقع ہوئی ہے جیسے آیت مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَآءِ میں آیت وَاٰتُوا الْیَتٰمٰۤی اَمْوَالَھُمْ کا حوالہ ہے۔ چنانچہ یہ آیت اُس سورہ میں اس سے پہلے واقع ہے۔ اسی طرح سورۂ حج میں اُحِلَّتْ لَکُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ اس آیت میں جن حرام جانوروں والی آیات کا حوالہ ہے وہ سب اس سورۃ سے پہلی سورتوں میں ہیں یعنی بقر۔ مائدہ۔ انعام۔ نحل۔ اس سورۃ یعنی سورۂ حج کے بعد

کسی سورت میں تا آخر قرآن نہیں۔ اسی ترتیب آیات کے متعلق حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ہے قال کنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نؤلف القراٰن فی الرقاع (ہم رسول کریم کے سامنے پرزوں پہ قرآن تالیف کر رہے تھے۔ اتقان نوع ۱۸) تالیف کہتے ہیں ترتیب و مناسبت سے جمع کرنے کو۔

ترتیب سور

رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں (بخاری) چنانچہ یہ سورتیں اسی ترتیب سے ہیں۔ رسول کریمؐ بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ (کنز العمال) بعینہٖ یہی ترتیب ہے۔

عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اعطیت مکان التوراۃ السبع الطوال واعطیت مکان الزبور السبع المئین واعطیت مکان الانجیل السبع المثانی وفضلت بالمفصل

رسول کریم نے فرمایا کہ مجھے قرآن میں توریت کے بدلے سات بڑی بڑی سورتیں دی گئیں اور زبور کے عوض مئین اور انجیل کی جگہ سبع مثانی اور مفصل اُن سے زیادہ۔ منار الہدیٰ)۔ یہی روایت واثلہ بن الاسقع صحابی سے مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ قرآن کی بھی یہی ترتیب ہے۔

اوس ثقفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم کے عہد میں صحابہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ قرآن کس معمول سے پڑھتے ہیں انہوں نے کہا کہ پہلے دن تین سورتیں، دوسرے دن پانچ، تیسرے دن سات، چوتھے دن نو پانچویں دن گیارہ۔ چھٹے دن تیرہ، ساتویں دن قاف سے آخر تک (اتقان)

یہی قرآن کی موجودہ ترتیب ہے۔

اول دن کی تین سورتیں۔ بقر معہ فاتحہ۔ آل عمران۔ نساء

دوسرے دن کی پانچ۔ مائدہ۔ انعام۔ اعراف۔ انفال۔ براءۃ

تیسرے دن کی سات۔ یونس۔ ھود۔ یوسف۔ رعد۔ ابراھیم۔ حجر۔ نحل۔

چوتھے دن کی نو۔ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ طٰہٰ۔ انبیاء۔ حج۔ مؤمنون۔ نور۔ فرقان

پانچویں دن کی گیارہ۔ شعرا۔ نمل۔ قصص۔ عنکبوت۔ روم۔ لقمان۔ روم۔ لقمان سجدہ۔ احزاب۔ سبا۔ فاطر۔ یٰسین۔

چھٹے دن کی تیرہ۔ صٰفٰت۔ ص۔ زمر۔ مؤمن۔ حٰم سجدہ۔ شوریٰ۔ زخرف۔ دخان جاثیہ۔ احقاف۔ محمد۔ فتح۔ حجرات

ساتویں دن - قاف سے آخر تک -

عن عمرو بن العاص قال اقرأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس عشرۃ سجدۃ فی القران منہا ثلاث فی المفصل وفی سورۃ الحج سجدتین - یعنی عمرو بن العاص نے کہا کہ مجکو رسول کریم نے قرآن میں پندرہ سجدے پڑھائے انہیں سے تین مفصل میں اور دو سورہ حج میں ہیں - (ابوداؤد - مشکوۃ - ابن ماجہ)

اس حدیث سے ترتیب آیات وسور ثابت ہوتی ہے - قرآن میں پندرہ سجدے ہیں - تین مفصل میں ہیں - دو سورہ حج میں ہیں -

ابو جعفر رازی نے لکھا ہے کہ وہ احادیث جن سے ترتیب سور کا پتہ چلتا ہے اسقدر ہیں کہ ان سے تمام قرآن کی سورتوں کی ترتیب ثابت ہوتی ہے - قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی موجودہ ترتیب کا ترتیب رسولی ہونا ثابت ہوتا ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایسی ایک ہی سورت بنالاؤ)

یہ آیت سورہ بقر میں ہے جو دوسری سورہ ہے - اس سے پہلے ایک ہی سورت ہے یعنی فاتحہ - قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ (تم ایسی دس ہی سورتیں گھڑ لاؤ) یہ آیت سورہ ہود میں ہے جو گیارہویں سورت ہے اس سے پہلے دس ہی سورتیں ہیں -

عن ابن وھب قال سمعت مالک یقول انما الف القران علی ما کانوا یسمعون من النبی صلی اللہ علیہ وسلم - ابن وہب کہتے ہیں کہ میں نے مالک سے سُنا وہ کہتے تھے کہ قرآن جس ترتیب پر نبی کریم کو سُنایا گیا اسی ترتیب پر ہے (اتقان)

زید بن ثابت کان اخر عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القران علی مصحفہ وھو اقرب المصاحف من مصحفنا وقد کتب زید لعمر بن الخطابؓ یعنی زید نے آخر میں قرآن رسول کریم کو سُنایا جس طرح اُس کے مصحف میں تھا - اور وہ قریب قریب ایسا ہی تھا جیسا ہمارا مصحف (معارف ابن قتیبہ)

"قریب قریب ایسا ہی تھا" اس سے یہ مطلب ہے کہ ہمارا قرآن لغت قریش پر ہے - زید بن ثابت قریشی نہ تھے، اُن کا قرآن اُن کے لغت پر تھا -

قال ابو جعفر النحاس المختار ان تالیف السور علی ھذا الترتیب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی یہ ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے (اتقان)

قال البغوی فی شرح السنۃ الصحابۃ جمعوا بین الدفتین القران الذی انزلہ اللہ علی رسولہ فکتبوہ کما سمعوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر ان قدموا شیئا او اخروا او وضعوا شیئا لم یأخذوہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلقن اصحابہ

ویعلمھم ما انزل علیہ من القرآن علی الترتیب الذی ھو الآن فی مصاحفنا۔ امام بغوی نے کہا ہے کہ اللہ نے جو قرآن حضور پر نازل فرمایا تھا صحابہ نے اس کو بین الدفتین جمع کیا۔ اور جیسے رسول کریم نے تعلیم کیا ویسے ہی لکھا۔ اسی ترتیب پر رکھا۔ نہ کچھ کم کیا۔ نہ کچھ زیادہ کیا۔ نہ کچھ مقدم مؤخر کیا۔ وہی ترتیب آج تک ہے (اتقان)

امام ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی نے فرمایا ہے وکان یوقف جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی موضع السورۃ والآیات فاتساق السور والآیات کاتساق الآیات فی الحروف فکلہ عن محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جبریل رسول کریم کو آیات اور سور کا موقع بتاتے تھے اور آیتوں اور سورتوں کی ترتیب ایسی ہی ہے جیسے آیتوں اور حرفوں کی۔ اور سب رسول کریم کی طرف سے ہے (التذکار فی افضل الاذکار)

عن ابن عباس قال ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرۃ الی اولئک ھم المفلحون ثم دعا بدعاء الختمۃ۔ ابی ابن کعب نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ ناس پڑھتے یعنی قرآن ختم کرتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے، اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھکر دعا خاتمہ فرماتے (دارمی) اس حدیث سے ثابت ہے کہ قرآن الحمد سے شروع ہے الحمد کے بعد بقر ہے اور قرآن سورۂ ناس پر ختم ہے

اسی کتاب میں ایک اور حدیث ہے۔ عن زرارۃ بن ابی اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العمل افضل قال الحال والمرتحل قال ما الحال والمرتحل قال صاحب القرآن یقرأ عن اول القرآن الی آخرہ ومن آخرہ الی اولہ کلما حل ارتحل حضور سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے فرمایا الحال اور مرتحل دریافت کیا گیا حال اور مرتحل کیا ہے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والا کہ اول سے آخر تک پڑھے اور پھر آخر سے اول کی طرف عود کرے (ص ۴۴۷)

تلاوت قرآن کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قرآن ختم کرتے ہیں تو آخر میں سورۂ ناس ہے اس کو پڑھکر پھر الحمد شروع کرکے سورۂ بقر کے پہلے رکوع کو مفلحون تک پڑھتے ہیں پھر دعاء خاتمہ پڑھتے ہیں۔ ان حدیثوں میں اسی کا بیان ہے

ایک اور حدیث ہے جس کو جلیل القدر محدثین ترمذی، ابوداؤد، نسائی۔ احمد بن حنبل، اور حاکم نے روایت کیا ہے اُس سے ترتیب کے متعلق ایک شبہ واقع ہوتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اسکو بیان کرکے شبہ صاف کر دیا جائے۔

عن ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھو من المثانی وبراءۃ

وھی من المثانی فقرنتم بینھما ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتموھا فی السبع الطوال فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علیہ السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیہ الشیٔ دعی لبعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء الایات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکذا وکانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ وکانت براءۃ من اخر القران نزولاً وکانت قصتھا شبیھۃ لقصتھا فظننت انھا منھا فقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبین لنا انھا منھا لاجل ذلک قرنت بینھم ولم اکتب بینھما سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم ووضعتھا فی السبع الطوال۔ یعنی ابن عباس نے عثمان سے دریافت کیا کہ تم نے سورۂ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورۂ برارت کو جو مئین میں سے ہے کیوں ملادیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ کیوں نہ لکھی اور قرآن کی بڑی سورتوں میں رکھا۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ آنحضرت پر متعدد سورتیں نازل ہو رہی تھیں جب کچھ نازل ہوتا تو آپ کاتب کو بلا کر فرماتے کہ ان آیتوں کو فلاں سورت میں لکھو۔ انفال اُن سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں اوّل نازل ہوئیں اور براءۃ آخر زمانہ میں چونکہ ان دونوں کا مضمون ملتا ہوا ہے اسلئے میں سمجھا کہ دونوں ایک ہیں۔ مگر آنحضرت نے نہیں فرمایا کہ براءۃ انفال کا حصہ ہے۔ میں نے دونوں کو ملادیا اور درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی اور قرآن کی سات بڑی سورتوں میں اسکو بھی لکھدیا۔ رسول کریم نے وفات کیوقت تک اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔

اِس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم کے عہد میں بڑی سورتیں لکھی تھیں اور سوال سے ظاہر ہے کہ سوال زمانۂ ترتیبِ قرآن سے متعلق ہے۔ عہد خلافت عثمان سے متعلق نہیں۔ پڑھنے میں ترتیب حضور نے ارشاد فرمائی تھی تحریری ترتیب ابوبکر کے زمانہ میں ہوئی۔ اور اسی طرح ہوئی جس طرح کہ رسول کریم نے فرمائی تھی اسلئے تعلیم میں ترتیب حضور کے عہد میں رائج تھی۔ ابوبکر کے زمانہ میں جو قرآن جمع کیا گیا اس کے کاتبوں اور جمع کرنے والوں میں حضرت عثمان نہ تھے بلکہ حضرت عمر اور زید بن ثابت تھے۔

حضرت عثمان نے اپنے زمانہ میں جب قرآن جمع کرایا تو جمع کرنے والوں اور کاتبوں میں یہ خود شامل نہ تھے زید اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ تھے۔ اسلئے یہ سوال نہ خلافت ابوبکر کے زمانہ سے متعلق ہے۔ نہ خلافت عثمان کے زمانہ سے اور ترتیب کا سوال ہے۔ ترتیب حضور نے فرمائی تھی اسلئے یہ سوال اسی عہد سے متعلق ہے۔

اس تمام معاملہ پر غور کرنے کے بعد اس حدیث پر نظر کرنی چاہیئے۔ اخرج النحاس فی ناسخہ انہ قال کانت الانفال وبراءۃ یدعیان فی زمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم القرینتین فلذلک جعلتھا فی السبع الطوال یعنی عہد رسالت میں انفال اور براءۃ کو قرینتین کہتے تھے۔ (روح المعانی جلد نہم ص۱۲۱)

اب صاف ثابت ہو گیا کہ ان کی ترتیب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشتہر ہو چکی تھی۔ اس سے اصل حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ براۃ نازل ہوئی۔ ابھی حضور اس کے متعلق کچھ فرمانے نہ پائے تھے کہ حضرت عثمان شاہت مضمون کی وجہ سے اس کو انفال کے بعد پڑھنے لگے۔ جب یہ امر مشہور ہوا تو آپ نے کچھ نہیں فرمایا اور لوگ ان کو قرینتین کہنے لگے۔ قرآن میں جس طرح اور صحابہ کے موافقات ہیں یہ معاملہ موافقات عثمانی میں سے ہے۔ اور حضور نے اس ترتیب کو پسند فرما لیا اور آخر تک آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ براۃ انفال کا جزو ہے اس لئے یہ علیحدہ سورت شمار ہوئی۔ بسم اللہ اسلئے نہیں لکھی گئی کہ حضور نے نہیں فرمایا۔ غرض جو کچھ ہوا ہے حضور کے سامنے ہوا ہے۔

بسم اللہ کے متعلق یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے ساتھ نازل ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ نازل نہیں ہوئی اس لئے نہیں لکھی گئی اور ائمہ نے اور وجوہ بھی لکھے ہیں۔

ان ترتیب الایات والسور ووضع البسملة فی الاوائل من النبی ولما لم یؤمر بذلک فی اول سورة براءة ترکت بلا بسملة وقال القشیری ابو نصر عبد الرحیم بن عبد الکریم والصحیح ان البسملة لم تکتب فی براءة لان جبریل ما نزل بها فی هذه السورة یعنی ترتیب آیات وسور اور ابتداء سورت پر بسم اللہ کا لکھنا رسول کریم کے حکم سے ہے۔ آپ نے براۃ پر بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لئے نہیں لکھی گئی۔ امام قشیری نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ براۃ میں اسلئے نہیں لکھی گئی کہ جبریل نہیں لائے۔ (التذکار فی افضل الاذکار)

بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ سورۃ برارت میں چونکہ کفار پر شدت کا حکم ہے اور اسمیں آیت قتال بھی ہے اور انقطاع معاملہ کا اعلان ہے اور بسم اللہ رحم وکرم کیلئے ہے، ایسے موقع پر رحم وکرم کا کیا مذکور، اسلئے اسپر بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ اس سورت کا دوسرا نام سورۃ العذاب بھی ہے

حضرت قاری عبد الرحمن محدث پانی پتی لکھتے ہیں۔ "سوائے سورہ براۃ کہ در ابتدائے آن تسمیہ نگویند چرا کہ تسمیہ برائے امان است ودر براۃ آیت سیف فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ وغیر اینہا کہ دلالت بر عدم امان کفار می کنند نازل شد پس آیت امان بر سر این سورۃ مناسب نیست" (تحفہ نذریہ)

ایسا ہی امام سخاوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ رسول کریم نے آخر سال رمضان میں بالترتیب دو مرتبہ قرآن جبریل علیہ السلام کے ساتھ پڑھا (مقنع وشاطبی)

یہ امر مسلمہ ہے کہ حضور اور صحابہ قرآن کو تلاوت کرتے تھے۔ نمازوں میں پڑھتے تھے۔ تراویح میں پڑھتے تھے

اور یہ امر بغیر ترتیب کے ممکن نہیں۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کو بترتیب نزول لکھدیا جائے۔ اور اختلاف بھی ظاہر کردیا جائے۔

نام سورت	نمبر نزول ابن عباس کے نزدیک	عکرمہ	حسین بن الحسین	جابر بن یزید	نمبر ترتیب
علق	۱	۱	۱	۱	۹۶
ن	۲	۲	۲	۲	۶۸
مزمّل	۳	۳	۳	۳	۷۳
مدثر	۴	۴	۴	۴	۷۴
فاتحہ	۰	۰	۰	۵	۱
لہب	۵	۵	۵	۶	۱۱۱
کوّرت	۶	۶	۶	۷	۸۱
اعلیٰ	۷	۷	۷	۸	۸۷
لیل	۸	۸	۸	۹	۹۲
فجر	۹	۹	۹	۱۰	۸۹
ضحیٰ	۱۰	۱۰	۱۰	۱۱	۹۳
الم نشرح	۱۱	۱۱	۱۱	۱۲	۹۴
عصر	۱۲	۱۲	۱۲	۱۳	۱۰۳
عادیات	۱۳	۱۳	۱۳	۱۴	۱۰۰
کوثر	۱۴	۱۴	۱۴	۱۵	۱۰۸
تکاثر	۱۵	۱۵	۱۵	۱۶	۱۰۲
ماعون	۱۶	۱۶	۱۶	۱۷	۱۰۷
کافرون	۱۷	۱۷	۱۷	۱۸	۱۰۹
فیل	۱۸	۱۸	۱۸	۱۹	۱۰۵
فلق	۱۹	۱۹	۱۹	۲۰	۱۱۳
ناس	۲۰	۲۰	۲۰	۲۱	۱۱۴

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اخلاص	۲۱	۲۱	۲۱	۲۲	۱۱۲
نجم	۲۲	۲۲	۲۲	۲۳	۵۳
عبس	۲۳	۲۳	۲۳	۲۴	۸۰
قدر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۵	۹۷
والشمس	۲۵	۲۵	۲۵	۲۶	۹۱
بروج	۲۶	۲۶	۲۶	۲۷	۸۵
تین	۲۷	۲۷	۲۷	۲۸	۹۵
قریش	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۱۰۶
قارعہ	۲۹	۲۹	۲۹	۳۰	۱۰۱
قیامہ	۳۰	۳۰	۳۰	۳۱	۷۵
ویل لکل	۳۱	۳۱	۳۱	۳۲	۱۰۴
مرسلات	۳۲	۳۲	۳۲	۳۳	۷۷
ق	۳۳	۳۳	۳۳	۳۴	۵۰
	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۹۰
طارق	۳۵	۳۵	۳۵	۳۶	۸۶
اقتربت الساعۃ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۵۴
ص	۳۷	۳۷	۳۷	۳۸	۳۸
اعراف	۳۸	(ان دونے اسکے متعلق کوئی تفصیل نہیں کی)		۳۹	۷
جن	۳۹	۳۸	۳۸	۴۰	۷۲
یسین	۴۰	۳۹	۳۹	۴۱	۳۶
فرقان	۴۱	۴۰	۴۰	۴۲	۲۵
فاطر	۴۲	۴۱	۴۱	۴۳	۳۵
مریم	۴۳	۰	۰	۴۴	۱۹
طٰہ	۴۴	۴۲	۴۲	۴۵	۲۰

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب عثمانی
واقعہ	۴۵	۴۳	۴۳	۴۶	۵۶
شعراء	۴۶	۴۴	۴۴	۴۷	۲۶
نمل	۴۷	۴۵	۴۵	۴۸	۲۷
قصص	۴۸	۴۶	۴۶	۴۹	۲۸
بنی اسرائیل	۴۹	۴۷	۴۷	۵۰	۱۷
یونس	۵۰	۴۸	۴۸	۵۱	۱۰
ھود	۵۱	۴۹	۴۹	۵۲	۱۱
یوسف	۵۲	۵۰	۵۰	۵۳	۱۳
حجر	۵۳	۵۱	۵۱	۵۴	۱۵
انعام	۵۴	۵۲	۵۲	۵۵	۶
صافات	۵۵	۵۳	۵۳	۵۶	۳۷
لقمان	۵۶	۵۴	۵۴	۵۷	۳۱
سبا	۵۷	۵۵	۵۵	-	۳۴
زمر	۵۸	۵۶	۵۶	۵۸	۳۹
مؤمن	۵۹	۵۷	۵۷	۵۹	۴۰
فصّلت	۶۰	۵۹	۵۹	۶۰	۴۱
شوریٰ	۶۱	۶۰	۶۰	۶۸	۴۲
زخرف	۶۲	۶۱	۶۱	۶۱	۴۳
دخان	۶۳	۵۸	۵۸	۶۲	۴۴
جاثیہ	۶۴	۶۲	۶۲	۶۳	۴۵
احقاف	۶۵	۶۳	۶۳	۶۴	۴۶
ذاریات	۶۶	۶۴	۶۴	۶۵	۵۱
غاشیہ	۶۷	۶۵	۶۵	۶۶	۸۸
کہف	۶۸	۶۶	۶۶	۶۷	۱۸

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
نحل	۶۹	۶۷	۶۷	۷۱	۱۶
نوح	۷۰	۶۸	۶۸	۷۲	۷۱
ابراہیم	۷۱	۶۹	۶۹	۰	۱۴
انبیاء	۷۲	۷۰	۷۰	۷۱	۲۱
مؤمنون	۷۳	۷۱	۷۱	۷۴	۲۳
تنزل السجدہ	۷۴	۷۲	۷۲	۶۹	۳۲
طور	۷۵	۷۳	۷۳	۷۳	۵۲
مُلک	۷۶	۷۴	۷۴	۷۵	۶۷
حاقہ	۷۷	۷۵	۷۵	۷۶	۶۹
معارج	۷۸	۷۶	۷۶	۷۷	۷۰
نبأ	۷۹	۷۷	۷۷	۷۸	۷۸
نازعات	۸۰	۷۸	۷۸	۷۹	۷۹
اذا السماء انفطرت	۸۱	۸۰	۸۰	۸۰	۸۲
اذا السماء انشقت	۸۲	۷۹	۷۹	۸۱	۸۴
روم	۸۳	۸۱	۸۱	۸۲	۳۰
عنکبوت	۸۴	۸۲	۸۲	۸۳	۲۹
تطفیف	۸۵	۸۳	۸۳	۸۴	۸۳
			مدنی سورتیں		
بقرہ	۸۶	۸۴	۸۴	۸۵	۲
انفال	۸۷	۸۶	۸۶	۸۷	۸
آل عمران	۸۸	۸۵	۸۵	۸۶	۳
احزاب	۸۹	۸۷	۸۷	۸۸	۳۳
ممتحنہ	۹۰	۸۹	۸۹	۹۰	۶۰
نساء	۹۱	۹۰	۹۰	۰	۴

نام سورت	ابن عباس	عکرمہ	حسین	جابر	نمبر ترتیب
اذازلزلت	۹۲	۹۱	۹۱	۰	۹۹
حدید	۹۳	۹۲	۹۲	۰	۵۷
محمّد	۹۴	۹۳	۹۳	۰	۴۷
رعد	۹۵	۹۴	۹۴	۰	۱۳
رحمٰن	۹۶	۹۵	۹۵	۰	۵۵
دھر	۹۷	۹۶	۹۶	۰	۷۶
طلاق	۹۸	۹۷	۹۷	۰	۶۵
بیّنہ	۹۹	۹۸	۹۸	۰	۹۸
حشر	۱۰۰	۹۹	۹۹	۰	۵۹
نصر	۱۰۱	۱۰۰	۱۰۰	۹۱	۱۱۰
نور	۱۰۲	۱۰۱	۱۰۱	۹۲	۲۴
حج	۱۰۳	۱۰۲	۱۰۲	۹۳	۲۲
منافقون	۱۰۴	۱۰۳	۱۰۳	۹۴	۶۳
مجادلہ	۱۰۵	۱۰۴	۱۰۴	۹۵	۵۸
حجرات	۱۰۶	۱۰۵	۱۰۵	۹۶	۴۹
تحریم	۱۰۷	۱۰۶	۱۰۶	۹۷	۶۶
جمعہ	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۹۸	۶۲
تغابن	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۹۹	۶۳
صف	۱۱۰	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۰	۶۱
فتح	۱۱۱	۱۱۰	۱۱۰	۱۰۱	۴۸
مائدہ	۱۱۲	۸۸	۸۸	۰	۵
توبہ	۱۱۴	۰	۰	۰	۹

ربط

قرآن مجید کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام بہت جلد ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتا ہے، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مضمون کو بالاستقلال وضاحت کیساتھ بیان کرنے کے بعد دوسرے مضمون کو شروع کیا جاتا ہے۔

ان حضرات نے اس طرف خیال نہیں فرمایا ہے کہ قرآن ایک دینی، دنیوی، ظاہری و باطنی قوانین کا مجموعہ ہے۔ اسمیں ملکی، مالی، دیوانی، فوجداری ہر قسم کے ضوابط ہیں۔ عبادات و معاملات کا مکمل دستور العمل ہے اخلاق کا ذخیرہ ہے۔ علوم و فنون کا مخزن ہے۔ ایسی کتاب میں اگر تفصیل و تشریح سے کام لیا جاتا تو کلام کی حد نہ رہتی اور تحمل بشری سے باہر ہو جاتا۔ اسمیں ہر قسم کے ضوابط و علوم کے اصول بیان ہوئے ہیں اس لئے ایک امر سے دوسرے امر کی طرف جلد جلد کلام منتقل ہوتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ جو کسی بشر سے ممکن نہیں کہ یہ انتقال محسوس نہیں ہوتا۔ کلام کی دل آویزی میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ ہر ملک میں قوانین ہیں۔ فوجداری الگ، مال الگ، دیوانی الگ، متفرقات الگ، وہ اسقدر مجلدات میں ہیں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو ایک انبار لگ جائے مگر اس پر بھی ناکافی۔ قابل داد یہ امر ہے کہ تمام دنیا کے قوانین و اصلاحات اور علوم کثیرہ کا ذخیرہ ایک معمولی جلد کی کتاب میں محصور ہے۔ اس کے علاوہ جو اعتراض کیا جاتا ہے اور جس صورت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ کسی عام اصلاحی کتاب اور کسی قانون میں ممکن نہیں ہے۔ قانون ایک جگہ چند فقرات میں چوری کو بیان کرتا ہے۔ اُس کے بعد ہی دو تین سطر میں شراب خوری اور اس کے بعد ہی قمار بازی کو بتاتا ہے، اگر وہ چوری کی تشریح کرنے لگے اور اُس پر ایک پورا رسالہ لکھدے تو قانون کی انتہا نہ رہے۔ اور ایسی کتاب قانون کی فہرست سے خارج کر دی جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی آیات و سور میں ربط نہیں ہے۔ یہ خیال سرتاپا غلط ہے کیونکہ قرآن کا نام قران ہے ہی اسلئے کہ اسکی آیات و سور باہم مربوط ہیں۔ یہ کس قدر کمال کی بات ہے کہ مختلف مضامین کا بیان، مختلف مسائل کا ذکر لیکن سب مناسبت و ربط کے ساتھ۔ ربط و مناسبت کو معلوم کرنیکے لئے وسیع علم اور عقل سلیم کی ضرورت ہے۔

ربط کی بہت سی قسمیں ہیں۔ رابطہ کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص، کبھی حسی کبھی عقلی، کبھی خیالی، کبھی تلازم ذہنی ہوتا ہے جیسا کہ سبب و مسبب، علت و معلول، نظیرین و ضدین وغیرہ علاقات میں ہوا کرتا ہے جب اس قاعدہ کلیہ کو ملحوظ رکھا جائے گا تو مناسبت کا اصول معلوم ہو جائے گا۔

اب ایک آیت کے بعد دوسری آیت کو دیکھئے۔ اگر وہ پہلی آیت کا تکملہ یا تتمہ ہے خواہ احکام میں خواہ قصص میں، خواہ استدلال میں تو ارتباط ظاہر ہے اور اگر ایک دوسرے کی تفسیر و شرح یا تاکید یا بدل یا کسی سوال مقدر کا جواب یا کسی سابقہ بیان کا تتمہ ہے تو بھی مناسبت ظاہر ہے اور اگر دونوں جملے بطور خود مستقل ہیں تو اگر ایک دوسرے پر حروف مشترکہ عطف کے ساتھ معطوف ہے تو ضرور ان دونوں میں علاقات مذکورہ میں سے کوئی نہ کوئی علاقہ ہوگا۔ جیسے آیت اَللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ قبض اور بسط میں علاقہ تضاد ہے، عذاب کے بعد ثواب کا، رحمت کے بعد غضب کا، ترغیب کے بعد ترہیب کا بیان جن آیات میں ہے وہاں یہ علاقہ تضاد ہی ہے۔ اور اگر ان دونوں جملوں میں عطف نہیں تو ضرور ان میں کوئی نہ کوئی رابطہ روابط ذیل میں سے ہوگا۔

(۱) تنظیر یعنی ایک نظیر کو دوسری سے ملحق کرنا (۲) مضادّت یعنی ایک چیز بیان کرنے کے بعد اسکی ضد کو بیان کرنا (۳) استطراد یعنی ایک بات کا ذکر کرتے ہوئے اُس کے مناسب دوسری بات کو بیان کر کے جلد اصل مضمون کی طرف آجانا (۴) حسن التخلص یعنی ایک بات بیان کرنے کے بعد اس کے مناسب دوسرے مضمون کی طرف اس خوبی سے منتقل ہو جانا کہ سامع کو خیال بھی نہ آنے پائے کہ کلام کا طرز بدل گیا ہے غرض مناسبت و ربط آیات و سور کو سمجھنے کیلئے فصاحت و بلاغت کے اصول و فروع پر کافی عبور ہونا چاہیئے

اگر قرآن مجید کی تمام آیات کا ربط بیان کیا جائے تو قرآن کی برابر حجم کی تیس جلدیں بمشکل کافی ہوں گی۔ میں یہاں بطور نمونہ کے چند آیات کا ربط اجمال کے ساتھ لکھتا ہوں۔

سورۂ آل عمران پارہ سوم اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ۔ تا۔ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ یعنی جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں اُس عہد کے مقابلہ میں جو اُنہوں نے اللہ سے کیا ہے (اخفائے حق یا اختیار باطل سے کوئی دنیوی فائدہ حاصل کرتے ہیں) اور اپنی قسموں کے مقابلے (حقوق العباد و معاملات کے لئے جھوٹی قسم کھانا) ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں نہیں ملے گا۔ اور نہ خدا اُن سے کلام کرے گا نہ اُن کی طرف دیکھے گا نہ اُن کو پاک کرے گا اور اُن کے لئے سخت عذاب ہے)۔

اِس آیت سے پہلی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین کا ذکر تھا۔ یہاں خیانت فی الدین کے ساتھ اُن کی معاملات میں خیانت کا ذکر اور اُس پر وعید ہے۔

اِس سے آگے ہے:۔ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَلْوٗنَ۔ تا۔ هُمْ یَعْلَمُوْنَ یعنی بے شک ان لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ کج کرتے ہیں اپنی زبان کو کتاب میں تاکہ لوگ اسکو کتاب کا جزو سمجھیں حالانکہ وہ کتاب کا جزو نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے ہے حالانکہ وہ خدا کے پاس سے نہیں آیا وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں

اور جانتے ہیں) اوپر کی آیتوں میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین اور خیانت فی المعاملات کا ذکر تھا یہاں اُن کی ایک تیسری خیانت کا ذکر ہے یعنی وہ صحائف میں تحریف کرکے لوگوں کو دہوکا دیتے ہیں۔
اِس کے بعد ہے :۔ مَا کَانَ لِبَشَرٍ - تا - اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی کسی بشر سے یہ بات نہیں ہو سکتی کہ اللہ اس کو کتاب اور فہم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہنے لگے کہ میرے بندے بنجاؤ، خدا کو چھوڑ کر بلکہ کہے گا کہ اللہ والے بنجاؤ۔ بوجہ اس کے کہ تم کتاب سکھلاتے ہو اور بوجہ اس کے تم پڑھتے ہو اور نہ یہ بات بتائے گا کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب قرار دے لو، کیا وہ تم کو کفر کی بات بتائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو)
سابقہ آیات میں اہل کتاب کی خیانت فی الدین و خیانتِ معاملات اور صحف میں خیانت کا بیان تھا۔ یہاں اُن کی اس خیانت کا مذکور ہے جو وہ انبیا اور ملائکہ کے متعلق کرتے ہیں۔

دوسرا موقعہ

سورہ توبہ ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ یَّوْمَ یُحْمٰى عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ، اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (اے ایمان والو! بہت سے عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ اور جو لوگ گاڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسکو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سُنا دے عذاب دردناک کی جس دن کہ آگ دہکاویں گے اُس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اُس سے اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائیگا) یہ ہے جو تم نے گاڑ کر رکھا تھا اپنے واسطے، اب چکھو مزا اپنے گاڑنے کا۔ مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اُس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے ادب کے ہیں۔
عبارت تحت خط کا اوپر کے فقروں سے کوئی ربط نہیں معلوم ہوتا۔ بظاہر بالکل بے جوڑ ہیں لیکن ان میں خاص مناسبت ہے وہ یہ کہ :۔
اوپر سے بیان ہوتا آرہا ہے کہ کفار او بُت پرستوں سے اہل کتاب نے بھی مشابہت پیدا کرلی ہے جس طرح انہوں نے بتوں کو معبود اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے رکھا ہے۔ اسی طرح یہود اور نصاریٰ

عزیرا ور مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ اہل کتاب اپنے علما اور درویشوں کے فتووں پر عمل کرتے ہیں جو رشوتیں لے لے کر نئے نئے احکامات جاری کرتے ہیں اور توریت و انجیل کے احکام کو پس پشت ڈالدیتے ہیں اور یہ اہل کتاب اندھے ہو کر اُن کی تقلید کرتے ہیں۔ ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ رشوت خوار پجاریوں اور ظالم رئیسوں کے کہنے سے پُرانے دستور دین ابراہیمی کے قانون کو بدلدیتے ہیں اور عقل و فکر سے کام نہیں لیتے۔ دین ابراہیمی کا مسئلہ تھا اور عرب میں دستور تھا کہ ذی قعدہ ذی الحجہ محرم رجب یہ چار مہینے ادب و احترام کے تھے۔ انمیں جنگ و جدل وغیرہ موقوف رہتی تھی۔ لیکن راشی اور مفسد امیروں اور پجاریوں نے یہ دستور مقرر کردیا ہے کہ کبھی لوٹ مار مچانیکے لئے کہدیتے ہیں کہ ا کے سال محرم نہیں آیا۔ یا اب کی بار محرم سے پہلے صفر آگیا۔ یا اس سال محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اور یہ جاہل ان لوگوں کے کہنے کے موافق عمل کرتے ہیں اُن کو اتنی عقل نہیں کہ ابتدائے عالم سے بارہ مہینے مقرر ہیں اور کوئی مہینہ مقدم و مؤخر نہیں ہوسکتا۔ اب ربط ظاہر ہوگیا۔

قرآن مجید انسان کی ظاہری و باطنی ترقی و اصلاح کیلئے ایک قانون ہے۔ اسکی ہر صورت ہر قسم میں عبادات۔ اعتقادات، معاملات، اخلاق کے متعلق احکام و مسائل ہیں۔ میں سب کی تفصیل نہیں کرسکتا۔ اجمالاً سورتوں کا ربط بیان کرتا ہوں۔

سورہ فاتحہ ۔ یہ قرآن کی پہلی سورت ہے۔ اسمیں خداوند کریم نے اپنے بندوں کو یہ سکھایا ہے کہ طلب ہدایت و اصلاح کیلئے ہم سے اس طرح درخواست کرو۔

بقر ۔ یہ فاتحہ کے بعد ہے اسمیں اس درخواست کی منظوری ہے اور ہدایت کی کتاب کا عطا ہونا اور ہدایت کے اصول و مسائل کا بیان ہے۔

آل عمران ۔ اس سورہ میں مبدا و معاد و آخرت کا بیان ہے۔ نیکی و بدی کی جزا و سزا کا مذکور ہے جس کا اہل ہدایت کو جاننا ضروری ہے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ کا بیان ہے۔ تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

نساء ۔ سورہ سابقہ کا خاتمہ مضمون تقویٰ پر ہوا ہے۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔ اسمیں محل تقوی میں ایک تو وہ معاملات ہیں جو مخالفین کے ساتھ واقع ہوتے ہیں، دوسرے معاملات باہمی۔ تیسرے معاملات مابین اللہ والعبد۔

مائدہ ۔ سورہ نسا کا خاتمہ اس وعدہ پر ہے کہ ہم تم سے شرائع کو بیان کرتے ہیں۔ اس سورت کو اس امر سے شروع کیا ہے کہ ہمارے بیان کردہ شرائع کی پوری طرح بجا آوری کرو۔ یہ مناسبت تو دونوں سورتوں کے آغاز و انجام میں ہے باقی پوری سورتوں میں بھی اشتمال علی الشرائع سے ربط ظاہر ہے۔

انعام - سورت سابقہ کا خاتمہ ابطال شرک اور بیان توحید پر ہوا اسمیں اثبات توحید و رسالت و اصول شرائع مذکور ہیں۔ اثبات توحید و رسالت کیلئے قصص ہیں۔ اثبات قرآن، اثبات بعث کا بھی بیان ہے اسی سلسلہ میں ان مضامین کی تائید و اثبات کیلئے منکرین کے عناد اور اُن کی وعید، مکذبین کے حالات ہلاکت مخالفین کے رسوم قبیحہ کا مذکور ہے - دین حق کی تعیین ہے -

اعراف - سورۃ سابقہ کا خاتمہ دین حق کی تعیین و ترغیب و ترہیب پر ہوا تھا - اس سورۃ میں دین حق کی تبلیغ کا حکم ہے اور معاد و نبوت اور مشرکین کے عناد و فساد کا ذکر ہے -

انفال - سورہ سابقہ میں مشرکین کے جہل و فساد و عناد کا مذکور تھا - اس میں اُس وبال کا بیان ہے جو اس جہل و عناد کی وجہ سے اُن پر آیا - اور اس کے متعلق احکام ہیں۔ منکرین و مومنین دونوں کو تذکیر نعم و نقم سے بھی خطاب ہے۔

توبہ - انفال میں مشرکین کے عناد و وبال کا مذکور ہے اسمیں اعلان نقض عہد اور محاجہ کفار باللسان کا بیان ہے -

یونس سورہ سابقہ میں محاجہ کفار باللسان کا ذکر تھا - اسمیں محاجہ کفار باللسان کا بیان ہے اور ابطال شرک وبیان توحید و رسالت ہے اور دین حق کی طرف اشارہ ہے -

ھود - اسمیں دین حق کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اُس کے اظہار کا موجب اتمام حجت ہونا مذکور ہے آخر میں تسلیۂ رسول کا وعدہ ہے -

یوسف - سورۂ ہود میں جو تسلیہ کا وعدہ تھا - یہ سورت اس کا ایفا ہے چونکہ کفار کے اقوال و افعال سے حضور کو اذیت ہوتی تھی اور کفار اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے تھے - اسپر حضور کو حزن و ملال ہوتا تھا - اس سورت میں حضرت یوسف کا قصہ بیان کرکے آپ کو تسلی دی گئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ مخالفین کی مخالفت سے اہل حق کو ضرر نہیں ہوتا - آخر میں توحید و رسالت وعدہ وعید حقیقت قرآن کا بالاجمال مذکور ہے -

رعد - اسمیں سورۂ یوسف کے آخری مضامین کی تکمیل کی گئی ہے - لیکن رسالت کا بیان اسمیں بھی بالاجمال ہے - حقیقت قرآن اور وعدہ وعید کا مذکور ہے -

ابراھیم اسمیں مضمون رسالت کی تکمیل اور توحید و معاد کا مذکور ہے -

حجر - معاد کے بعد سزا و جزا کے بیان کی ضرورت تھی - وہ اس سورت میں ہے اور توحید اور حقیقت قرآن و تسلیۂ رسول ہے -

نحل۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ توحید اور عدم توحید کی وعید کے مضمون پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید بپیرایۂ امتنان ہیں۔

بنی اسرائیل۔ سورۃ سابقہ کے مضامین توحید کی اسمیں تکمیل کی گئی ہے اور بعض واقعات ترغیب وترہیب کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔

کہف۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون توحید پر ہوا تھا۔ اسمیں مضامین توحید کے ساتھ ابطالِ شرک وبیانِ رسالت وحقارت دنیا، جزا وسزا، ذم تکبر اور جدال وغیرہ ہیں۔

مریم۔ سورۂ کہف کا خاتمہ بیان توحید ورسالت پر ہے۔ اسمیں ان کا اثبات اور معاد کا بیان ہے

طٰہٰ۔ سورۂ مریم کے مضامین کی تکمیل اور ان کا بیان مدلل بطرز جدید ہے۔

انبیاء۔ اسمیں توحید ونبوت اور معاد کی تحقیق ہے۔

حج۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ مضمون انذار پر ہوا تھا۔ اس سورت کو اسی مضمون سے شروع کیا ہے نبوت کے متعلق شبہات کا جواب ہے۔ بعث وحساب جنت ودوزخ وقیامت کا مذکور ہے۔

مؤمنون۔ سورۂ حج کا خاتمہ صلوٰۃ وزکوٰۃ کے بیان پر ہے۔ اسمیں ان کی تاکید وتفصیل ہے اور بیان آثار قدرت الٰہیہ، مکارم اخلاق وغیرہ کے مضامین ہیں۔

نور۔ سورۂ سابقہ کے آخر میں بیان تھا کہ خلق انسان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسکو احکام کا مکلف کیا جائے۔ اور آخرت میں جزا وسزا دیجائے۔ اس سورۃ میں احکام عملیہ اور توحید ورسالت پر ایمان لانے کا بیان ہے اور مناقب مطیعین اور مثالب عاصیان ہیں۔

فرقان۔ سورۂ سابقہ میں مثالب عاصیان تھے۔ اسمیں ذم شرک ومشرکین ہے اور رسالت کا بیان، اعمال فاضلہ ومعاد کا ذکر وجواب شبہات متعلق رسالت ہے۔

شعرا۔ رسالت وقرآن کی حقانیت، دلائل توحید، توبیخ منکرین۔

نمل۔ سورۂ سابقہ کا خاتمہ اثبات وحی ورسالت پر تھا۔ اسمیں ان مضامین کی تکمیل ہے اور اثبات توحید ومعاد ہے۔

عنکبوت۔ سابقہ سورت کا خاتمہ اس امر پر ہوا تھا کہ منکرین سعی کرتے ہیں کہ دین حق سے منحرف ہوجائیں۔ اس سورت میں استقامت علی الدین کے متعلق احکام ہیں۔

روم۔ سورۃ سابقہ میں استقامت علی الدین کے موانع کے متعلق احکام تھے۔ اسمیں بعض واقعات ایسے بیان ہوئے ہیں جو اہل ایمان کی تقویت وفرحت کا باعث ہوں اور کفار کے

تعنت وعناد کی تکذیب، اثبات توحید اور بعض اعمال و مدح قرآن ہے
لُقمان - سابقہ سورت کا خاتمہ مدح قرآن پر ہوا اسکو اسی مضمون سے شروع کیا ہے۔
اور ذم شرک و ذکر معاد اور لقمان کو حکمت عطا ہونے کا مذکور ہے وہ حکمت کیا تھی معرفت حق۔
سجدہ - کتاب حکمت کی حقیقت کا اثبات، تسلیہ رسول و توبیخ منکرین و جواب مطاعن منکرین
احزاب - سورۂ سابقہ کا اختتام کفار کے اس طعن کے جواب پر تھا کہ وہ رسول کریم سے
کہتے تھے کہ آپ جس فیصلے کو کہتے ہیں یعنی فیصلہ آخرت وہ کب ہوگا اور یہ اعتراض حقارت و تذلیل سے
کرتے تھے اس سورت میں اُن کے جواب میں حضور کی منصوریت و محبوبیت کا ذکر ہے۔
سبا سورۂ سابقہ کا خاتمہ حمد الٰہی پر تھا اسکی ابتداء حمد سے ہے اور بیان توحید و رسالت
و حقیقت قرآن و تسلیہ رسول و ترہیب کفار و اثبات توحید۔
فاطر - سابقہ مضمون اثبات توحید کی تکمیل و ابطال شرک تسلیہ رسول۔
یٰسٓ - سورۂ سابقہ کا خاتمہ کفار کے استکبار و انکار نبوت پر ہوا تھا۔ اسمیں اثبات رسالت
تسلیہ رسول اثباتِ توحید ہے
صٰفّٰت - دلائل توحید و بعث و رسالت۔
ص - منکرین رسالت کی مذمت، اثبات رسالت۔ تسلیہ رسول، توحید و مجازاۃ -
زمر - اثبات توحید، ابطال شرک، مذمت مکذبین۔
مؤمن - توحید پر استدلال - تہدید مجادلین فی الحق - تسلیہ رسول
حٰم سجدہ - توحید و رسالت و تسلیہ رسول ترغیب صبر وغیرہ - حقیقت قرآن توبیخ منکرین
شوریٰ - توحید و ابطال شرک - بعث و جزا - مذمت انہماک فی الدنیا - ترغیب طلب آخرۃ
زخرف - تحقیر دنیا - تہدید منکرین - ابطال شرک، اثبات وحی و رسالت
دُخان - اثبات توحید و وعید منکرین
جاثیہ توحید و ثبوت و معاد۔
احقاف - توحید و معاد
محمدؐ - سورۂ سابقہ کا اختتام ذم منکرین پر تھا۔ اس سورت کی ابتدا اسی مضمون سے ہے
فتح - سورۂ سابقہ کے ختم میں بذل النفس والاموال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی۔ اس سورت
میں اس بذل کے چند مواقع مذکور ہیں - و اصلاح آفاق با لجہاد۔

حجرات - پہلی سورۃ میں اصلاح آفاق بالجہاد ہے اسمیں اصلاح النفس بالارشاد ہے۔
ق - سورۃ سابقہ کا خاتمہ اشارۂ وقوع مجازاۃ پر تھا۔ اس میں بعث و جزا کا مضمون ہے۔
اس کا امکان، اس کا وقوع، اس کے واقعات وغیرہ۔
الذاریات - تحقیق معاد - ذم منکرین۔ و جزاء فریقین و عید یوم موعود۔
طور - پہلی سورت وعید یوم موعود پر ختم ہوئی تھی۔ اسکی ابتدا اسی مضمون پر ہے۔ اس کے بعد مومنین کیلئے وعدہ ہے اور بحث مجازاۃ و توحید و رسالت۔
نجم - مضامین توحید و رسالت و مجازاۃ۔
قمر - پہلی سورت کا خاتمہ قرب ساعت کے مضمون پر تھا۔ اسکی ابتدا اسی سے ہے و مضامین نقم ہیں
رحمٰن - پہلی سورۃ میں مضامین نقم زیادہ تھے۔ اسمیں مضامین نعم ہیں۔
واقعہ - سورۃ سابقہ میں نعم دنیویہ کے بعد قیامت و دوزخ و جنت کا بیان تھا۔ اسمیں نعم دنیا سے پہلے ان کا مذکور ہے۔
حدید - سورۃ سابقہ کا خاتمہ تسبیح پر تھا۔ اسکی ابتدا تسبیح سے ہے وہاں امر تھا۔ یہاں خبر ہے
مجادلہ - سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان صفت باری تعالیٰ پر تھا۔ اس کا افتتاح اس سے ہے۔
حشر - سورۃ سابقہ کا خاتمہ مذمت منافقین پر تھا۔ اور ان کا یہود سے محبت رکھنا مذکور تھا یہاں یہود کے بغض و عقوبت وغیرہ کا مذکور ہے۔
ممتحنہ - سورۃ سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی رکھنے کی مذمت تھی۔ اسمیں مسلمانوں کو کفار سے تعلقات دوستی اور مشرکات سے نکاح کرنے کی ممانعت ہے۔
صف - سورۃ سابقہ میں کفار سے دوستی رکھنے کی ممانعت تھی۔ اسمیں کفار سے مقاتلہ کا بیان ہے
جمعہ - سورۃ سابقہ میں کفار کا مستحق عقوبت و قتل ہونا مذکور تھا۔ اسمیں یہود کا مستحق مذمت اور وعید ہونا مذکور ہے
منافقون - سورۃ سابقہ میں یہود کا ذکر تھا۔ اسمیں اُن کے دوستوں منافقین کا مذکور ہے۔
تغابن - پہلی سورت کا خاتمہ تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت پر ترہیب پر ہے اسمیں اہل تحصیل و تعطیل کے مجازاۃ کی تفصیل اور مضمون ترغیب و ترہیب کی تکمیل ہے اور ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور ہے۔
طلاق - سورۃ سابقہ میں ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور تھا۔ اسمیں اُن کے بعض حقوق کا ذکر ہے

تحریم۔ سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل اور حقوق رسالت۔

ملک۔ سورۃ سابقہ میں حقوق رسالت کا ذکر تھا۔ اسمیں حقوق توحید اور اس کے ایفاؤ اخلال پر جزاو سزا کا بیان ہے۔ اور منکرین توحید کی طرف روئے سخن ہے۔

قلم۔ پہلی سورت میں منکرین توحید کی طرف روئے سخن تھا۔ اسمیں منکرین نبوت کی طرف ہے اور کفار کیلئے عقوبت دنیویہ و اُخرویہ کا مذکور ہے اور اثبات مجازاۃ کفار۔

حاقہ۔ مجازاۃ کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں۔ اور حقانیت قرآن۔

معارج۔ مجازاۃ اور بعض اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

نوح۔ سورۃ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان ہے۔ اسمیں حضرت نوح کی تکذیب پر عقوبت کا ذکر ہے۔ کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ اور تسلیہ رسول و عقوبت انکار رسالت ہے۔

جنّ۔ توحید و رسالت و مجازاۃ سے ترغیب۔

مزمّل سورۃ سابقہ میں کفار کو توحید و رسالت و مجازاۃ پر ایمان لانے کی ترغیب تھی۔ اسمیں اُن کے ایمان نہ لانے پر تسلیۂ رسول ہے۔

مدّثر۔ سورۃ سابقہ میں تسلیۂ رسول مقصودًا اور انذار کفار تبعًا تھا۔ اسمیں انذار مقصودًا اور تسلیہ تبعًا مذکور ہے۔

قیامہ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ بیان آخرت پر ہوا۔ اسمیں احوال آخرت کی تفصیل ہے۔ اور اثبات مجازاۃ کفار ہے۔

دھر۔ تفصیل مجازاۃ و ترغیب و ذکر قیامت۔

مُرسلات۔ وقوع و تفصیل کے اسباب و کیفیات مجازات

نبا۔ قیامت کا بیان اور واقعات جزاو سزا۔

نازعات۔ واقعات سورۃ سابقہ کے مکذبین کی تخویف و تکذیب و تسلیہ رسول۔

عبس۔ سورۃ سابقہ میں قیامت کے متعلق مضامین تھے۔ اسمیں بھی وہی مقصود ہے۔

تکویر۔ اسمیں سوابق و لواحق واقعات قیامت کا بیان ہے۔

انفطار۔ اسمیں سورۃ سابقہ کے بیان کی تفصیل اور مجازاۃ۔

تطفیف۔ مجازاۃ اعمال کا بیان ہے۔ اور انہیں سے اہتمام کیلئے بعض اعمال متعلق حقوق العباد کا مذکور ہے۔

انشقاق۔ تفصیل مجازات

بروج۔ پہلی سورۃ میں فریقین کے مجازات تھے۔ اسمیں اہل ایمان کا تسلیہ اور کفار کیلئے وعید ہے

طارق۔ تحقیق وعید کیلئے اعمال کا محفوظ رہنا۔ اور امکان بعث و وقوع بعث۔

اعلیٰ۔ عمل تذکیر بالقرآن۔ فلاح آخرت۔ تنبیہ للآخرۃ۔

غاشیہ۔ تنبیہ للآخرۃ کرنے اور نہ کرنے والوں کی سزا و جزا و اثبات قدرت و بعث مجازات۔

فجر۔ سورۃ سابقہ میں مجازاۃ فریقین کا ذکر ہے۔ اسمیں معظم مقصود فریقین کے اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان ہے۔

بلد۔ سورۃ سابقہ میں اعمال موجبہ مجازاۃ کا بیان تھا۔ اس سورت میں بھی یہی بیان ہے مگر وہاں کثرت اعمال شر تھی۔ یہاں کثرت اعمال خیر ہے۔

شمس۔ سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ و کفریہ کے مجازاۃ اُخرویہ کا بیان تھا۔ اسمیں مجازاۃ کفریہ پر مجازاۃ دنیویہ کے احتمال کا بیان ہے۔

لیل۔ اسمیں بھی سورۃ سابقہ کے مضمون کی تکمیل ہے اور مہمات اصُول و فروع کا عنوان کلی سے بیان ہے اور ان کی تصدیق و تکذیب پر وعدہ و وعید ہے۔

ضحیٰ۔ سورۃ سابقہ کا خاتمہ اُن افضال پر ہے جو مومنین پر ہوں گے جس میں رسول اور متبعین رسول دونوں شامل ہیں اسمیں صرف اُن افضال کا ذکر ہے جو رسول پر ہوئے ہیں اور بعض اعمال خیر کا مذکور ہے

الم نشرح۔ اسمیں سورۃ سابقہ کے مضامین کی تکمیل ہے آنحضرت پر جو افضال الٰہی ہیں اُنکی طرف اشارہ ہے۔ اُس کے بعد دو حکم مؤکد ہیں جو تکمیل و ترقی کے رکن ہیں۔

تین۔ سورۃ سابقہ میں رسول پر افضال الٰہی کا مذکور تھا۔ اسمیں عام انسانوں اور عمل صالح کرکے ترقی کرنے والوں کے انعام کا ذکر ہے۔

اقرأ۔ اسمیں انسان پر افضال کا ذکر اور اسکی ترقیات اور سرکشی کا مذکور ہے۔

قدر۔ اسمیں انسان پر اس فضل کا ذکر ہے جو سورت سابقہ میں علم الانسان مالم یعلم کے عنوان سے مذکور ہے یعنی کتاب ہدایت اس کو دی گئی۔

بینہ۔ سورۃ قدر میں کتاب ہدایت کے نزول کا ذکر ہے جس کے اہل کتاب منتظر تھے۔ اس سورۃ میں اُن سے مطالبہ ہے۔ کہ اب باطل کو چھوڑ کر اس پر ایمان لاؤ۔ اور اہل ایمان کی جزا کا ذکر ہے۔

زلزال۔ پہلی سورت کا خاتمہ اہل ایمان کی جزا کے ذکر پر ہے اسمیں اُس جزا کے ملنے کا وقت

بتایا گیا ہے۔ اور نیکی اور بدی کے انجام کا مذکور ہے۔

عادیات - سورۃ سابقہ میں نیکی بدی کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ جس کو قبول کرنے میں کسی سلیم الطبع کو تامل نہیں ہوسکتا۔ اسمیں نہ قبول کرنے والوں کی ہٹ دھری اور سرکشی اور ان پر اہل ایمان غازیوں کی تاخت کا ذکر ہے پھر قبروں سے اُٹھنے اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا مذکور ہے۔

قارعہ - سورۃ سابقہ میں خدا کے حضور میں حاضر ہونے کا ذکر تھا۔ اسمیں اسوقت کا بیان ہے یعنی قیامت اور اس کے ہولناک حوادث کی خبر دی گئی ہے۔

تکاثر - سورۃ سابقہ میں انسان کو ہولناک وقت سے خبردار کیا گیا تھا۔ اسمیں بتایا گیا ہے کہ حرص دنیاوی نے تجھ کو غافل کر دیا ہے۔ تم سے خدا کی نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔

عصر - سورۃ سابقہ میں حرص اموال وغیرہ سے انسان کی غفلت کا ذکر اور ہونے والے سوال کا ذکر تھا۔ کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ حصول اموال و جاہ ہی ہے جو کچھ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ان کا حاصل کرنا کامیابی نہیں بلکہ ان پر حرص موجب خسارہ ہے۔

ھُمزۃ - سورۃ عصر میں کہا گیا تھا کہ انسان خسارہ میں ہے۔ یہاں خسارہ میں پڑنے کے اسباب کا بیان ہے۔

فیل - سورۂ ہمزہ میں جو اخلاق رذیلہ بیان ہوئے ہیں وہ قریش میں بہت رائج تھے۔ اس کے بیان کے بعد اُس ہولناک واقعہ کا ذکر ہے جس سے قریش کو بچایا گیا۔ ورنہ وہ بالکل برباد ہو جاتے۔

قریش - اسمیں قریش سے مطالبہ ہے کہ جیسا سورت سابقہ میں مذکور ہے کہ ہمنے تم کو اصحاب فیل سے بچایا جو تمہارے معبد کو ڈھانے آئے۔ اب تم بُت پرستی کو چھوڑ کر اس گھر کے رب پر ایمان لاؤ۔

ماعون - پہلی سورۃ میں قریش کو اپنا انعام یاد دلایا ہے۔ اسمیں ان امراض روحانیہ کا ذکر ہے جو انسان کی ظاہری و باطنی خرابی کا باعث ہوتے ہیں اور یہ امراض قریش میں پھیلے ہوئے تھے۔ بعض بدنصیب ایسے امراض میں مُبتلا تھے کہ جو دنیا میں اپنا ذکر خیر چھوڑ جانے کا کوئی سامان نہیں کرتے تھے۔

کوثر - پہلی سورۃ میں ایسے بدنصیبوں کا ذکر تھا جو اپنا ذکر خیر چھوڑنے کا کوئی سامان نہیں کرتے اسمیں یہ مذکور ہے کہ ایسے بھی خوش نصیب ہیں کہ جن کے سینوں میں حکمت کی نہریں جاری ہیں اور وہ اپنے ذکر خیر کیوجہ سے ہمیشہ رہیں گے، ان بدنصیبوں کی طرح بے نشان نہوں گے اور رسول کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کامیاب ہیں

کافرون - سورۃ سابقہ میں بتایا گیا ہے کہ اے رسول تمہارے لئے ہر قسم کی کامیابی ہے اور تمہاری عظمت و شوکت قرار پا چکی ہے۔ اسمیں کہا جاتا ہے کہ تم علی الاعلان ان کافروں سے کہدو کہ میں تمہارے معبودوں

کی پرستش نہیں کرسکتا۔ خواہ تم کیسی ہی سعی کرو۔ کتنا ہی لالچ دو۔ اور مجھے تم سے بھی اُمید نہیں کہ تم میرے معبود کی پرستش کروگے۔

نصر:۔ سابقہ سورتوں میں جو رسول کو اشارۃً کامیابی کی بشارت دی گئی تھی۔ اسمیں اسکو شرح کے ساتھ بیان کیا ہے اور دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے۔

لھب ۔ سابقہ سورت میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں بھی خدا کا حکم قبول کرنے والوں کیلئے نصرت ہے اسمیں بتایا گیا ہے ۔ کہ اس کے حکم سے سرتابی کرنے والوں کیلئے دونوں جہاں میں خسارہ ہے۔ اور مشرکین بڑے ہی خسارے میں ہیں۔

اخلاص ۔ سورہ سابقہ میں ابولہب وغیرہ مشرکین کا بوجہ شرک خسارے میں ہونے کا مذکور تھا اس میں توحید خالص بتائی گئی کہ اسپر ایمان لاؤ۔ نفع کی راہ یہ ہے۔

فلق وناس۔ انمیں سورہ اخلاص کے مضمون توحید کی دوسرے طرز پر تکمیل کی گئی ہے۔

قرآن عہد خلافت دوم میں

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ بعض لکھنے والوں نے اپنی یادداشت کیلئے آیات قرآنی کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس قسم کی تحریرات کو طلب کرکے تلف کرادیا۔ تعلیم قرآن کیلئے مدارس قایم کئے تعلیم و معلمین و متعلمین کیلئے قواعد وضوابط بنائے، وظائف مقرر کئے۔ قرآن کی تعلیم جبری قرار دی فامر عمر بن الخطاب ان لا یقرا القران الا عالم بالعربیۃ وامر ابا الاسود فوضع النحو یعنی عمر نے حکم دیا کہ قرآن کو کوئی شخص سوائے عربی کے عالم کے نہ پڑھائے اور ابوالاسود کو حکم دیا کہ قواعد نحو وضع کرے (التذکار فی افضل الاذکار لابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی)

ایک یہ روایت بھی ہے کہ ابوالاسود کو حکم دیا کہ اعراب و نقاط قایم کریں۔ لیکن وضع نحو اور اعراب و نقاط کا کام اس عہد میں نہیں ہوا کیونکہ حضرت عمرؓ شہید ہوگئے۔ اور ابوالاسود ایک عرصہ تک اس کام کی طرف متوجہ نہو سکے۔

اس عہد میں قرآنوں کی یہ کثرت تھی کہ مصر، عراق، شام، یمن میں ایک لاکھ نسخے قرآن کے تھے۔ حجاز وغیرہ دیگر ممالک کا مذکور نہیں (کتاب الفصل)

حضرت اُبی بن کعبؓ نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں، امام حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ حاکم کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی اس لئے

یہ تفسیر پانچویں صدی تک موجود تھی۔ (رسالہ مبادی التفسیر شیخ محمد خضری دمیاطی)

حضرت عمر نے حکم دیا کہ تراویح میں فی رکعت تیس آیتیں پڑھی جائیں تاکہ رمضان میں تین قرآن ختم ہوں (۳۰×۲۰ = ۶۰۰) (۶۰۰×۱۰ = ۶۰۰۰) (شرح احیاء العلوم)

اور کل تعداد آیات بموجب اقوال عامہ (۶۶ ۶۶) ہے باقی (۶۶۶) انہی ایام میں پوری کر لی جاتی تھیں اس طرح تیس دن میں تین ختم ہوتے تھے۔ اس عمل سے خیال ہوتا ہے کہ آیات کا شمار انکے عہد میں ہوا۔ اسلئے ضرورت ہوئی کہ آیات کی تخمیس و تعشیر کی جائے۔ یعنی پانچ پانچ دس دس آیتوں پر نشان لگا دئے جائیں لیکن بعض اصحاب اس عمل کو مکروہ جانتے تھے۔ عن مسروق کان عبد اللہ بن مسعودؓ یکرہ التعشیر فی القرآن یعنی عبد اللہ تعشیر کو قرآن میں مکروہ جانتے تھے۔ (کتاب المصاحف ابی داؤد)

امام دانی رحمہ اللہ نے کتاب البیان میں لکھا ہے کہ فواتح السور۔ رؤس الآیات تخمیس و تعشیر کو بعض اصحاب مکروہ جانتے تھے اور مٹا دیتے تھے۔ صحابہ کی تقلید پر بعض تابعی اور تبع تابعی بھی اسکو ناپسند کرتے تھے۔ اشہب سے روایت ہے کہ امام مالک قرآن مجید میں جو سرخ یا دوسری روشنائی سے عشرات کے نشانات بنائے جاتے تھے ناپسند کرتے تھے۔ (کتاب البیان)

تخمیس و تعشیر کے متعلق بعض نے لکھا ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کرایا۔ بعض نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے کرایا۔ مگر روایات و بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار آیات، رکوع، اجزاء، تخمیس و تعشیر، فواتح السور یہ سب کام صحابہ کر چکے تھے۔ چونکہ اسمیں اختلاف تھا کہ نشانات لگائے جائیں یا نہیں اور بعض جلیل القدر اصحاب اس کے مخالف تھے۔ اسلئے تابعین و تبع تابعین میں بھی اختلاف رہا۔ اور یہ عام طور پر رائج نہو سکے۔ حجاج اور خلیفہ ہارون رشید نے اس کو رائج کرایا۔

امام دانی نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تخمیس و تعشیر، فواتح سور صحابہ نے کر دئے تھے۔ (جامع الاحکام القرآن)

حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا قرآن جو کتب خانہ انڈیا آفس لندن میں ہے اسمیں ہر سورۃ پر سورۃ کا نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ تمام کام صحابہ کے عہد میں ہوا ہے۔

قرآن عہد خلافت سوم میں

حضرت عثمان خلیفہ ثالث کے عہد میں اسلامی فتوحات کی تکمیل ہوئی۔ اور بہت سے نئے ممالک و بلاد قبضے میں آئے۔ اسلام و قرآن تمام ہی ممالک و اقوام میں پہونچ گیا تھا۔ رسول کریم کے صحابی قریب قریب سبھی جگہ پہونچ گئے تھے۔ اور تابعین کی کثرت ہو گئی تھی، حفظ قرآن کرنے والے، ناظرہ پڑھنے والے، لکھنے والے،

کروڑوں ہوگئے تھے۔ اس عہد کے لکھے ہوئے قرآنوں کا شمار نہیں بتایا جا سکتا۔

ملک عرب کے حصص اور قبائل کی زبان میں مثل دیگر ممالک و السنہ کی بعض الفاظ ومحاورات میں اختلاف تھا۔ یہ اختلاف یہ تھا کہ معنی ومفہوم میں فرق نہیں آتا تھا۔ جیسے دہلی لکھنؤ کی اُردو میں (نہیں) بولتے ہیں۔ حیدرآباد کی اُردو میں اسکی جگہ (نکو) دہلی میں (کیل) کہتے ہیں۔ حیدرآباد والے کیلا بولتے ہیں۔ اسی طرح قبائل عرب کے لب و لہجہ میں اب بھی اختلاف ہے۔ بنوتمیم ہمزۂ ابتدا کو (ع) بولتے تھے اسلم کی جگہ عسلم بولتے تھے۔ بعض قبائل مضارع کو مفتوح پڑھتے تھے، بعض مکسور

قریش اور بنو اسد مضارع کی ی کو ضمہ یا فتحہ کے ساتھ تلفظ کرتے تھے۔ جیسے یَفعل یُفعل دوسرے قبیلے والے کسرہ کے ساتھ یِفعل کہتے تھے۔ بنو اسد ع کو ن کر دیتے تھے جیسے اعمیٰ کو انمی کہتے تھے۔ (الافراد مطبوعہ بیروت ص۵٦)۔ اس سے اختلاف سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

ہمارے پنجابی بھائی ق کی جگہ ک بولتے ہیں۔ قلم کو کلم کہتے ہیں مگر لکھتے قلم ہی ہیں۔ اہل دکن ق کو خ اور خ کو ق بولتے ہیں۔ یعنی قلم کو خلم۔ خزانہ کو قزانہ بولتے ہیں مگر لکھتے قلم اور خزانہ ہی ہیں۔ لیکن بعض دفعہ سہواً جو حروف زبان سے نکلتے ہیں وہ تحریر میں بھی آجاتے ہیں۔ مکرمی جناب مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ حیدرآباد دکن نے محلہ جوبلی ہل حیدرآباد میں ایک کوٹھی خرید کی۔ کبھی وہاں رہتے، کبھی محلہ عابد شاپ کی کوٹھی میں۔ جب جوبلی ہل میں رہتے ہیں تو وہاں سے ضروری اشیاء کی فہرست آجاتی ہے۔ یہاں سے منشی صاحب اشیاء خرید کر بھیج دیتے ہیں۔ ایک دفعہ جو فہرست آئی اسمیں پان، سپاری، مصالحہ۔ سبزی، فروٹ وغیرہ اشیاء لکھی ہوئی تھیں انہی میں خیمہ بھی لکھا ہوا تھا۔ ہمارے دوست مسٹر ریاض الحق صاحب علیگ سہارنپوری (مولوی صاحب کے سکرٹری) پرچہ دیکھکر متحیر ہوئے کہ خیمے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اور کس قسم کا خیمہ درکار ہے۔ آخر فون کیا تو جواب ملا دو سیر جب سمجھ میں آیا کہ یہ (قیمہ) کی خرابی ہے۔

عربی اختلاف کا نمونہ خود حدیث میں مذکور ہے، اہل قریش (تابوت) کہتے تھے۔ زید بن ثابت (تابوہ) معنی و مطلب دونوں کا ایک، لیکن یہ خیال ضرور ہوتا تھا کہ یہ اختلاف غیر ممالک و اقوام میں پہونچکر جو رنگ لائے گا وہ کتاب اور معنی مطلب دونوں میں تحریف کا باعث ہوگا۔ اس قسم کا اختلاف شام وغیرہ میں زیادہ پھیلتا جاتا تھا حضرت حذیفہ بن الیمان جب ۲۵ھ میں غزوۂ آرمینا و آذربیجان سے لوٹے تو انہوں نے حضرت عثمان سے اس اختلاف کا تذکرہ کیا۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے :-

عن انس ان حذیفۃ قدم علیٰ عثمان وکان یغازی اھل الشام فی فتح ارمینیۃ و آذربیجان

مع اهل العراق فرأى حذيفة اختلافهم فی القرآن فقال لعثمان بن عفان یا امیر المؤمنین ادرك هذه الامة قبل ان یختلفوا فی الکتاب کما اختلف الیهود والنصاری فارسل الی حفصة ان ارسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیك فارسلت حفصة الی عثمان بالصحف فارسل عثمان الی زید بن ثابت وسعید بن العاص وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام وعبد الله بن الزبیر ان انسخوا الصحف فی المصاحف وقال للرهط القرشیین الثلاثة ما اختلفتم انتم وزید بن ثابت فاکتبوه بلسان قریش فانما نزل بلسانهم حتی نسخوا الصحف فی المصاحف وبعث عثمان الی کل افق بمصحف من تلك المصاحف التی نسخوا،
قال الزهری وحدثنی خارجة بن زید انی فقدت آیة من سورة الاحزاب کنت اسمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأها من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر فالتمستها فوجدتها مع خزیمة بن ثابت او ابی خزیمة فالحقتها فی سورتها - هذا حدیث حسن صحیح وهو حدیث الزہری ولا نعرفه الا من حدیثه،

یعنی انس کہتے ہیں کہ حذیفہ آذربیجان کے غزوہ سے واپس ہو کر خلیفہ کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں میں قرآن کی قرارت میں بہت اختلاف ہے۔ قبل اس کے کہ لوگ یہود ونصاری کی طرح گمراہ ہوں، آپ اس کا انتظام کر دیجئے۔ خلیفہ نے ام المؤمنین حفصہ سے وہ صحیفے طلب کئے (جو حضرت ابوبکر نے جمع کرائے تھے) اور کہا کہ وہ بھیجدو۔ میں ان کی نقلیں کرا کر تم کو واپس بھیجدوں گا اور حضرت عثمان نے زید، سعید، عبدالرحمن عبداللہ کو نقل کرنے پر مامور کیا۔ اور فرمایا کہ اگر باہم اختلاف ہو تو قریش پر لکھو۔ ان لوگوں نے نقلیں کیں جن کو حضرت عثمان نے اطراف میں بھیجدیا۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے زید کے بیٹے خارجہ نے بیان کیا کہ سورہ احزاب کی اس آیت کو جسے میں نے آنحضرت کو پڑھتے سُنا نہیں پایا۔ تلاش کی تو خزیمہ کے پاس سے ملی۔ میں نے اسکو اپنی جگہ پر رکھدیا۔

اختلاف کے متعلق پہلے لکھا جاچکا ہے کہ کس قسم کا اختلاف تھا۔ جمع عثمانی کی کیفیت اس طرح مذکور ہے
فقام عثمان فقال من کان عنده من کتاب الله شئ فلیاتنا به وکان لا یقبل من ذلك شئ حتی یشهد علیه شاهدان یعنی حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں اعلان کیا کہ جس کسی کے پاس کچھ قرآن لکھا ہو وہ ہمارے پاس لائے اور وہ نہیں قبول کرتے تھے بغیر دو گواہوں کے (کنز العمال کتاب الاذکار باب جمع القرآن)

مولانا عبدالحق حقانی دہلوی نے اس کو ذرا اور تفصیل سے بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے پھر

زید بن ثابت کو اس (نسخۂ ابوبکر) سے نقل کرانے پر مامور فرمایا۔ زید بن ثابت نے پھر ویسا ہی اہتمام کیا جیسا عہد ابوبکر میں کیا تھا) پھر وہ اجزا جمع کئے اور حفاظ کو بھی شریک کیا۔ اور وہ نسخہ (ابوبکر والا) بھی سامنے رکھا اور مسجد کے دروازے پر دو شخص بٹھادئے ان میں ابی بن کعب بھی تھے (تاریخ الحدیث) کہ آتے جاتے نمازیوں سے کہیں کہ جس کے پاس جس قدر قرآن ہو دو گواہوں کی شہادت سے پیش کرے (ایک کتابت اور دوسرا حفظ) اور اپنے ساتھ اہتمام میں عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث ابن ہشام و عبداللہ بن عمرو بن العاص و عبداللہ بن عباس کو بھی شامل کیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ بارہ صحابی اس کام پر مامور کئے تھے۔ اس طرح قرآن لکھا۔ ابوبکر والا نسخہ حضرت حفصہ کے گھر بھیجدیا گیا۔ چونکہ عثمان کے عہد میں پھر از سر نو اہتمام کیا گیا تھا۔ اسلئے جامع القرآن مشہور ہوئے (البیان فی علوم القرآن)

علامہ بدرالدین عینی نے اس روایت کا دوسرا طریق بیان کیا ہے جو ابراہیم بن اسمعیل بن مجمع عن ابن شہاب سے ہے اسمیں اس آیت کے نہ ملنے کے واقعہ کو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت کا واقعہ بتایا ہے جس کا ذکر بیان جمع قرآن عہد خلافت اول میں آچکا ہے۔ (عمدۃ القاری باب جمع القرآن)

ایسا ہی علامہ ابن کثیر نے فضائل القرآن میں لکھا ہے۔ اس جمع سے اس فقرے کا تعلق نہیں۔

غرض لغت قریش کی موافق زید بن ثابت وغیرہ نے ایک نسخہ طیار کیا۔ اس زمانہ تک قرآن ایسی قراتوں پر تھے جن پر سبعہ احرف کا اطلاق ہوتا تھا (اتقان نوع ۱۶) اب سب ایک لغت پر متفق ہوگئے، اس نسخہ کا نام مصحف الامام ہوا جس کو حضرت عثمان نے اپنے لئے رکھا (نشر جلد اول)۔ اس پر لکھا گیا ھذا ما جمع علیہ جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منھم زید بن ثابت وعبداللہ بن الزبیر وسعید بن العاص آگے اور اصحاب کے نام ہیں۔ (نفح الطیب مصری جلد اول ص ۲۸۳)

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ یہ قرآن ۳۰ھ میں لکھا گیا لیکن امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ۲۵ھ میں لکھا گیا (فتح الباری) یہی صحیح ہے کیونکہ غزوۂ آذربیجان جس کا ذکر حدیث میں ہے ۲۵ھ میں ہوا۔

اس عہد میں بھی قرآن خط حیری میں لکھا گیا۔ اس عہد کے مرقومہ قرآن اب تک موجود ہیں۔

چونکہ عبداللہ بن عمر صحابی سے رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ گویا یہ زیادہ سے زیادہ مدت ختم قرآن کی آپ نے فرمائی تھی۔ اور رمضان میں بھی کم سے کم ایک قرآن کا ختم ہونا ضروری ہے۔ اسلئے حضرت عثمان نے جو قرآن لکھائے وہ تیس جزو پر تھے (اس زمانہ میں جزو دس ورق کا مانا جاتا تھا) اعراب و نقاط کا رواج لکھنے میں اس عہد تک نہیں ہوا تھا۔ اسماء سور اور تخمیس و تعشیر کے نشانات لکھے جاتے تھے۔ رکوع کی تقسیم بھی حضرت عثمان نے کی۔ قرآن لکھانے میں اس درجہ احتیاط کی گئی کہ ایک حرف

بھی ادھر سے اُدھر نہ ہو سکا۔ اور وہی رسم الخط رہا جو جبریل نے حضور کو تعلیم کیا تھا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ الایۃ قال قد نسختہا الآیۃ الاُخریٰ فلِمَ تکتبھا او تدعھا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئا منہ من مکانہ یعنی عبداللہ بن زبیر جب قرآن لکھ رہے تھے حضرت عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں حضرت عثمان نے کہا کہ میں اسمیں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا (بخاری کتاب المغازی)

چونکہ رمضان میں ایک قرآن کا سننا مسنون ہے اور رسول کریم نے ختم قرآن کی مدت زیادہ سے زیادہ ایک ماہ فرمائی ہے۔ اسلئے حضرت عثمان نے تراویح میں دس آیت فی رکعت پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ایک مہینے میں قرآن ختم ہو سکے (شرح احیاء العلوم)

(۱۰ × ۲۰ × ۲۰۰) (۲۰۰ × ۳۰ = ۶۰۰۰) اور کل آیات کی تعداد (۶۶۶۶) ہے باقی آیات کو انہیں ایام میں پورا کیا جاتا تھا۔

بعض لوگ کہدیتے ہیں کہ اختلاف قرات تو آج تک موجود ہے۔ حضرت عثمان نے کونسا اختلاف مٹایا۔ ان کو معلوم نہیں کہ صحابہ کی قراتیں کتابوں میں موجود ہیں اور اکثر قراتیں جاری ہیں۔ یہ اختلاف قراۃ مقصود نہیں بلکہ اختلاف لغت سے جو اختلاف قرات واقع ہوتا تھا وہ مراد ہے جسکی نظیریں پیش کیجا چکی ہیں جیسے بنو سعد ع کو ن پڑھتے تھے اور اعجمی کو انجمی کہتے تھے۔ یہ اختلاف مٹایا گیا ہے۔

حضرت عثمان سے جب لوگوں نے بغاوت کی تو ان پر بعض معاملات میں الزامات تراشے گئے بعض فقہی مسائل کے اختلاف کو بنائے فساد بنایا گیا اور طعن کیے گئے لیکن قرآن کے معاملہ میں ان کو کوئی کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کا باعث صرف یہ ہے کہ انہوں نے اسمیں کوئی تصرف نہیں کیا اور نہایت احتیاط سے کام کرایا۔

غرض جب ایک نسخہ قرآن کا مرتب ہو گیا۔ پھر اسکی سات نقلیں کرائی گئیں۔ ایک مدینہ میں رکھی گئی اور چھ مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین کو بھیجی گئیں۔ عبداللہ بن سائب مکہ کو، مغیرہ بن شہاب شام کو، ابوعبدالرحمن سلمی کوفہ کو عامر بن قیس بصرہ کو لیگئے۔ یمن و بحرین کے متعلق مجکو پتہ نہیں چلا کہ کون بزرگ لے گئے۔ جب یہ قرآن مکمل ہو گئے۔ اصل نسخہ حضرت حفصہ کو واپس کر دیا گیا۔ متفرق تحریرات تلف کر دی گئیں تاکہ آیندہ کسی کو جعل سازی اور فتنہ پردازی کا موقع نہ ملے۔

یہ قرآن کی تیسری تدوین تھی۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے کہ قرآن تین مرتبہ مدون ہوا۔ ایک دفعہ عہد رسول میں، دوسری دفعہ عہد خلافت ابوبکر میں، تیسری دفعہ عہد عثمانی میں۔ حضرت عثمان کے عہد کے جو نسخے موجود ہیں۔ ان میں سورتوں کے نام اور دس آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشانی ہے۔

اس عہد میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مصحف مطلا دیکھکر فرمایا کہ قرآن کی زینت اسکی تلاوت ہے (کنزالعمال جلد اول م۲۳۱)

اختلاف مصاحف

مصحف ابن مسعود

حضرت عبداللہ بن مسعود کا مصحف اس مصحف کے خلاف تھا۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ عبداللہ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآن لکھا، اول عہد رسول میں، دوسرے مختلف سورتیں، پھر مکمل قرآن جو اپنی معلومات کے مطابق ترتیب نزول لکھا تھا۔ تیسری بار عہد صدیقی میں۔ یہ بیان عہد صدیقی کے قرآن کے متعلق ہے۔ اس مصحف میں اور اسمیں کیا اختلاف تھا۔ نہ تعداد سور میں اختلاف تھا۔ نہ آیات میں نہ ترتیب میں چونکہ رسول کریم نے فرمایا تھا کہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے اسلئے انہوں نے قرآن اپنے قبیلہ کے لغت پر لکھا تھا۔ امام ابن حزم نے لکھا ہے مصحف ابن مسعود انما فیہ قراءتہ یعنی ابن مسعود کا مصحف اُن کی قرات پر تھا (کتاب الفصل جلد ثانی م۷۷) اور یہ قرآن لغت قریش پر ہے۔ عہد عثمانی میں جب باجماع صحابہ قرآن لغت قریش پر جمع کیا گیا تو ان کو اختلاف ہوا لیکن پھر انہوں نے رجوع کر کے قرآن لغت قریش ہی پر لکھا جو آج تک موجود ہے۔

اختلاف لغات کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ یہ صرف ادائے حروف میں تھا۔ اس سے معنی و مطلب پر کچھ اثر نہیں پڑتا تھا۔ اہل یمن س کو تا سے بدل دیتے تھے، بجائے الناس کے النات بولتے تھے۔ معنی وہی تھے۔ آدمی۔ اور ک کو ش سے بدلتے تھے۔ بجائے کلام کے شلام بولتے تھے۔

قبیلہ ہذیل ح کو ع سے بدلدیتے تھے حتی کو عتی بولتے تھے۔

قبیلہ حمیر لام تعریف کو میم سے بدلدیتے تھے بجائے الشمس والقمر کے امشمس وامقمر بولتے تھے۔

قبیلۂ قضاعہ (یائے مشددہ یا مخففہ یا مفتوحہ) کو جیم سے بدلدیتے تھے۔ عشی کی جگہ عشج بولتے تھے وہاں اس زمانہ میں اس اختلاف سے معنی میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا جیسے ہندوستان میں دہلی والے قلم بولتے ہیں۔ پنجاب والے کلم۔ حیدر آباد والے خلم معنی مطلب ایک ہی ہے۔ اس قسم کے الفاظ جن کے اختلاف کی شالیں نقل کی ہیں۔ جب غیر ممالک وا قوام میں پہونچتے اور کچھ زمانہ گذر جاتا تو کیا ہوتا۔ یہ صورت تھی مصحف عثمانی سے بعض صحابہ کے ایسا اختلاف کی مثال حدیث میں بھی بتائی گئی ہے۔ قریش تابوت بولتے تھے زید بن ثابت (تابوہ)

مصحف زید بن ثابتؓ

زید بن ثابت کے قبیلہ کا لغت قبیلہ قریش سے ملتا جلتا تھا۔ اس لئے اُن کے مصحف کے متعلق کہا گیا ہے۔ اقرب المصاحف من مصحفنا یعنی زید کا قرآن ہمارے قرآن سے قریب تھا۔

مصحف اُبیّ بن کعبؓ

یہ بھی قریشی نہ تھے۔ ان کا قرآن بھی ان کے قبیلے کی قراءت پر تھا۔ (قرآن کی دوسری صورتیں فی النفود نابود نہیں ہوگئیں تھیں۔ خصوصیت سے ہمیں اُبیّ کے نسخہ کے متعلق کچھ اطلاعات ملتی ہیں۔ جو فہرست اسکی سورتوں کی دی گئی ہے اگر وہ صحیح ہے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ ابی کے نسخے میں وہی کچھ تھا جو موجودہ قرآن میں ہے۔ اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ ابی کے مصحف کی بنا بھی اسی اصل مصحف پر ہوگی جو زید نے جمع کیا تھا۔ یہی بات ابن مسعود کے مصحف پر بھی صادق آتی ہے اور اسکی فہرست مضامین سے بھی جو ہم تک پہونچی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لمبی سورتوں یعنی طوال کو پہلے رکھنے میں ابن مسعود نے زید سے بھی بڑھکر عمل کیا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا)

مصحف علیؓ

پڑھے لکھے تمام اصحاب رسول کریم نے حضور کے عہد میں قرآن لکھا۔ مگر اسکی وہی چند سورتیں تھیں جو ہم نے بیان کتابت میں لکھی ہیں۔ حضرت علی نے بھی حضور کی حیات میں اپنی معلومات کے موافق ترتیب نزول لکھا جب حضور کی وفات ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ اب کلام ختم ہوگیا۔ اب اسمیں ناسخ و منسوخ بھی نہیں ہوگا۔ اسمیں اور بھی نہیں آئے گا۔ اسوقت صحابہ نے اس ترتیب پر قرآن لکھا جس ترتیب پر حضور پڑھتے تھے اور وہی ترتیب اب تک جاری ہے۔ اسکے متعلق کسی صحابی کا اختلاف کرنا صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ اختلاف قراءۃ تھا، حضرت عثمانؓ نے سب کے اجماع سے سب کو لغت قریش پر جمع کردیا۔ اختلاف مصاحف کے متعلق جو روایات ہیں وہ عہد رسول کے لکھے ہوئے مجموعوں اور ترتیب سے قبل کی تحریرات سے متعلق ہیں۔ ترتیب کے بعد کوئی قرآن خلاف ترتیب نہیں لکھا گیا۔ ترتیب سے قبل جس جس قسم کے لکھنے والے تھے اُن کی تفصیل ہم نے کہیں لکھدی ہے۔

جامع قرآن

حضرت عثمان کو ہمیشہ سے جامع قرآن کہتے چلے آئے ہیں۔ نئے مصنفوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ خطاب غلط مشہور ہوگیا۔ میرے نزدیک ان کا یہ خطاب صحیح ہے۔

جمع سے ایک تو یہ مطلب ہے کہ بہمہ وجوہ رسول کریم سے حاصل کیا ہو۔ حضرت عثمان قدیم الاسلام صحابی تھے

عقل تقاضا کرتی ہے کہ وہ اسمیں سے مقدم رہے ہوں گے۔ جمع سے مراد کتابت بھی ہے اسمیں بھی وہ سب سے مقدم رہے ہوں گے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

و ابن ابی داؤد در کتاب المصاحف و دیگر محدثان معتبر روایت کردہ اند کہ چون مصریان در خانہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ برائے کشتن در آمدند مصحف مجید پیش روئے ایشان بود و میخواندند اول آن اشقیا بر ہر دو دست ایشان شمشیر زدند خون ایشاں جاری شد و بر ہمیں آیت آمد۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ ایشان بیک دست خود خون را از مصحف دور میکردند۔ و می فرمودند کہ قسم بخدا کہ این دست اول دستے است کہ نوشتہ مفصل قرآن را (فتح العزیز)

اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کتابت و جمع قرآن سے حضرت عثمان فارغ ہوئے و فی الریاض من حدیث ابو ثور الفهمی عن عثمان ولقد جمعت القرآن علی عهد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ازالۃ الخفا میں جو حدیث جمع قرآن کے متعلق بیان جمع قرآن میں نقل کیجا چکی ہے اسمیں قرآن جمع کرنے والوں میں پہلے حضرت عثمان کا نام ہے۔ قرآن کی سورتوں میں انفال و براءۃ کی ترتیب ان کی رائے کے موافق ہوئی ہے آخر میں یہ کام انہوں نے ایک لغت پر سبکو جمع کر دیا اور قرآن مرتب کرایا۔

ان تمام امور پر نظر کرنے سے یہ خیال صحیح طور پر قایم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا یہ قدیم خطاب صحیح اور اُن کے لئے موزون ہے۔

قرآن عہد خلافت چہارم میں

حضرت علی کا عہد خلافت خانہ جنگی اور اضطراب میں گذرا۔ آپ کے عہد میں صرف اسقدر ہوا کہ کثرت سے قرآن لکھے گئے تعلیم عام رہی۔ صاحبزادگان والاشان نے بھی قرآن لکھے۔ خلیفہ نے اپنے شاگرد ابو الاسود کو چند ہدایات لکھا دیں کہ ان کے موافق قواعد نحو مرتب کرے (حاشیہ اجرومیہ) تاکہ فہم قرآن میں سہولت ہو اور حفاظت قرآن کو تقویت ہو۔ آیندہ علوم قرآنی کا سنگ بنیاد یہی اصول ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس متوفی ۶۸ھ نے تفسیر لکھی۔ اس تفسیر کے متفرق نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ حضرت علی اور صاحبزادگان کے لکھے ہوئے قرآن اور سپارے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں اور بھی اس عہد کے قرآن ہیں۔ اس عہد تک بھی نقاط و حرکات کا تحریر میں رواج نہیں ہوا تھا۔

قرآن اور خاندان رسالت

حضرت علی اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم مشہور کاتبین قرآن و حُفّاظ و قُرّاء میں سے تھے ان

حضرات کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔

مفسرین قرآن میں حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس (رسول کریم کے چچا زاد بھائی) سب سے بڑے مفسر مانے گئے ہیں۔ ابن عباسؓ کا لقب حبرالامۃ ترجمان القرآن تھا۔ ازواج مطہرات میں امہات المومنین حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت حفصہؓ حافظ وقاری و مفسرہ تھیں۔ حضرت ام سلمہ قرآن بالکل رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

ابوبکر عاصم بن ابی النجود (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) کا سلسلہ تلمذ حضرت علی سے بھی ملتا ہے کیونکہ یہ شاگرد تھے ابوعبدالرحمن بن خبیب السلمی کے اور ابوعبدالرحمن نے حضرت علی سے قرارت سیکھی۔

امام زین العابدینؓ بن امام حسینؓ قاری بھی تھے اور قرآن بھی لکھتے تھے۔

امام باقر بن امام زین العابدین مشہور قراء میں سے تھے۔

امام جعفر صادق بن امام باقر بڑے مشہور قاری تھے۔ ابوعمارہ بن حبیب الزیات معروف حمزہ (جو قراء سبعہ میں سے ہیں) امام جعفر کے شاگرد تھے۔ اور امام جعفر کا سلسلہ سند اُن کے جد اعلیٰ حضرت علی اور حضرت ابی بن کعب سے ملتا ہے۔

عبداللہ بن عباس صاحب تفسیر ہیں، امام باقر بھی صاحب تفسیر ہیں۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن موجود ہیں۔ مشہور قاری نافع بن عبدالرحمن شاگرد تھے شیبہ بن نصاح کے اور شیبہ شاگرد تھے ابن عباس کے۔

مشہور مفسرین امام مالکؒ سفیان ثوری امام جعفر کے شاگرد تھے۔

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر قاری تھے اور قرآن لکھتے تھے۔

مشہور امام و مفسر و محدث و مجتہد و فقیہ امام حسن بصری نے ام المومنین ام سلمہ کا دودھ پیا تھا۔ صوفیا ان کو حضرت علی کا شاگرد کہتے ہیں۔ محدثین کو اسمیں کلام ہے۔ مگر امام حسنؒ کے فیضیافتہ ہونے میں شک نہیں

حدیث قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ اصطلاح محدثین میں اصح الاسانید اس روایت کو کہتے ہیں جسکو امام زین العابدین نے اپنے والد ماجد امام حسین اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی سے روایت کیا ہو۔

حضرت عائشہ اور حضرت علی نے قرآن کی آیتوں کا شمار کیا۔ امام جعفر نے آیات کی تقسیم بتائی کہ اسقدر آیات جہاد ہیں۔ اسقدر معاملات وغیرہ کی۔ اسکی تفصیل دوسرے موقعہ پر ہوگی۔

غرض ہر ملک اور ہر زمانہ میں خاندان رسالت سے قرآن کی خدمت ہوتی رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قرآن کے اُن مشہور سات قراء میں ہیں جو صحابہ میں ممتاز تھے۔ قراء صحابہ میں ابی بن کعب کو اقرأ القوم کا خطاب تھا۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرارت رائج تھی۔

شیعہ مذہب کی مستند کتاب اصول کافی کی کتاب فضل القرآن باب النوادر میں امام جعفر صادق کی حدیث ہے "اما نحن فنقرء علی قراءۃ اُبَی رض" یعنی ہم ابی بن کعب کی قراءت پر قرآن پڑھتے ہیں۔

مولوی سید محمد ہارون خان مجتہد اپنی کتاب علوم القرآن مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۹۱۲ء میں لکھتے ہیں:۔

"قاریان قرآن جن کی قراءت پر اعتماد ہو سکتا ہے دس ہیں ان میں سے

ایک ابو جعفر یزید بن قعقاع ہے جو عبداللہ بن عباس کا شاگرد ہے اور وہ ابی بن کعب کا اور وہ رسول اللہ کا۔

دوسرا نافع بن عبدالرحمن ہے اس نے ابو جعفر سے پڑھا ہے۔ اور نیز شیبہ بن نصاح سے اور یہ شاگرد ہیں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے۔

تیسرا عاصم ہے جسکی دو روایتیں ہیں ایک روایت حفص بن سلیمان بزار سے، دوسری ابوبکر بن عیاش سے

چوتھا حفص ہے اسکی چار روایتیں ہیں۔

پانچواں حمزہ بن حبیب الزیات ہے، جسکی سات روایتیں ہیں

چھٹا ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی ہے جسکی چھ روایتیں ہیں۔

ساتواں خلف بن ہشام بزار ہے۔

آٹھواں ابوعمرو بن علا ہے جسکی تین روایتیں ہیں۔

نواں یعقوب ہے جس کی تین روایتیں ہیں۔

دسواں عبداللہ بن عامر ہے"

جنمیں سے سات زیادہ مشہور ہیں۔ عاصم جن کا ذکر انہوں نے نمبر تین پر کیا ہے۔ ان کا سلسلہ تلمذ حضرت علی سے بھی ہے کیونکہ عاصم نے ابو عبدالرحمن بن حبیب السلمی کی بھی شاگردی کی ہے اور ابو عبدالرحمن حضرت علی کے شاگرد تھے۔ اور امام القراء حمزہ (جو قراء سبعہ میں ہیں) امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔

قراءِ صحابہ رض

عہد رسالت و زمانۂ خلافت میں جو کوئی بھی قرآن سیکھتا تھا وہ باقاعدہ پڑھتا تھا۔ اس طرح سبھی قاری تھے۔ اُس جماعت میں جنہوں نے مکمل قرآن باقاعدہ حفظ کیا زیادہ مشہور اصحاب ذیل تھے۔

ابوبکر بن صدیق ۔ عمر بن الخطاب ۔ عثمان بن عفان ۔ علی ابن ابی طالب ۔ اُبی بن کعب ۔ ابن مسعود زید بن ثابت ۔ ابوموسیٰ اشعری ۔ ابوالدرداء ۔ سالم ۔ طلحہ ۔ زبیر ۔ سعد ۔ حذیفہ ۔ ابوہریرہ ۔ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس ۔ عبداللہ بن الزبیر ۔ عمرو بن العاص ۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص ۔ عبدالرحمان بن عوف ۔ ابوعبیدہ بن الجراح ۔ خالد بن الولید ۔ عبادہ بن الصامت ۔ معاویہ بن ابی سفیان ۔ عبداللہ بن السائب ۔

ابوزید۔ مجمع بن جاریہ۔ سلمہ بن مخلد۔ تمیم الداری۔ عقبہ بن عامر۔ انس بن مالک۔ عیاش۔ ابوالحارث
عبداللہ بن عباس قرشی۔ فضالہ بن عبید انصاری۔ واثلہ بن الاسقع۔ امام حسن۔ امام حسین۔

صحابیات میں

حضرت عائشہ۔ حضرت حفصہ۔ حضرت ام سلمہ۔ ام ورقہ بن نوفل۔ (کتاب القراۃ ابوعبید و ابوداؤد)

ان مشاہیر میں سات اصحاب ایسے ہیں جنکی سند سب سے زیادہ مسلم ہے۔ من جملتھم سبعۃ اعلام دارت علیھم اسانید القرآن وذکروا فی صدور الکتب والاجازات عثمان بن عفان وعلی ابن ابی طالب وابی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وزید بن ثابت وابوموسی الاشعری و ابوالدرداء یعنی ان میں سات امام یہ ہیں۔ عثمان، علی، ابیؓ، ابن مسعود۔ زید۔ ابوموسی۔ ابوالدرداء (طبقات القراء)

انہیں ابی بن کعب کا خطاب اقرأ القوم تھا۔ خاندان رسالت میں انہی کی قرارت رائج تھی۔

امام جعفر صادق کا قول ہے اما نحن فنقرأ علی قراءۃ ابی۔ ہم ابی بن کعب کی قرارت پر قرآن پڑھتے ہیں (اصول کافی کتاب فضل القرآن باب النوادر)

ام المومنین ام سلمہ قرآن مجید رسول کریم کے طرز پر پڑھتی تھیں۔

قرآن خلافت راشدہ کے بعد قرن اوّل میں ۱۰۰ھ تک

امام حسن امام حسین نے قرآن لکھے جو ابتک موجود ہیں۔ چونکہ حضرت عمر نے ابوالاسود کو وضع نحو کا حکم دیا تھا اور حضرت علی نے قواعد نحو لکھکر دئے تھے۔ زمانہ خلافت امیر معاویہ تک ابوالاسود اس کام کو نکر سکے کیونکہ وہ جنگ وجہاد اور کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ حکومت سے سبکدوش ہونے کے بعد انہوں نے ایک رسالہ قواعد نحو میں اور ایک اعراب قرآن کے متعلق لکھا۔ اکثر مصنفین نے لکھا ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو لکھا اور اُس نے ابوالاسود کو حکم دیا کہ قرآن پر اعراب لگائے بعض نے لکھا ہے کہ زیاد بن سمیہ (ابن ابیہ یا ابن ابی سفیان بھی مشہور ہے) نے ابوالاسود کو یہ حکم دیا تھا لیکن ہوئے واقعات یہ دونوں قول صحیح نہیں معلوم ہوتے۔ ابوالاسود بنی امیہ کے مخالف تھے۔ اس لئے نہ حجاج ان کو حکم دے سکتا تھا نہ وہ تعمیل کرتے۔ زیاد ابوالاسود کو کیا حکم دیتا وہ تو بعہد خلافت حضرت علی ابوالاسود کا ماتحت تھا۔ اور ان دونوں میں ہمیشہ ان بن رہی۔ ابوالاسود نے زیاد کی ہجو لکھی تھی۔ جو آج تک مشہور ہے۔

ابوالاسود نے جو کچھ کیا وہ حضرت عمر اور حضرت علی کے ارشادات کی تعمیل میں کیا اور بطور خود کیا

اور عہد خلافت راشدہ کے بعد کیا۔ میرے خیال میں انہوں نے یہ کام ۴۲ھ کے بعد کیا ہے کیونکہ ۴۲ھ تک وہ کاروبار حکومت میں مشغول رہے۔ ۴۲ھ میں ان کو امیر معاویہ نے معزول کیا۔ اس کے بعد ۲۶-۲۷ برس فرصت میں رہے۔ ۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس مدت میں انہوں نے یہ کام کیا۔

ابوالاسود نے نقاط نہیں لگائے بلکہ اعراب بشکل نقاط قایم کئے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان متوفی ۸۶ھ نے حضرت سعید بن جبیر تابعی ۹۵ھ سے تفسیر لکھائی جو خزانہ شاہی میں محفوظ رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ تفسیر عطا بن دینار تابعی کے ہاتھ آگئی اور انہی کے نام سے مشہور ہوئی (میزان الاعتدال) اسی خلیفہ نے قرآن میں نقطے لگانے کا حکم دیا لیکن یہ کام اس کے بیٹے ولید کے عہد میں ہوا۔

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے خط حیری میں اصلاح کر کے مشہور خط کوفی ایجاد کیا۔ یہ اصلاح غالباً ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ اس زمانہ سے قرآن خط کوفی میں لکھے جانے لگے۔

اس عہد کے مشہور کاتب اور معلم قرآن امام زین العابدین ۹۴ھ، امام باقر ۱۱۲ھ۔ امام جعفر ۱۴۸ھ تھے، امام باقر نے تفسیر لکھی، امام جعفر نے آیات کی تقسیم قرار دی کہ اسقدر آیات جہاد کے متعلق ہیں، اسقدر معاملات وغیرہ کے متعلق۔

قطبہ (بعہد عبدالملک بن مروان) مشہور کاتب قرآن تھا۔ سعد کاتب خلیفہ ولید بن عبدالملک نے قرآن سونے سے لکھا، خالد بن ابی الہیاج نے ایک طلاکار قرآن لکھکر خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز ۱۰۱ھ کے حضور میں پیش کیا۔

ابو یحییٰ مالک بن دینار نے بھی کئی قرآن لکھے۔ غلام سامہ بن لوی بن غالب اُجرت پر قرآن لکھتے تھے۔ خدا جانے عمر میں کتنے قرآن لکھے ہوں گے۔ ضحاک بن عجلان ۱۵۴ھ بھی مشہور قرآن نویس تھے

سعید بن جبیر ۹۵ھ۔ ابی العالیہ ۹۰ھ۔ ابراہیم نخعی ۹۵ھ۔ امام باقر ۱۱۲ھ۔ حسن بصری ۱۱۰ھ شعبہ بن الحجاج ۱۶۰ھ۔ سفیان ثوری ۱۶۱ھ۔ اس عہد کے مشہور مفسر ہوئے۔ اور بھی بڑے بڑے مفسر تھے اور بہت سی تفسیریں لکھی گئیں۔ اس قرن کے قرآن پڑھنے والوں میں زیادہ مشہور امام اعظم ابوحنیفہ ۱۵۰ھ تھے کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے تھے۔

اس عہد میں ہر شہر و قریہ میں قاری تھے۔ مکہ، مدینہ، بصرہ، دمشق یہ خاص مرکز تھے۔ ان شہروں میں سینکڑوں قاری تھے۔ زیادہ مشہور

مدینہ میں امام زین العابدین ۹۴ھ۔ سعید بن المسیب ۱۰۱ھ۔ امام باقر ۱۱۲ھ امام جعفر ۱۴۸ھ

نافع بن عبد الرحمن ۱۶۹ھ۔
مکہ میں طاؤس ۱۰۶ھ۔ عطا بن ابی رباح ۱۱۲ھ۔ عبد اللہ بن کثیر ۱۲۰ھ۔ مجاہد بن جبیر ۱۲۳ھ
کوفہ میں علقمہ بن قیس ۶۲ھ۔ اسود بن یزید ۹۵ھ۔ سعید بن جبیر ۹۵ھ۔ مجاہد بن جبیر ۹۵ھ
عاصم بن ابی النجود ۱۲۸ھ۔ سلیمان بن مہران الاعمش ۱۴۸ھ۔ ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیات ۱۵۶ھ
بصرہ میں ابو الاسود دوئلی ۶۹ھ۔ یحییٰ بن یعمر ۸۹ھ۔ نصر بن عاصم ۹۰ھ۔ امام حسن بصری ۱۱۰ھ
امام محمد بن سیرین ۱۱۰ھ۔ قتادہ ۱۱۷ھ۔ ابو عمرو بن العلاء بن عمار بن العریان المازنی ۱۵۷ھ
دمشق میں عبد اللہ بن عامر ۱۱۸ھ۔
اسی عہد سے علوم قرآن پر تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ عکرمہ تابعی ۱۰۵ھ۔ علی بن ابی طلحہ ۱۴۳ھ
مقاتل بن سلیمان ۱۵۰ھ نے علم وجوہ و نظایر پر رسائل لکھے۔
حنظلہ نے بیان کیا کہ میں طاؤس کے ہمراہ اس قوم پر گذرا جو قرآن فروخت کرتے تھے۔ اس پر طاؤس نے انا للہ پڑھا (طبقات ابن سعد جلد پنجم ص۲۲)

قرآن قرنِ ثانی میں
۱۷۱ھ سے ۲۲۰ھ تک

جس قدر اسلام اور سلطنت اسلام کو ترقی ہوتی گئی۔ قرآن پڑھنے والوں، قاریوں، کاتبوں، مصنفوں، مفسروں کی کثرت ہوتی گئی۔ ہر ملک و قوم میں بڑے بڑے ائمہ مشائخ و علماء و مشاہیر و امراء نے کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا۔ ابن الندیم نے اس عہد کے کاتبوں کی ایک طویل فہرست دی ہے یہ مختصر اس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

امام کسائی مشہور قاری بھی تھے۔ نحو اور علم خط کے استاد بھی تھے۔ انہوں نے خلیل کے ایجاد کردہ خط کوفی میں اصلاح کی اور علم متشابہات پر تصنیف کی ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ابو محمد یحییٰ بن مغیرہ مقری المعروف یزیدی ۲۰۲ھ نے کتاب المقصور و الممدود لکھی۔

امام شافعی ۲۰۴ھ نے علم احکام القرآن و علم فضایل قرآن پر تصانیف کیں۔

شیخ ابو فید مورج ۲۰۴ھ نے علم غریب القرآن پر تصنیف کی۔

شیخ ابو الحسن سعید بن مسعدۃ الاخفش الاوسط ۲۱۱ھ نے قرآن کے علم افراد و جمع پر تصنیف کی۔

تفاسیر بہت سی تصنیف ہوئیں۔ اس عہد کے مشہور مفسر امام مالک ۱۷۹ھ۔ وکیع بن الجراح ۱۹۷ھ

سفیان بن عنیبہ ۱۹۸ھ۔ یزید بن ہارون ۲۰۶ھ۔ فریابی ۲۱۲ھ ہوئے ہیں۔

امام شافعی محدث فقیہ مفسر قاری تھے۔ ایسے ہی سعید بن داؤد ۲۲۰ھ بھی۔ اس عہد میں سب سے زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے امام ابوبکر ۱۹۳ھ ہوئے ہیں۔ عمر بھر میں چوبیس ہزار قرآن ختم کئے۔

خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ختنام بصری۔ مہدی کوفی۔ اور خلیفہ مامون رشید کے عہد میں احمد بن ابی خالد۔ احمد الکلبی۔ عبداللہ بن شداد۔ عثمان بن زیاد۔ محمد بن عبداللہ مدنی۔ ابوالفضل صالح ابن عبدالملک مشہور کاتب تھے۔ خلیفہ ہارون رشید کے کاتب نے خلیفہ کے حضور میں ایک قرآن تین ورق پر لکھکر نذر کیا۔ خلیفہ اسی میں تلاوت کیا کرتا تھا۔

قرآن قرن ثالث میں

سنہ ۲۲۱ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک

روز بروز قرآن خوانوں، حافظوں، قاریوں، مفسروں، مصنفوں، کاتبوں کی ہر ملک و قوم میں کثرت ہوتی گئی۔

اس عہد کے مشہور کاتبوں میں ابو حدی کوفی بعہد خلیفہ معتصم باللہ ۲۲۷ھ۔ المسحہ ابو حمیرہ۔ ابن حمیرہ ابوالفرح تھے۔ یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ۲۳۲ھ تک ان کا زمانہ ہے۔

اور مشہور قاریوں میں شیخ ابوحاتم سہل بن محمد ۲۴۸ھ۔ اور امام بخاری تھے

اور مشہور مفسرین میں شیخ ابن ابی شیبہ ۲۳۵ھ۔ شیخ ابن راہویہ ۲۳۸ھ۔ امام بخاری ۲۵۶ھ تھے علم ناسخ و منسوخ پر شیخ ابوعبیدہ بن قاسم بن اسلام ۲۲۴ھ نے اور علم سبب نزول پر شیخ علی بن مدینی ۲۳۴ھ نے اور علم اعراب قرآن پر شیخ ابومروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان مالکی قرطبی ۲۳۹ھ نے تصانیف کیں۔ ۲۱۲ھ میں خلیفہ عباسی کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ قرآن مجید مخلوق ہے۔ اس نے اس عقیدہ کو تسلیم کرانے کیلئے محدثین وائمہ علماء پر مظالم کئے۔ امام احمد بن حنبل پر بہت زیادہ سختی کی لیکن کسی نے اس عقیدہ کو تسلیم نکیا۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد یہ غوغا فرو ہوگیا۔

قرآن عہد اختلافی میں

سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک

کاتبوں، مصنفوں اور مفسروں کی تذکرے مفصل کتب تاریخ و فہرست ابن الندیم و کشف الظنون وغیرہ

میں ہیں۔ اس عہد کے کاتبوں میں ابو الحسنین اسحق بن ابراہیم تیمی۔ ابو القاسم اسمعیل۔ ابن منیر تغلقی رواندی نے خاص شہرت حاصل کی۔ اوّل الذکر خلیفہ المقتدر باللہ عباسی ۲۹۵ھ کا کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموافق نام لکھی تھی۔

اس عہد کے نامور مفسرین میں امام ابن ماجہ ۲۷۳ھ اور امام ابن جریر طبری ۳۱۰ھ اور شیخ ابو بکر ابن محمد ۳۱۰ھ بھی تھے۔ طبری نے تیس ہزار ورق پر تفسیر لکھی تھی۔ اس کا خلاصہ تین ہزار ورق پر کیا۔

اس زمانہ کے مشہور قراء میں قاضی ابو اسحاق اسمعیل ۲۸۲ھ و شیخ ابو العباس احمد ۲۹۱ھ تھے۔

شیخ ابو محمد عبد اللہ بن مسلمہ بن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ نے غریب القرآن پر شیخ ابی علی احمد بن جعفر دینوری ۲۸۹ھ نے علم ضمائر پر۔ شیخ ابی العباس احمد بن یحییٰ معروف ثعلب ۲۹۱ھ نے علم شواذ فی القرات پر شیخ محمد بن یزید واسطی ۳۰۶ھ نے علم اعجاز قرآن پر۔ شیخ ابو اسحق ابراہیم بن سری نحوی ۳۱۱ھ نے علم وقف وابتدا پر تصانیف کیں۔

قرآن قرون ثلاثہ کے بعد
۳۱۱ھ سے ۱۳۵۹ھ تک

کوئی قصبہ، کوئی قریہ ایسا کہ جسمیں مسلمانوں کی آبادی ہو دنیا میں نہ تھا۔ کہ جہاں قرآن کا کوئی لکھنے والا نہو۔ چونکہ قرآن پنجگانہ نماز میں پڑھنا ضروری تھا۔ اس کے علاوہ تلاوت بھی کیجاتی تھی۔ پریس و مطابع نہ تھے۔ اس لئے ہر جگہ لکھنے والے لکھتے تھے۔ اسی طرح علوم قرآن، تفسیر قرآن پر تصانیف کی کثرت ہوئی۔ میری معلومات اس معاملہ میں ہندوستان کے متعلق بھی کافی نہیں۔ غیر ممالک کے اہل فن اور اُن کے کارناموں کا کیا ذکر کروں۔ میں نے مختصر معلومات حاصل کرنے کیلئے جو کتب سیر و تاریخ وغیرہ کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ اگر صرف ہندوستان ہی کے متعلق مواد فراہم کیا جائے تو ایک ضخیم جلد طیار ہو جائے۔ میری اس کتاب میں اسقدر گنجایش نہیں۔

علی بن حسن ۳۱۱ھ قرآن کا مشہور کاتب تھا۔ وزیر ابن مقلہ ۳۲۸ھ نے خط کوفی میں اصلاح کر کے خط نسخ ایجاد کیا۔ یہ خط ایسا مقبول ہوا کہ قرآن کی کتابت اسی خط میں ہونے لگی۔ اور اس پر اجماع ہو گیا۔

ابو عبد اللہ حسن ۳۳۵ھ وزیر ابن مقلہ کا بھائی اور ابن مقلہ کے دو شاگردوں محمد بن الیمانی و محمد بن اسد اور ابو الحسن علی بن ہلال معروف بہ بواب ۴۱۳ھ۔ اور ابن بواب کے شاگردوں شیخزادہ احمد سہروردی اور مولانا یوسف مشہدی اور مولانا مبارک شاہ زرین قلم۔ ارغون کابلی۔ میر یحییٰ۔ میر حیدر۔ محمد بن عبد الملک یہ سب

ساتویں صدی ہجری کے آخر تک گذرے ہیں۔

محمد بن عبدالملک کی شاگرد ایک خاتون زینب نام معروف شہیدہ ان سے بھی کتابت قرآن کا شرف حاصل کیا تھا۔ زینب کے شاگرد ابین الدین یاقوت۔ ولی عجمی تلمیذ یاقوت۔ عفیف شاگرد عجمی۔ عماد بن عفیف شمس الدین ابی رقیبہ محتسب شاگرد عماد۔ شمس الدین محمد بن علی زفتاوی شاگرد ابن ابی رقیبہ۔ شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری محتسب۔ ان سب ماہران فن نے بھی کتابتِ قرآن میں نام پیدا کیا

یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی المستعصمی معروف ابوالمجد خواجہ عماد الدین رومی ۶۹۸ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید نواب زادہ سعید الظفر خان بہادر آف بھوپال کے کتب خانہ میں ہے۔

اسداللہ کرمانی۔ حمید اللہ بن شیخ الاماسی۔ دودہ چلپی۔ ملا جلال۔ عبداللہ قرمی بھی قرآن کے مشہور کاتب تھے۔

مرزا بایسنغر خان بن شاہرخ مرزا (نبیرہ امیر تیمور) ۸۳۸ھ خود بھی قرآن لکھتے تھے اور قرآن لکھانے کے اسقدر شایق تھے کہ چالیس خطاط اس خدمت پر مامور تھے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے گئے ہوں گے۔

عبدالباقی حداد المعروف عبداللہ اورنگ زیب غازی کے اُستاد تھے۔ اُنہوں نے دو قرآن ایک تیس ورقوں پر، دوسرا چوب قلم لکھکر شاہجہاں کے حضور میں پیش کیا۔ انعام کثیر اور یاقوت رقم خطاب پایا۔

شہنشاہ اورنگ زیب غازی نے بہت سے قرآن لکھے۔ ان کے لکھے ہوئے قرآن کے نسخے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

حداد کے شاگرد یاقوت رقم خان ثانی اور حداد کے بھتیجے اور تلمیذ مولانا عصمت اللہ ۱۱۰۰ھ نے کتابت قرآن میں خاص شہرت حاصل کی۔

راقم سطور کے جد اعلیٰ (پردادا) قاضی علی احمد کو بھی کتابت قرآن سے خاص ذوق تھا۔ بیس برس کی عمر سے یوم وفات تک چالیس برس برابر اسی کار خیر میں مشغول رہے۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے۔ غرض ہر زمانہ میں ہر ملک میں قصبات و دیہات تک میں قرآن کے کاتب تھے اور قرآن لکھے جاتے تھے۔

قرآن اور علوم قرآنی پر بھی ہر ملک اور ہر زمانہ میں مصنفین نے تصانیف کیں، ان کی تعداد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ میری قلیل معلومات میں یہ ہے کہ تیرھویں صدی کے وسط تک (۱۱۶۱) مکمل تفسیریں لکھی گئی ہیں ان میں سو سوا اور ہزار ہزار جلد کی تفسیریں بھی ہیں۔ اور غیر مکمل تفاسیر کا شمار نہیں۔

اس عہد میں کثرت سے صاحب کمال قاری گذرے ہیں۔ میں کہاں تک فہرست طیار کرتا۔ دو چار نام تکمیل بیان کیلئے لکھتا ہوں۔ امام طحاوی ۳۲۱ھ۔ امام سعد زنجانی ۴۷۱ھ۔ نورالدین علی قاری ۱۰۱۴ھ۔

اور قرا کا ذکر دوسرے موقع پر ہوگا۔

مشہور مفسرین بھی سینکڑوں گذرے ہیں۔ امام ابوبکر محمد بن ابراہیم نیشاپوری ۳۱۸ھ۔ امام طحاوی ۳۲۱ھ شیخ محمد بن علی بن احمد ۳۵۵ھ۔ امام غزالی ۵۰۵ھ۔ علامہ زمخشری ۵۲۸ھ۔ امام رازی ۶۰۶ھ۔ شیخ قاضی بیضاوی ۶۸۵ھ۔ شیخ برہان الدین بقاعی ۸۸۵ھ۔ مفتی ابوالسعود ۹۸۲ھ۔ محمود آلوسی ۱۲۰۴ھ حضرت استاذ الامام العلامہ طنطاوی جوہری ۱۳۵۸ھ۔

قرآن اور ہندوستان

ہندوستان میں اسلام رسول کریم کے عہد میں داخل ہو گیا تھا۔ اس لئے زمانہ قدیم سے ہندوستان میں بڑے محدث اور مفسر ہوئے ہیں۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر میں تفصیل کے ساتھ ان بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ بڑے بڑے کامل الفن قراء گذرے ہیں۔ ہندوستان میں قرآن کے متعلق بہت سی تصانیف ہوئی ہیں۔ عربی۔ فارسی۔ اردو ہر زبان میں تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ تخمیناً کہتا ہوں کہ ہندوستان میں کم و بیش سو مکمل تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں غیر مکمل کا شمار نہیں۔ زیادہ مشہور تفسیریں یہ ہیں۔

تفسیر محمدی شیخ حسن محمد گجراتی ۹۸۲ھ۔ سواطع الالہام علامہ فیضی ۱۰۰۴ھ۔ بیان القرآن عربی دس جلد قاضی عبدالشہید سیوہاروی (یکے از اجداد راقم سطور) تفسیر نظامی شیخ نظام الدین تھانیسری ۱۰۴۷ ہجری۔ تفسیر احمدی ملا جیون ۱۱۳۰ھ۔ تفسیر فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۷۶ھ۔ تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ۔ تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی ۱۲۳۰ھ۔ تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز دہلوی ۱۲۳۹ھ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان ۱۲۶۵ھ۔ فتح البیان نواب صدیق حسن خان ۱۳۰۷ھ۔ فتح المنان مولانا عبدالحق حقانی دہلوی ۱۹۱۰ء) تسہیل التنزیل امام فن مناظرہ مولانا سید ابو المنصور دہلوی (۱۹۰۰ء) اردو میں قرآن مجید کے بیس سے زیادہ ترجمے ہوئے ہیں۔ پشتو، ہندی۔ انگریزی میں بھی علماء ہند نے ترجمے کئے ہیں۔

مصطفےٰ افغان بن سعید (استاد شہزادہ اعظم بن سلطان اورنگ زیب غازی) نے قرآن کا ایسا لغت تیار کیا جس میں الفاظ مع حوالہ سیارہ و رکوع ہیں۔ اس کتاب کا نام نجوم الفرقان ہے ۱۶۹۱ء میں مکمل ہوئی۔

مفتاح القرآن مرزا قلیچ بیگ نے تصنیف کی۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن مولانا محمد غوث ارکانی نے مفید القاری آغا محمد علی عرف قاری عبدالمنان دہلوی نے۔ البیان ما جزیل مفتی عنایت احمد کاکوروی نے خلاصۃ النوادر مولوی سعداللہ نے۔ شرح جزری قاری جونپوری نے۔ فوائد مکیہ قاری عبدالرحمن الہ آبادی نے

فوائد مرضیہ قاری محمد سلیمان دیوبندی نے۔ ہدیۃ الوحید قاری عبدالوحید الہ آبادی نے۔ معرفۃ الوقف قاری محب الدین احمد الہ آبادی نے۔ مقصود القاری قاری نورالدین نے۔ تحفۂ نذریہ قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتی نے۔ تفصیل البیان فی مقاصد القرآن مولوی ممتاز علی دیوبندی نے۔ الاقتصاد فی الضاد مولانا رحیم اللہ بجنوری نے اقتباس الانوار من کلام الغفار مولوی عبداللہ لاہوری نے۔ مشکلات القرآن مولانا سید انور شاہ محدث کشمیری دیوبندی نے۔ تجوید القرآن قاری غلام احمد بھیراوی نے تصنیف کیں۔ نیز کاظم بک ترک نے الفاظ قرآن مجید کی فہرست مرتب کی جس کو کلید خزائن قرآنی کے نام سے ۱۹۰۶ء میں مالک اخبار وطن لاہور نے شائع کیا۔

اس کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ مولانا الحاج محمد یسین ابن مولانا عبد الہادی مرحوم شیرکوٹی نے شامل کیا ہے جو نہایت ہی مفید ہے۔

میری معلومات اس بارے میں نہایت محدود ہیں اس لئے میں اُن تصانیف کی جو علوم قرآن کے متعلق ہندوستان میں تصنیف و شائع ہوئی ہیں۔ کوئی اچھی فہرست مرتب نہ کر سکا۔

تراویح میں قرآن ہر ملک میں پڑھا جاتا ہے۔ ہندوستان میں دیہات میں بھی تراویح کا انتظام ہوتا ہے اکثر مقامات پر رمضان میں شبینہ ہوتا ہے یعنی ایک رات میں تراویح میں تمام قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ احمد حسن محدث امروہوی۔ حضرت حافظ عبدالرحمٰن توکلی مرادآبادی تہجد میں مہینے میں دس قرآن ختم کیا کرتے تھے۔

ایک غلطی کا اظہار

راقم سطور نے اپنی کتاب تاریخ التفسیر میں ص۳۶ پر علماء ہند کے تلمذ کا شجرہ لکھا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد شاہ عبدالقادرؒ شاہ عبدالعزیزؒ۔ سید مرتضی بلگرامیؒ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ قاضی غلام علی سیوہاروی (ایکے از اجداد راقم سطور) شاہ عبدالغنی، شاہ رفیع الدینؒ (شاہ ولی اللہؒ کے اور بھی شاگرد تھے۔ مگر میں نے ان سات حضرات ہی کو لکھا ہے) شاہ عبدالعزیز کے شاگرد قاضی امین الدین سیوہاروی (ایکے از اجداد راقم سطور) مرزا حسن علی، شاہ آمتی نواسۂ شاہ عبدالعزیز تھے۔ (شاہ عبدالعزیز رح کے بہت شاگرد ہیں مگر میں نے ان تین حضرات ہی کو لکھا ہے)

شجرۂ مذکور میں ان تینوں حضرات کے تلمذ کا نشان کاتب صاحب کی غلطی سے شاہ عبدالعزیز کی جگہ سید مرتضی بلگرامی کے نام کے نیچے بن گیا ہے۔

ہندوستان کا دورِ حاضر

دورِ حاضر کے علماء و قرّاء و مصنفین کے حالات معلوم کرنے کیلئے میں نے دیوبند، بھوپال، سہارنپور، دہلی، مرادآباد، بریلی، بدایوں، لکھنؤ، آگرہ، پانی پت کے بعض مشاہیر کو خطوط لکھے۔ مگر کسی بزرگ نے توجہ نفرمائی۔ البتہ مولوی حافظ غلام احمد خانصاحب نے ٹونک سے چند قرّا کے نام لکھکر بھیجے تھے۔ اب ناظرین خود اندازہ فرمالیں کہ میں فہرست مرتب تو کیا پیش کرسکتا ہوں غیر مرتب بھی نہیں پیش کرسکتا

ہندوستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر اور بڑے بڑے قصبات میں اسلامیہ مدارس قایم ہیں۔ ان مدارس میں حدیث، تفسیر اور قرآن کا درس ہوتا ہے۔ قرارت کہائی جاتی ہے، ٹونک، پانی پت، کاندہلہ ضلع مظفرنگر۔ نگینہ ضلع بجنور میں حفاظ کثرت سے ہیں۔

ہزہائنس نواب سعادت علی خاں بہادر خلداللہ ملکہ وسلطنۃ والیٔ ٹونک عالم و فاضل حافظ و قاری ہیں ہزہائنس کے چچا صاحبزادے محمد زمیق خان بہادر کتابت قرآن کے مقدس شغل میں مشغول ہیں۔

بھوپال علماء و قرار کا ماویٰ و ملجا رہا ہے۔ موجودہ فرمانروائے بھوپال ہزہائنس نواب حاجی حمیداللہ خان بہادر خلداللہ ملکہ وسلطنۃ، کو علوم اسلامیہ سے خاص شغف ہے۔ قرآن و حدیث و قرارت کی تعلیم کے لئے حضور موصوف کے ممالک محروسہ میں مدارس قایم ہیں۔ ہزہائنس کے منجھلے بھائی جنرل نواب حافظ حاجی عبیداللہ خان مرحوم مشہور قاری تھے۔

راقم سطور کے وطن قصبہ سیوہارہ میں چالیس سال سے ایک مدرسہ قایم ہے جسمیں تمام علوم اسلامیہ اور قرارت و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔

دیوبند، سہارنپور، مرادآباد، امروہہ کی درسگاہیں تو مشہور عالم ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر لکھی ہے جس کا نام بیان القرآن ہے غالباً دس جلد میں اور قواعد تجوید کے متعلق مولانا کا ایک نظم رسالہ ہے۔ ایک رسالہ جمال القرآن بھی مولانا موصوف کا فن تجوید میں ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رح کے ترجمہ قرآن پر اُن کے شاگرد خاص حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی نے فوائد لکھے ہیں۔

قاری محی الاسلام پانی پتی نے شرح سبعہ قرارت تصنیف کی ہے۔

علامہ عبداللہ العمادی جونپوری نے کتاب محکمات تصنیف کی ہے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی دو تفسیریں ہیں۔ ایک اُردو میں۔ ایک عربی میں۔

مولانا احمد علی لاہوری نے چند مختصر تفسیری رسالے تصنیف کر کے شائع کی ہیں
قاری محمد نظر امروہوی نے ایک رسالہ تسہیل البیان فی رسم نظم القرآن تصنیف کیا ہے۔
قاری ضیاء الدین معلم قرأت مسلم یونیورسٹی نے ایک رسالہ ضیاء القرأت تصنیف کیا ہے۔
ہندوستان کے مشہور عالم اور لیڈر مولانا ابو الکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن مشہور ہے
مسٹر محمد علی لاہوری نے جمع قرآن اور مولوی اشفاق الرحمن کاندھلوی و مولوی نذیر الحق نے
تاریخ القرآن شائع کی ہیں یہ دونوں رسالے قریب قریب ایک ہیں۔ آخر الذکر کی کتاب میں مضامین زیادہ ہیں
انجمن اہل حدیث امرتسر نے ایک رسالہ جمع قرآن و احادیث شائع کیا ہے
پروفیسر محمد اسلم جیراجپوری نے تاریخ القرآن لکھی۔ مولوی بشیر الدین نے بینات نام فہرست مضامین
قرآن لکھی۔ حکیم عبد الشکور صاحب نے تاریخ المصاحف، مولوی عنایت علی نے مصباح القرآن، ڈاکٹر
مرزا ابو الفضل نے مشکلات القرآن۔ حکیم ابراہیم بہاری نے حیات المفسرین۔ مولوی حاجی سعید احمد صاحب
ایم اے فاضل دیوبند نے فہم قرآن۔ خان محمد یوسف بی اے آنرز نے خصوصیات قرآن تصنیف کی ہیں
ڈاکٹر مرزا ابو الفضل و مسٹر عبد اللہ یوسف علی اور مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی نے انگریزی قرآن کا
ترجمہ کیا ہے۔
شیخ الہند ثانی مولانا سید شاہ حسین صاحب رمضان میں علاوہ تراویح کے نوافل میں روزانہ دس
سیپارے پڑھتے ہیں معمولی دنوں میں سات دن میں قرآن ختم کرتے ہیں۔

البیان المستند اسنید عبد الصمد

میں نے یہ دیکھا ہے کہ حدیث و تفسیر و قرآن کے متعلق جن بزرگوں نے تصانیف کی ہیں انہوں نے
اپنے سلاسل ضرور لکھے ہیں۔ انہی بزرگوں کی تقلید میں میں نے تاریخ التفسیر و تاریخ الحدیث میں اپنی اسناد نقل
کی ہیں چونکہ اسلام میں سلسلہ روایت کا خصوصیت سے التزام ہے اور اس سلسلہ پر علوم کا بہت کچھ مدار ہے
اسلئے یہ امر بھی ضروری ہے کہ ہر لکھنے والا اپنے سلسلہ کو ظاہر کر دے تاکہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ کیسے سلسلہ
سے تعلق رکھنے والا ہے۔ اور کس درجہ پر لایق اعتماد ہے۔ انہی خیالات نے مجکو رغبت دلائی کہ میں اپنے
سلاسل یہاں بھی نقل کر دوں۔

اسناد تجوید و قرأت

(۱) عبد الصمد عن قاری اصغر علی سہسپوری مدرس تجوید دار العلوم دیوبند عن قاری عبد اللہ

عرف اللہ بندہ مراد آبادی عن قاری عبد الرحمن مکی الہ آبادی عن قاری عبد اللہ المکی (قاری عبد اللہ کا مکمل سلسلہ دوسری جگہ مذکور ہے)

اسناد علوم حدیث و تفسیر و فقہ وغیرہ

(۱) عبد الصمد عن حضرت الامام العلامہ شیخ الہند ثانی مولانا سید حسین احمد مدنی عن شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی عن مولانا محمد قاسم نانوتوی۔

نیز حضرت الاستاذ کو سند ہے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ و مولانا حسب اللہ الشافعی المکی و مولانا عبد الجلیل برادہ مدنی و شیخ عثمان عبد السلام داغستانی مفتی احناف مدینہ منورہ سے۔

(۲) عبد الصمد عن مولانا اعزاز علی امروہوی عن شیخ الہند

(۳) عبد الصمد عن مولانا سید اصغر حسین عرف میاں صاحب عن شیخ الہند۔

(۴) عبد الصمد عن مولانا عبد السمیع دیوبندی عن شیخ الہند

(۵) عبد الصمد عن مولانا محمد ابراہیم بلیاوی عن شیخ الہند

(۶) عبد الصمد عن مفتی محمد شفیع دیوبندی عن مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری عن شیخ الہند

(۷) عبد الصمد عن شیخ طنطاوی جوہری مصری۔

قرآن اور دکن

سلطان علاؤالدین بہمنی کے زمانہ میں (۷۴۸ھ) علامہ فضل اللہ انجو دکن آئے۔ یہ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے۔ بادشاہ نے ان کو اپنے شاہزادوں محمد۔ داؤد۔ محمود کی تعلیم پر مامور کیا۔ علامہ نے بادشاہ کیلئے ایک قرآن لکھا جو ہفت قرات میں تھا یعنی جس قدر اختلافات قرات ہیں وہ سب ایک جگہ معلوم ہو جاتے تھے۔ یہ قرآن سلطان ٹیپو کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ پھر معلوم نہیں کہاں گیا۔

خدمت قرآن کی سعادت سب سے زیادہ سلطان محمود شاہ بہمنی المتوفی ۷۹۹ھ کے نصیب میں تھی اس نامور بادشاہ نے محدثین و مفسرین و قراء کے وظائف مقرر کئے۔ مدارس قائم کئے۔ اس کی قدردانی سے ایسے ایسے علماء ہوئے جن کی تصانیف کو علماء عالم نے سر آنکھوں پر رکھا۔

شیخ محمد علی کو بلائی نے قرآن مجید کی تبویب پر ایک کتاب ہادیہ قطب شاہی تصنیف کر کے سلطان عبد اللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کے نام پر معنون کی۔ یہ بیان کہ اب تک اس ملک میں کتنے قراء و محدثین و مفسرین گذرے ہیں۔ موجب طوالت ہوگا۔ میں یہاں صرف ایسی چند بزرگ ہستیوں کے نام لکھوں گا

جنکو اہل عرب و عجم نے سلطان المحدثین و امام المفسرین تسلیم کیا ہے۔

سید عبدالاول حسینی سنہ ۹۶۵ھ۔ شیخ علی متقی سنہ ۹۷۵ھ۔ شیخ عبدالوہاب متقی سنہ ۱۰۰۱ھ۔ شیخ فضل اللہ سنہ ۱۰۰۵ھ۔ شیخ طیب سنہ ۱۰۱۰ھ۔

بزرگان مندرجہ ذیل کی تفسیریں بہت مشہور ہیں۔

علامہ حسن بن محمد معروف نظام نیشاپوری سنہ ۷۲۳ھ۔ خواجہ گیسو دراز سنہ ۸۲۵ھ۔ شیخ علی مہائمی سنہ ۸۳۵ھ۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی سنہ ۸۴۹ھ۔ ملا فتح اللہ شیرازی سنہ ۹۹۷ھ۔ شیخ وجیہ الدین علوی سنہ ۹۹۸ھ۔ مولوی عبدالصمد بن نواب شکوہ الملک نصیر الدولہ عبدالوہاب نصرت جنگ سنہ ۱۰۸۷ھ۔

قرآن مجید کی اردو میں سب سے پہلی تفسیر دکن ہی میں لکھی گئی۔ یہ تفسیر مولوی عزیز اللہ ہمرنگ نے لکھی اس کا نام چراغ ابدی سنہ ۱۲۱۲ھ ہے

مشہور امام فن قرارت جزری کے ایک شاگرد ابوعبداللہ نے سلطان حسن گنگو بہمنی سنہ ۷۵۹ھ کے حضور میں ایک قرآن مطلا ہفت قرارت میں لکھکر پیش کیا تھا۔ سلطان نے ان کو شاہزادوں کی تعلیم پر مقرر کیا

نواب میر قمرالدین خان سر سلسلہ خاندان آصفیہ سنہ ۱۱۶۱ھ کو تلاوتِ قران مجید سے خاص ذوق تھا۔

سلطان دکن میر تہنیت علی خان آصف جاہ خامس سنہ ۱۲۸۹ھ نے تین سو حفاظ کو ختم قرآن پر مامور کیا خود بھی ختم میں شریک ہوتے تھے۔

سید عمر نے سنہ ۱۳۳۳ھ میں شاطبی کا نظم میں ترجمہ کیا۔

قرآن اور سلطان العلوم

اعلیٰ حضرت جلالۃ الملک آصفجاہ سابع سلطان ابن سلطان میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم شہنشاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی معارف نوازی نزدیک و دور میں مسلم و مشہور ہے۔ دکن اور تمام ہندوستان اور بیرون ہند تمام ممالک میں اہل علم اور علمی خدمت کرنے والوں کے حضور پُر نور نے وظائف مقرر فرمادئے ہیں تاکہ اطمینان کے ساتھ تصنیف و تالیف اور علمی تحقیقات میں مشغول رہیں۔ یہ کتاب قرآن مجید کے متعلق ہے، یہاں اس امر کی تفصیل کا موقع نہیں۔ ہم نے تاریخ الحدیث، اور تاریخ التفسیر و ضروری کہانیاں میں مفصل بیان کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کو قرآن مجید سے عشق ہے۔ حضور پُر نور کے خاص کتب خانہ میں عمدہ عمدہ اور قدیم سے قدیم نسخے قرآن مجید کے موجود ہیں۔ ہر جمعہ کو نماز کے بعد حضور والا اپنے قاری سے قرات سماعت فرماتے ہیں

خاص بلدۂ حیدرآباد اور ممالک محروسہ میں تعلیم قرآن و قرات و دینیات کیلئے مدارس قایم ہیں
ہندوستان و حجاز کے بڑے بڑے اسلامی مدارس کو امداد مقرر ہے۔ دائرۃ المعارف کا ایک مستقل محکمہ
اسلئے قائم ہے کہ ائمہ سلف کی تصانیف کو تلاش کر کے شائع کرے۔ چنانچہ اب تک حدیث کی وہ
وہ کتابیں شایع ہوچکی ہیں جن کے نام ہی بڑے بڑے علماء نے سُنے تھے۔ دائرۃ المعارف کے مطبوعات
کی فہرست دو جزو پر ہے۔ کنز العمال۔ مستدرک حاکم۔ مسند امام اعظم۔ جیسی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔
دائرۃ المعارف کے مطبوعات بعض مدارس و علماء کو مفت عطا ہوتے ہیں۔ اور علم علماء کیلئے ایک ثلث
کی رعایت ہے۔ آجکل دائرۃ المعارف میں تفسیر لبقاعی مصنفہ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی ۸۸۵ھ
(جو قرآن کی لاجواب تفسیر ہے) کا اہتمام ہو رہا ہے۔

ایک ادارہ اشاعۃ العلوم ہے اس سے بھی کثیر التعداد کتابیں شائع ہوئی ہیں نواب فضیلت جنگ
مولانا انوار اللہ صاحب مرحوم کی تصانیف اور نثر المرجان فی نظم رسم القرآن اور والد ماجد کی تصنیف تاریخ فقہ
اسی ادارے نے شائع کی ہیں۔

ایک ادارہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد میں قایم ہے جو ائمہ سلف کی غیر مطبوعہ تصانیف کو تلاش
کر کے شائع کرتا ہے۔ اسی ادارہ سے امام ابی یوسف وغیرہ کی تصانیف شائع ہوچکی ہیں۔

ایک ادارہ بنام ادارہ علمیہ پندرہ سولہ سال سے والد ماجد نے حیدرآباد میں قایم کیا ہے
اس ادارے کی طرف سے چالیس پچاس کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ والد ماجد کی تصانیف بالخصوص
اور مولانا عبد البصیر آزاد کی تصانیف اسرار التنزیل اور تاریخ القرآن اور "قرآن ایک معجزنما کتاب ہے"
اور راقم سطور کی تمام تصانیف اربعین اعظم۔ الدر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون۔ تاریخ الحدیث، تاریخ التفسیر
وغیرہ اسی ادارہ سے شائع ہوئی ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ تصانیف بیرون ملک بھی پسند کی گئیں۔ والد ماجد کی
دو کتابوں معجزات اسلام اور غازیان ہند کا ترجمہ گجراتی زبان میں ہوا۔ راقم سطور کی کتاب محمود اور فردوسی کا
ترجمہ مورخین کابل نے فارسی میں کیا۔ تاریخ الحدیث اور تاریخ التفسیر کو علماء ازہر مصر نے پسند فرمایا اور
علماء چین نے ان کا ترجمہ اپنی زبان کرنا شروع کیا۔ یہ تاریخ بھی اسی ادارہ کا کارنامہ ہے۔ اس ادارہ کی
ایک خصوصیت ہے جو ہندوستان کے کسی ادارہ میں نہیں کہ ہر تصنیف کی ۲۵۰ جلدیں طلبا و علماء
اور مدارس میں مفت تقسیم کیجاتی ہیں۔

تفسیر مظہری بھی بندگان عالی کے دستِ کرم سے شائع ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کے سیپارے
علیحدہ علیحدہ نہایت اہتمام سے محکمہ سرکار نے طبع کرائے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں قرآن مجید کے نادر

نایاب نسخے موجود ہیں۔

مولوی وحید الزمان المخاطب نواب وقار نواز جنگ مرحوم کی تصانیف ترجمہ صحاح ستہ و تفسیر وحیدی تبویب القرآن اسی عہد سعادت مہد میں مکمل ہوئیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے قرآن مترجمہ شیخ الہند پر فوائد لکھے۔ صحیح مسلم شریف کی شرح لکھی۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے مشکات شریف کی شرح لکھی۔

مولانا عبد الماجد دریابادی انگریزی میں قرآن کا ترجمہ کر رہے ہیں۔ یہ تینوں حضرات وظیفہ خوار دولت آصفیہ ہیں۔ حافظ محمد محبوب خان نے کنز المتشابہات۔ قاضی اطہر حسن امروہوی نے اشعۃ الضیاء مولانا مفتی عبد اللطیف صدر پروفیسر جامعۂ عثمانیہ تاریخ القرآن لکھی۔

ڈاکٹر پکتھال نے انگریزی میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ صوفی تہور علی نے افصح الکلام تصنیف کی۔ مولوی ابو محمد مصلح نے بچوں کیلئے تفسیر لکھی۔ مولوی عبد الرحیم نے تعلیم القرآن کے نام سے چھوٹی چھوٹی تفسیریں لکھنی شروع کی ہیں۔

غرض اعلیٰ حضرت کی معارف نوازی علماء پروری خلفاء عباسیہ سے کسی طرح کم نہیں بلکہ اشاعت علوم اسلامیہ میں اُن سے زیادہ ہے۔ بندگان عالی نے خود تحصیل علوم فرمائی ہے اور شہزادگان والاشان کو بھی علوم وفنون سے بہرہ ور کرایا ہے ؎

دعا گوئے این دولتم بندہ وار\
خدایا تو این سایہ پائندہ دار

الباب الثانی فی المصاحف

مصاحف قرنِ اوّل

مصاحف عہد رسالت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن لکھایا تھا وہ متفرق اشیاء پر تھا۔ آپ نے ایک جلد میں ترتیب کے ساتھ کوئی قرآن جمع نہیں کرایا۔ صحابہ نے جو قرآن لکھے تھے اُن کی کئی صورتیں تھیں۔

(۱) ایک وہ جو کبھی آئے اور کوئی آیت یا چند آیات یا کوئی سورت سُنی وہ لکھ لی جیسے حضرت عمر کے بہنوئی نے مختلف آیات لکھ لی تھیں۔

(۲) ایک وہ جو یاد کرنے کیلئے یا ورد کیلئے متفرق سورتیں لکھتے تھے۔

(۳) ایک وہ جنہوں نے تمام آیات و سور لکھی تھیں مگر سورتوں کی ترتیب نہ تھی۔

غرض رسول کریم کے عہد میں کوئی قرآن بالترتیب بین الدفتین جمع نہیں ہوا تھا۔ اس عہد ہمایوں کی کوئی تحریر قرآن کے متعلق موجود نہیں۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور نے قرآن لکھے ہوئے دیکھے یا قرآن کو ارض عدو میں لیجانے سے منع فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن بین الدفتین جمع تھا۔ بلکہ قرآن کا ہر جزو قرآن کہلاتا ہے۔ حضور کی وفات سے نو دن پہلے تک وحی آتی رہی۔ جب وحی ختم ہی نہیں ہوئی تھی تو ترتیب کیسی؟ کس کو معلوم تھا کہ کس قدر باقی ہے جو کوئی ترتیب سے تحریر کرلیتا۔ پڑھنے میں البتہ سور کی ترتیب صحابہ کو معلوم تھی۔ جس ترتیب سے حضور پڑھتے تھے اور جس ترتیب سے آپ نے عرصہ اخیرہ میں پڑھا اور سُنا۔

مصاحف عہد خلافت اوّل

بعد وفات رسول کریم حضرت ابوبکرؓ نے جو مصحف جمع کرایا تھا اسکو اُم کہتے تھے۔

مصحف اُم۔ یہ مصحف تاحیات حضرت ابوبکر کے پاس رہا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب کے پھر ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے۔ حضرت حفصہ کے وفات کے بعد مروان بن الحکم مدینہ کا حاکم تھا اُس نے یہ نسخہ لیلیا۔ سنہ ۴۶ ہجری میں ایک سفر میں یہ نسخہ اس کے پاس سے گم ہوگیا۔

امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلیفہ اول کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآن نہوں (کتاب الفصل الملل والنحل جلد دوم)

اس عہد کے حسب ذیل مشہور مصاحف کا تذکرہ بخاری، نسائی۔ فتح الباری، مسند احمد بن حنبل کنز العمال، جمہرۃ اللغۃ، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد و خلاصۃ البیان احمد جودت آفندی میں ہے۔

(۱) مصحف عثمان بن عفان
(۲) مصحف علی بن ابی طالب
(۳) مصحف عبداللہ بن مسعود
(۴) مصحف ابی بن کعب
(۵) مصحف ابوزید
(۶) مصحف ابوالدرداء
(۷) مصحف معاذ بن جبل
(۸) مصحف زید بن ثابت
(۹) مصحف عبداللہ بن عمر
(۱۰) مصحف ابی موسی اشعری
(۱۱) مصحف عمرو بن العاص
(۱۲) مصحف سعد بن عبادہ
(۱۳) مصحف سالم
(۱۴) مصحف ابوایوب انصاری
(۱۵) مصحف عبادۃ بن الصامت
(۱۶) مصحف تمیم الداری
(۱۷) مصحف مجمع بن جاریہ
(۱۸) مصحف عبداللہ بن عمرو بن العاص
(۱۹) مصحف ابنۃ عبداللہ بن الحارث
(۲۰) مصحف لبید بن ربیعہ عامری
(۲۱) مصحف عقبہ بن عامر جہنی
(۲۲) مصحف قیس بن ابی صعصعۃ
(۲۳) مصحف سکن بن قیس
(۲۴) مصحف عمر فاروق
(۲۵) مصحف عائشہ رض
(۲۶) مصحف حفصہ رض
(۲۷) مصحف ام سلمہ رض
(۲۸) مصحف ام ورقہ بنت نوفل

مصحف عثمان۔ یہ مصحف حضرت عثمان نے لکھا تھا۔ اس پر لکھا تھا۔ کتبہ عثمان ابن عفان۔ اسی مصحف میں آپ تلاوت فرما رہے تھے کہ حسب پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باغیوں نے آپ کے ہاتھ پر تلوار ماری اور خون آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر گرا۔ (فتح العزیز)۔ حضرت عثمان کے بعد یہ خلفاء بنی امیہ کے پاس رہا۔ نافع بن نعیم سنہ ۱۶۹ھ نے اسکی زیارت کی تھی۔ (فتح العزیز) حافظ ابوعمر نے مقنع میں لکھا ہے کہ عبید قاسم بن سلام متوفی سنہ ۲۲۴ھ نے اسکی زیارت کی تھی۔ شیخ ابن بطوطہ سیاح نے آٹھویں صدی ہجری میں بصرہ میں دیکھا تھا۔

امیر تیمور کے عہد میں (امیر تیمور کی وفات دسویں صدی ہجری کے ابتدا میں ہوئی ہے) ابوبکر الشاشی نے حضرت عبداللہ کے مزار پر رکھدیا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد (جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی) جب روس میں بالشویک حکومت قایم ہوئی تو یہ نسخہ کہیں سے بالشویک کے ہاتھ لگ گیا۔ اب ماسکو میں ہے مسلمانان ترکستان نے اس کو طلب کیا، جلسے وغیرہ کئے (روزنامہ خلافت جلد ۲ نمبر ۱۳۱ بحوالہ سبیل الرشاد)

مصحف علیؓ - (۱) ان کا ایک مصحف مشہد میں اب تک موجود ہے (تاریخ القرآن پروفیسر اسلم ص۲۱)

(۲) دوسرا نسخہ جامع اباصوفیہ قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کو سلطان صلاح الدین نے خزانہ شاہی میں محفوظ کرادیا تھا۔ اب تک موجود ہے۔

(۳) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے عہد خلافت اوّل میں حضرت علی نے ایک نسخہ اپنی یاد سے تین دن میں مرتب کیا تھا۔ اس کو ۳۷۷ھ میں ابن الندیم نے ابی یعلی حمزۃ الحسینی کے پاس دیکھا تھا۔ اُس نے لکھا ہے کہ چند ورق تلف ہوچکے ہیں (الفہرست)

(۴) ایک نسخہ مدینہ میں امانات مقدسہ میں تھا۔ بوقت جنگ عظیم (۱۹۱۸ء) جب امانات مقدسہ مدینہ سے قسطنطنیہ کو منتقل ہوئیں۔ اُن میں یہ مصحف بھی گیا۔ (روزنامہ خلافت جلد ۳ ۱۷۸ وکشاف العہد)

(۵) ایک نسخہ جامع سیدنا حسین میں قاہرہ (مصر) میں ہے

مصحف عبداللہ بن مسعود - اس اصل نسخہ کی نقل دوسری صدی ہجری میں کیگئی تھی۔ اس نقل کو ابن الندیم نے دیکھا تھا۔ اس طرح اس اصل مصحف کا ۲۰۰ ہجری تک اور نقل کا ۳۷۷ تک پتہ چلتا ہے۔

مصحف عقبہ بن عامر اس کو ابن یونس (متوفی ۳۴۷ھ) نے مصر میں دیکھا تھا

مصحف ابوزید - ابوزید کا لاولد انتقال ہوا۔ ان کا ترکہ ان کے بھتیجے حضرت انس کو پہونچا۔ اُنہوں نے بیان کیا ہے کہ اس مصحف کا مالک میں ہوا۔ اسلئے یہ مصحف ۹۰ ہجری تک موجود تھا۔

مصحف اُبی بن کعب - علامہ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ یہ مصحف بصرہ میں محمد بن عبدالملک انصاری کے پاس موجود تھا۔ گویا یہ مصحف ۳۷۷ھ تک موجود تھا۔

مصاحف عہد خلافت دوم

حضرت عمرؓ نے زید بن ثابت سے اپنے لئے قرآن لکھایا۔ (معارف ابن قتیبہ)

اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ کے پاس قرآن تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوالدرداء کے ساتھ ایک جماعت آئی کہ اپنے لکھے ہوئے قرآن زید بن ثابت و اُبی بن کعب و علی مرتضیٰ وغیرہ اصحاب کو دکھائیں (کنز العمال جلد اوّل)

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ خلافت فاروقی میں مسلمانوں کے پاس لکھے ہوئے قرآن ایک لاکھ سے کم نہ تھے (کتاب الفصل جلد اوّل)

حضرت عمر نے دیکھا کہ ایک شخص کے پاس باریک خط میں لکھا ہوا قرآن ہے۔ آپ نے اُسے ہدایت فرمائی کہ قرآن کی عظمت چاہیئے یعنی واضح حروف لکھے جائیں۔

بعض لوگوں کے پاس پہلے سے قرآن کی بعض آیات و سور ایسی لکھی ہوئی بھی تھیں جن کے ساتھ انہوں نے بطور یادداشت تفسیری جملے لکھ لئے تھے۔ حضرت عمر نے اس قسم کی تحریرات کو تلف کرا دیا۔

مصر میں ایک شخص کے پاس اس عہد کا لکھا ہوا ایک جزو موجود ہے۔

مصاحف عہد خلافت سوم

سنہ ۲۵ ہجری میں حضرت عثمان نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس سے مصحف صدیقی منگا کر اسکی سات نقلیں کرائیں۔ ایک اپنے پاس رکھی بطور سرکاری جلد کے، اسی وجہ سے اسکو مصحف الامام کہتے ہیں اور چھ نقلیں مکہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام، بحرین کو بھیجدیں۔

مصحف الامام - اس مصحف پر لکھا ہوا ہے (هذا ما اجمع عليه جماعة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم زيد بن ثابت و عبد الله بن الزبير و سعيد ابن العاص - آگے اور صحابہ کے نام ہیں (نفح الطیب مصری جلد اوّل ص ۲۸۳) - تا حیات حضرت عثمان کے پاس رہا پھر حضرت علی کے پاس رہا۔ پھر امام حسن کے پاس رہا۔ اور خلافت کے ساتھ امیر معاویہ کی سپرد ہوا وہاں سے اندلس چلا گیا۔ وہاں سے مراکش کے دارالسلطنت فاس میں پہونچا۔ (تاریخ ادریسی و تذکرۃ المصاحف) پھر کسی طرح مدینہ آگیا۔ جنگ عظیم میں فخری پاشا ترکی گورنر دیگر تبرکات کے ساتھ قسطنطنیہ لیگیا۔ وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مکی - حضرت عثمان نے جو نسخہ مکہ بھیجا تھا۔ سنہ ۶۵۷ھ تک قبا ترابؓ میں تھا۔ محمد بن جبیر اندلسی سیاح نے سنہ ۵۷۹ھ میں اسکی مکہ میں زیارت کی تھی۔

ابوالقاسم احمد تجیبی (متوفی سنہ ۶۶۵ھ) نے بھی اسکی زیارت کی تھی۔ شیخ عبدالملک نے سنہ ۷۳۵ھ اسکی زیارت کی تھی۔ مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ میں اُنہوں نے سیاحت کی تھی یہ نسخہ جامع دمشق

میں موجود تھا (تہذیب الاخلاق ماہ صفر ۱۳۲۹ھ) مولانا نے غالباً ۱۸۹۶ء میں سیاحت کی تھی۔
سلطان عبدالحمید خان کے عہد میں (سلطان ۱۸۷۶ء میں تخت نشین ہوا اور کم و بیش پچیس تیس برس حکومت کی) جب مسجد میں آگ لگی تو یہ مصحف بھی جل گیا۔ (کشاف الہدیٰ ص ۱۵۷)

مصحف شامی - مورخ احمد مقری نے ۷۵۲ھ میں اسکی زیارت کی تھی۔ یہ نسخہ کوفہ سے سلاطین اندلس پھر سلاطین موحدین پھر امراء بنی مرین کے قبضہ میں آیا۔ اور جامع قرطبہ میں رہا۔ اہل قرطبہ نے اس کو سلطان عبدالمومن کے سپرد کر دیا۔ اس سلطان کے حکم سے ابن بشکوال نے شب شنبہ ۱۱ شوال ۵۵۲ھ میں قرطبہ سے دارالسلطنت مراکش کو منتقل کیا۔ ۶۴۵ھ میں خلیفہ معتضد علی بن مامون کے پاس تھا۔ اسی سال خلیفہ مذکور نے تلمسان پر فوج کشی کی۔ اور مارا گیا۔ اسی ہنگامہ میں یہ مصحف گم ہو گیا۔ لیکن پھر تلمسان کے شاہی خزانہ میں پہونچ گیا۔ وہاں سے ایک تاجر خرید کر واپس لے آیا وہاں اب تک موجود ہے۔

مصحف مصری - یہ مصحف کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے۔ اسکو سلطان صلاح الدین کے وزیر نے ۵۷۵ھ میں تیس ہزار اشرفی میں خرید کیا تھا (الخطط المقریزی)

مصحف یمنی - کتب خانہ جامع ازہر مصر میں ہے

مصحف بحرین - فرانس کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف کوفی - قسطنطنیہ کے کتب خانہ میں ہے۔

مصحف عثمانی (دوم) جامع سیدنا حسین قاہرہ مصر میں ہے

مصحف عثمانی (سوم) کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

مصحف عثمانی (چہارم) انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے (کتبہ عثمان بن عفان) یہ نسخہ شاہان مغلیہ کے پاس تھا۔ اکبر بادشاہ کی اس پر مہر ہے۔ ۱۸۴۵ء میں یہ نسخہ سیجر راونس کو ملا۔ اُس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کتب خانہ کو دیدیا۔ اب انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے۔ آہ سہ

غنی روز سیاہ پیر کنعان را تماشا کن ✲ کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

اس کے ۱۸۱ صفحات ہیں فی صفحہ ۱۲ سطر ہیں۔ سورتوں کے نام بڑے خطوط میں لکھے ہیں، اور دس آیتوں کے بعد ایک نشان ایسے حرف کی صورت میں ہے جو ایک قدیم مغربی زبان کے حرف کی طرح ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر ایک نشان ہے۔ طول و عرض ۹ ½ + ۶ ¾ ہے۔

مصحف ابن مسعود - حضرت عبداللہ بن مسعود نے تین بار مصحف لکھا۔ چونکہ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ اس لئے ابتدا میں انہوں نے جو آیتیں نازل ہوتیں وہ لکھیں اور طویل سورتیں لکھیں اس کے بعد ایک مکمل قرآن لکھا۔ چونکہ یہ قریشی نہ تھے۔ اس لئے یہ نسخہ اُن کا لغت قریش کے خلاف تھا۔ اس مصحف کا ذکر آچکا ہے۔

حضرت عثمان کے عہد میں جب قرآن لغت قریش پر لکھا گیا تو اول انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر اس اختلاف سے رجوع کیا اور ایک قرآن لغت قریش کی موافق لکھا۔ یہ نسخہ کتب خانہ شیخ الاسلام میں مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ ہرن کی جھلی پر لکھا ہوا ہے۔ شیخ ابراہیم حمدی مدیر کتب خانہ مذکور ۱۳۵۷ھ میں اسکو حیدرآباد دکن لائے تھے۔ راقم سطور بھی اسکی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔

مصاحف عہد خلافت چہارم

حضرت علی نے کئی قرآن لکھے۔ حیات رسول میں بھی اور بعد وفات رسول بھی۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا جامعۂ ملیہ دہلی کے کتب خانہ میں ہے۔

چند اوراق حضرت کے رقم فرمودہ شاہی مسجد لاہور میں ہیں۔ چند سورتیں آپ کی مرقومہ امیر تیمور کے ہاتھ آگئیں۔ کسی طرح کسی زمانہ میں لاہور کے کتب خانہ میں رہیں۔ پھر پیرس کے کتب خانہ میں، اب انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ اور چند سورتیں حضرت کی لکھی ہوئی اسی آفس کے کتبخانہ میں ہیں۔ ایک نسخہ حضرت کا لکھا ہوا تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔ یہ نسخہ فتح دمشق میں امیر تیمور کے ہاتھ لگا تھا۔ چار ورق حضرت کے لکھے ہوئے نواب صدر یار جنگ مولوی حبیب الرحمن خان شروانی کے کتب خانہ حبیب گنج ضلع علی گڈھ میں ہیں۔

خالد بن ہیاج حضرت علی کے خادم مشہور خوشنویس تھے۔ ان کا لکھا ہوا ایک نسخہ علامہ ابن ندیم نے محمد بن حسین بغدادی کے کتب خانہ میں چوتھی صدی ہجری میں دیکھا تھا۔

مصحف حسنی - امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے۔

مصحف حسنی (دوم) تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے

مصحف حسنی (سوم) امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرقومہ نسخہ کابل میں ہے۔ اس کے ایک ورق کا فوٹو مجلہ کابل نے سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں شائع کیا تھا۔

مصحف حسینی - امام حسین رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا نسخہ تبرکات جامع مسجد دہلی میں ہے۔

رسول کریم کی وفات کے بعد اور عہد خلافت راشدہ میں اس کثرت سے قرآن لکھے گئے کہ اُن کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کی طرف سے فوج نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو یہ تعداد میں پانسو تھے۔ جب میدانِ جنگ میں یہ کثرت تھی تو گھروں اور شہروں کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

مصاحف قرن اوّل خلافت راشدہ کے بعد

رسول کریم کے عہد سے لیکر اور اختتام زمانہ خلافت راشدہ تک لاکھوں قرآن لکھے گئے۔ صحابہ نے لکھے پھر اُن کے شاگردوں تابعین نے لکھے۔ تابعین کی تعداد کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ایک ایک صحابی کے ہزاروں شاگرد تھے۔

امام زین العابدین بن امام حسین المتوفی سنہ ۹۴ھ کا مرقومہ نسخہ کتب خانہ جامعہ ملیہ دہلی میں ہے۔

اسی عہد کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند میں ہے۔

طاؤس بن کیسان تابعی المتوفی سنہ ۱۰۶ھ نے ایک قوم کو دیکھا جو قرآن لکھکر فروخت کرنے کا پیشہ کرتے تھے۔ (طبقات قسم ۲ جلد ۲)

مصاحف قرن دوم

ہر زمانہ کے مصاحف دنیا کے مختلف مقامات پر ہیں۔ میری معلومات اس معاملہ میں بہت کم ہے میں ہندوستان میں جو نسخے ہیں انہی کی پوری نشاندہی نہیں کرسکتا اور دیگر ممالک کے تو کیا بتا سکتا ہوں۔

امام جعفر صادق ابن امام باقر المتوفی سنہ ۱۴۸ھ کا مرقومہ قرآن مجید جامع مسجد دہلی کے تبرکات میں ہے سنہ ۱۶۸ھ کا لکھا ہوا قرآن کا ایک نسخہ قاہرہ میں موجود ہے (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام صفحہ ۳۸۸)

مصاحف قرن سوم

امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم المتوفی سنہ ۲۰۳ھ کا لکھا ہوا قرآن مجید بڑودہ لائبریری میں موجود ہے (تاریخ صحف سماوی) یہ نسخہ ایران سے کسی طرح سلاطین گجرات کے قبضہ میں آیا اور احمد آباد میں خزانہ شاہی میں محفوظ رہا۔ جب مرہٹوں نے احمد آباد لوٹا تو یہ نسخہ بھی لوٹ میں بڑودہ آیا۔

اسحاق بن مرار شیبانی المتوفی سنہ ۲۰۶ھ نے جامع مسجد کوفہ کے منبر پر ایک قرآن لکھکر رکھدیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھر اُن کو قبائلیوں پر قرآن کے نوّے نسخے لکھنے پڑے، اُن کے لکھے ہوئے نسخے بغداد اور

کونے میں موجود ہیں۔

مصاحف قرون ثلاثہ کے بعد

اسلام جس قدر ترقی کرتا گیا اور فتوحات اسلامی اضافہ ہوتا رہا۔ مصاحف کی کتابت کا شوق بھی ترقی کرتا رہا۔ ہر ملک میں بڑے بڑے ائمہ و علماء و بزرگوں و امراء و اہل فن نے قرآن شریف لکھے، ہر ملک میں قدیم زمانے کے لکھے ہوئے نسخے کثرت سے موجود ہیں۔ ہندوستان کے مشہور شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر غازی کو کتابت قرآن کا بہت شوق تھا۔ اُن کے لکھے ہوئے نسخے ہندوستان کے اکثر کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ابوالمجد خواجہ عمادالدین رومی ۶۹۸ھ المعروف یاقوت بن یاقوت بن عبداللہ رومی کاتب خلیفہ مستعصم باللہ کا لکھا ہوا قرآن مجید کتب خانہ بھوپال میں ہے۔

والد ماجد کو ایک خوشنما مطلّا حمایل زمانہ قدیم کی لکھی ہوئی کتب خانہ ریاست ٹونک میں الحاج جناب مرزا محمد بیگ صاحب نے دکھائی تھی۔

جب سے مطابع قایم ہوئے ہیں۔ ہر ملک میں قسم قسم کے تکلفات سے ہزاروں کی تعداد میں ہر سال قرآن شائع ہوتے رہتے ہیں۔

الباب الثالث فی الشتات

اصطلاحات

قرآن مجید اور علوم قرآن کے متعلق سینکڑوں اصطلاحیں ہیں۔ میں یہاں مجمل طور پر صرف اُن اصطلاحوں کو لکھوں گا جن کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے اور جنکی کسی قدر وضاحت کی ضرورت ہے۔

(۱) **آیت** ۔ قرآن کے اُس جملہ کو کہتے ہیں جو اپنے ماقبل و مابعد سے منقطع ہو اس کا نشان ۵ ہے یعنی یہاں جملہ قرآنی ختم ہوا۔ آیات کا علم توقیفی ہے۔ (اتقان نوع ۱۹)

(۲) **سورہ** ۔ حد کو کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن کے ہر محدود جزء کا نام سورہ ہے۔ یعنی چند آیتوں کا مجموعہ

(۳) **سیپارہ** ۔ یہ فارسی لفظ ہے۔ عربی میں جزو کہتے ہیں۔ قرآن کے تیس حصے ہیں۔ اس لئے ہر حصہ کو سیپارہ کہتے ہیں۔ عرب الجزو الاول، الجزو الثانی وغیرہ بولتے اور لکھتے ہیں۔

(۴) **رُبع** ۔ سیپارہ کا چوتھائی حصہ۔

(۵) **نصف** - آدھا سیپارہ۔

(۶) **ثلث** - ایک سیپارہ کا تین چوتھائی حصّہ۔

(۷) **حزب** - مصر و مغرب میں بجائے سیپارہ کے نصف و ثلث کے ہر جزو یعنی سیپارہ کو دو حصوں پر منقسم کرتے ہیں اور ہر حصّہ کو حزب کہتے ہیں۔

(۸) **مقرر** - قراء و حفاظ اپنے شاگردوں کو حفظ کرانیکے لئے حزب کے جو حصّے مقرر کریں۔

(۹) **رکوع** - قرآن کی ہر بڑی سورت منقسم ہے، اوسکے ایک حصّہ کو رکوع کہتے ہیں۔ یعنی چند آیات کا مجموعہ۔

(۱۰) **منزل** - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات دن میں قرآن ختم فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ ورد کیلئے آپ نے سورتیں تقسیم کر لی تھیں - آپ کے روزانہ ورد کو ایک حزب یا منزل کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن میں سات منزل ہیں

(۱۱) **سبع طوال** - قرآن کی سات بڑی سورتیں - بقرہ - آل عمران - نساء - مائدہ - انعام - اعراف انفال مع توبہ۔

(۱۲) **سبع المئین** وہ سورتیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہیں سورہ یونس سے سورہ فاطر تک

(۱۳) **سبع المثانی** - سورہ یٰسین سے قٓ تک۔ مثانی اسلئے کہتے ہیں کہ ان میں قصص کو دہرایا گیا ہے - اور بار بار نصیحتیں کی گئی ہیں۔ یہ سو سے کم آیت والی سورتیں ہیں۔

(۱۴) **مفصّل** - سورہ قٓ سے آخر قرآن تک کو کہتے ہیں۔ سورہ قٓ چھبیسویں سیپارہ میں ثلث کے بعد ہے - اسلئے تقریباً سوا چار سیپارے مفصل کے ہیں۔ مفصل اسلئے کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی سورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مفصل کی تین قسمیں ہیں۔

طوال مفصّل - قٓ سے مرسلات تک

اوساط مفصّل - سورہ نبا سے ضحیٰ تک۔

قصار مفصّل - الم نشرح سے ناس تک۔

(۱۵) **تعوّذ و استعاذہ** - اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

(۱۶) **تسمیہ** - بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۷) **صحابی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۱۸) **تابعی** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۱۹) **تبع تابعین** - وہ لوگ جنہوں نے بحالت اسلام کسی تابعی کو دیکھا اور اسلام ہی پر اُن کا خاتمہ ہوا۔

(۲۰) **حدیث** قول وفعل و تقریر رسول کریم۔ حدیث کو **خبر** بھی کہتے ہیں۔ اور **وحی غیر متلو** اور **وحی خفی** بھی کہتے ہیں۔ ان کا مطلب حضور کے قلب مبارک پر نازل ہوتا جس کو حضور اپنی عبارت میں بیان فرماتے تھے۔

(۲۱) **تخریج**- کسی حدیث کی تلاش کر کے صحیح سند نکالنا۔ اور کسی حدیث کو مع سند ذکر کرنا۔

(۲۲) **وحی متلو یا وحی جلی** جس کے الفاظ وعبارت منجانب اللہ حضور پر نازل ہوتے تھے یہ قرآن ہے۔

(۲۳) **تفسیر**- قرآن کی شرح

(۲۴) **سند**- راویوں کا سلسلہ صاحب واقعہ تک

(۲۵) **راوی** روایت بیان کرنے والا۔

(۲۶) **اصول الروایۃ** وہ قواعد جن سے سند حدیث کی جانچ ہوتی ہے

(۲۷) **اصول درایت** وہ قواعد جن سے نفس حدیث کی جانچ ہوتی ہے۔

(۲۸) **تعدیل**- راوی کے اوصاف بیان کرنا۔

(۲۹) **جرح**- راوی کے نقائص بیان کرنا۔

(۳۰) **حافظ**- جس کو تمام قرآن زبانی یاد ہو

(۳۱) **قاری** جس نے قواعد تجوید کے موافق قرآن پڑھا ہو۔

(۳۲) **تعامل**- عملدرآمد

(۳۳) **توارث**- قدامت عمل

(۳۴) **مُقری**- پانچویں صدی ہجری تک علوم قرآن میں فن قرات- تفسیر- علم ناسخ ومنسوخ جو فن حدیث میں تھا (کتاب الناسخ والمنسوخ لابی جعفر النحاس) ان علوم کے ارباب کمال کو مقری کہتے تھے مقری کا علوم دینیہ میں صاحب دستگاہ ہونا شرط تھا۔

(۳۵) **حدیث متواتر**- جس کو اسقدر راویوں نے روایت کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو

(۳۶) **حدیث صحیح** جس کی سند صحیح ہو اور مسلسل ہو اور اسمیں کسی قسم کی علت نہو۔

(۳۷) **اخبار احاد**- جو حدیث متواتر نہو۔

(۳۸) **حدیث حسن**۔ جس کے راوی حدیث صحیح کے راویوں سے صفت ضبط میں کم ہوں
(۳۹) **مُدرج**۔ جس حدیث کی سند یا متن میں صحابی یا تابعی کا قول مل گیا ہو۔
(۴۰) **مضطرب**۔ راوی سے اس طرح تبدیلی ہوئی ہو کہ ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو۔ یا راوی کو سلسلہ رواۃ یا عبارت میں حدیث مسلسل یاد نہ رہی ہو۔
(۴۱) **مَوضُوع**۔ گھڑی ہوئی حدیث۔
(۴۲) **ضعیف** وہ حدیث جس کے راویوں میں کوئی راوی کم فہم یا بد حافظہ ہو۔
(۴۳) **مرفُوع** وہ حدیث جس کی سند رسول کریم پر منتہی ہو اور سب راوی ثقہ ہوں
(۴۴) **اثر** وہ حدیث جسمیں راوی صحابی کے قول و فعل یا تقریر کو بیان کرے۔
(۴۵) **مُرسَل** وہ جس کا تابعی کا اوپر کا راوی ساقط ہو۔
(۴۶) **طُرق**۔ سلسلۂ روایت۔

مکّی مدَنی

بعثت کے بعد رسول کریم کا مستقل قیام دو جگہ رہا ہے۔ اوّل مکہ میں بارہ برس پانچ مہینے اکیس دن۔ اس کے بعد آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ اور دس برس چھ مہینے نو دن گذرنے پر ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہجری کو وفات پائی۔ اس کل زمانہ میں جو سورتیں بحالت قیام مکہ نازل ہوئیں وہ مکی اور جو بحالت قیام مدینہ نازل ہوئیں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔

دوران قیام مکہ و مدینہ میں حضور نے سفر بھی کئے ہیں اور بحالت سفر وحی بھی نازل ہوئی ہے۔ زمانہ سفر کی وحی اسی مقام سے متعلق ہے جہاں حضور کا مستقل قیام تھا۔

بعض سورتوں کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ بعض سورتوں کا نزول مکہ سے شروع ہوا۔ اور تکمیل مدینہ میں ہوئی۔ اس لئے ایسی سورتوں کے متعلق جنہوں نے ابتدائے نزول کا اعتبار کیا ہے اُن کو مکی قرار دیا ہے اور جنہوں نے اختتام کا اعتبار کیا ہے اُنہوں نے اُن کو مدنی ٹھیرایا ہے

سبعۃ اَحرُف

رسول کریم کا ارشاد ہے (ان هذا القرآن انزل علیٰ سبعة احرف فاقرؤا ما تیسر منه) یہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے (بخاری و مسلم) یہ حدیث ثبوت کے اعتبار سے صحیح ہے مگر مدلول

کے اعتبار سے ظنی ہے۔ احرف کے معنی میں علماء کو اختلاف ہے۔ فتح الباری میں چالیس قول نقل کئے گئے ہیں۔ بعض نے سبع قرارت مُراد لی ہے لیکن ائمہ نے لکھا ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ قرا سبعہ (نافع۔ عبداللہ بن کثیر۔ ابوعمرو۔ عبداللہ بن عامر۔ عاصم۔ حمزہ۔ کسائی) یہ حضور کے عہد میں موجود نہ تھے ان کا زمانہ زمانۂ رسالت سے کچھ کم ایک صدی بعد ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ صحابہ میں جو سات قاری مشہور تھے وہ مراد ہیں (من جملتھم سبعۃ ائمۃ اعلام دارت علیھم اسانید القرآن وذکروا فی صدورالکتب والاجازۃ عثمان ابن عفان۔ علی بن ابی طالب۔ ابی بن کعب۔ عبداللہ بن مسعود۔ زید بن ثابت، ابوموسی اشعری، ابوالدرداء (طبقات القراء للذہبی)

لیکن یہاں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جب حضرت عثمان نے قران نقل کرائے تو ہدایت کی کہ لغۃ قریش پر لکھا جائے کیونکہ انہی کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے اور ان قراء سبعہ میں کئی غیر قریشی ہیں۔ اگر یہ امر واقعی ہوتا تو صحابہ حضرت عثمان کے اس کو کبھی قبول نہ کرتے۔

بعض نے لکھا ہے کہ عرب کے سات فصیح قبائل مراد ہیں۔ قریش۔ بنو سعد۔ بنو تمیم۔ بنو ہذیل، بنو اسد۔ بنو ربیعہ۔ بنو قضاعہ (اتقان)

علامہ دانی نے لکھا ہے کہ سبعہ احرف کا مقصد لغات مختلفہ ہیں۔ یہی قول اکثر محققین وجمہور اہل ادا کا ہے (المقنع) علامہ دانی نے لغات مختلفہ کی تشریح بھی ہے کہ سبعہ قبائل فصیح عرب یعنی غیر زبانوں کے الفاظ نہیں۔

سبع قبائل کے لغات سے مطلب یہ ہے کہ جو محاورات ان قبائل میں رائج ہیں اور چونکہ یہ سب ایک ہی زبان کے فصیح قبائل ہیں۔ اسلئے ایک دوسرے کے فصیح محاورات کو استعمال کرتے رہتے ہیں۔ جیسے اہل دہلی نے لکھنؤ والوں کے اور لکھنؤ والوں نے اہل دہلی کے بعض محاورات والفاظ کو اختیار کرلیا ہے

حضرت عثمان کے اس حکم سے کہ لغۃ قریش پر لکھا جائے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ اگرچہ لغات دیگر قبائل کے بھی ہیں اور قریش میں مستعمل ہیں۔ قریش نے اُن کو پسند کرکے اپنے محاورات میں شامل کرلیا ہے، مگر طرز تحریر اُن کا اختیار نہیں کیا۔ اس لئے طرز تحریر اسی قبیلہ کا رہنا چاہیئے جسمیں رسول کریم تھے۔

قرآن کو سات حرف پر قرارت کرنا اُمت پر واجب نہیں تھا بلکہ بنظر سہولت ان کو اجازت دیگئی تھی۔ (اتقان نوع ۱۶)۔

اسمائے سور

قرآن مجید کی اندرونی شہادت سے ثابت ہے کہ سورتوں کا تعین خداوند ذوالجلال کے حکم سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چنانچہ ارشاد ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (ایک سورت ایسی بنا لاؤ) جب سورتوں کا تعین فرمایا تو نام بھی ضرور تجویز فرمائے ہوں گے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں وقد ثبت جمیع اسماء السور بالتوقیف من الاحادیث والآثار۔ یعنی تمام سورتوں کے نام احادیث و آثار سے ثابت ہیں کہ توقیفی ہیں (اتقان)

ایک شخص سے حضور نے دریافت فرمایا کہ تو قرآن پڑھ سکتا ہے اُس نے کہا ہاں فلاں سورت (بخاری کتاب النکاح) اس حدیث سے بھی تعیین سور کی تائید ہوتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان لکل شئ قلبا و قلب القرآن یٰس۔ یعنی رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کا قلب ہے اور قرآن کا قلب یٰس ہے (ترمذی۔ مشکوٰۃ۔ دارمی)

عن علی قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لکل شئ عروس و عروس القرآن الرحمٰن۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ ہر شے کی زینت ہے اور قرآن کی زینت رحمٰن ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدًا۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا اسکو فاقہ نہ ہوگا (مشکوٰۃ)

واخرج الطبرانی فی الاوسط بسند حسن عن ابن مسعود عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لقد انزل علیّ آیات لم ینزل مثلهن المعوذتین۔ رسول کریم نے فرمایا کہ مجھ پر چند آیات بےمثل نازل ہوئی ہیں یعنی معوذتین (درمنثور جلد ششم)

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علیؓ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنافق لا یحفظ سورۃ هود وبراءۃ ویٰس والدخان وعم یتساءلون۔ رسول کریم نے فرمایا کہ منافق کو سورہ ہود، براءۃ، یٰسین، دخان، عم یتساءلون یاد نہیں ہو سکتی۔ (درمنثور)

عن عقبۃ بن عامر قال قلت یا رسول اللہ اقرأ سورۃ هود و سورۃ یوسف قال لن تقرأ شیئًا ابلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا کروں، آپ نے فرمایا قل اعوذ برب الفلق ان سے بلیغ ہے (نسائی مشکوٰۃ۔ دارمی۔ مسند احمد بن حنبل)۔

عن البراء قال آخر سورة نزلت کاملۃ براءۃ وآخر سورۃ نزلت خاتمتہ سورۃ النساء یستفتونک الخ۔ براء کہتے ہیں کہ آخر میں مکمل سورۃ براءت نازل ہوئی اور سورہ نساء کا خاتمہ نازل ہوا۔ (بخاری)

رسول کریم نے فرمایا سورہ بنی اسرائیل، کہف، مریم، طٰہٰ، انبیاء یہ میرا خزانہ ہیں (بخاری)

رسول کریم جب بستر پر تشریف لاتے تو اخلاص اور معوذتین پڑھتے۔ (بیہقی)

رسول کریم نے فرمایا سب سے افضل سورہ الحمد ہے (بخاری)

رسول کریم نے فرمایا مجکو تمام سورتوں سے محبوب سورہ فتح ہے (بخاری)

عن عقبۃ بن عامر انہ سأل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن المعوذتین فامنا بھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوۃ الفجر یعنی رسول کریم نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھیں (مستدرک حاکم جلد اول)

روی ابن عباس عن ابی بن کعب ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ قل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرۃ الی اولئک ھم المفلحون ثم بدعاء الختمۃ یعنی رسول کریم جب تلاوت میں سورہ ناس پڑھتے تو پھر الحمد سے شروع کرتے اور سورہ بقر کی ابتدائی آیات مفلحون تک پڑھکر دعائے خاتمہ پڑھتے (دارمی)

ان کے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں جن سے سورتوں کے نام حضور سے ثابت ہیں۔ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کے نام بھی خداوند ذوالجلال کی طرف سے ہیں۔

اسمائے اجزاء

قرآن مجید کے تیس سیپارے ہیں۔ ہر سیپارہ پر جزو اول و جزو ثانی وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ سیپاروں کے نام نہیں ہیں۔ ابتدائی آیت و الفاظ کو جلی قلم سے اسلئے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں سے سیپارہ شروع ہوا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ابتدائی حرف سیپارہ کا نام ہے۔

شمار

عہد خلافت اول میں جب قرآن جمع کیا گیا تو سورتوں کا شمار ہوا۔ زید بن ثابت نے سورتیں شمار کیں جو کل (۱۱۴) ہیں۔ بعض سورتوں کی آیات کی تعداد حضور علیہ السلام سے منقول ہے۔ مثلاً آپ نے فاتحہ کے متعلق فرمایا کہ وہ سات آیتیں ہیں۔ سورہ ملک کے متعلق فرمایا کہ وہ تیس ۳۰ آیتیں ہیں (اتقان)

ترتیب کے بیان میں ایک یہ روایت نقل کیگئی ہے کہ جبریل نے حضور سے کہا کہ اس آیت کو بقرکی (۲۸۰)
آیات کے بعد لکھو۔ ایک روایت بھی نقل کیگئی ہے کہ حضور نے فرمایا جو کوئی سورہ کہف کی اول کی دس آیتیں
پڑھے الخ۔ اور بھی اس قسم کی روایتیں ہیں لیکن مجھے باوجود تلاش کوئی صاف روایت ایسی نہیں ملی جس سے
یہ معلوم ہوتا کہ آیات کا شمار حضور کے عہد میں ہوا ہے۔ اور غالباً سور و آیات کا شمار حضور کے عہد میں نہیں
ہوا کیونکہ وحی کا سلسلہ آپ کی وفات سے نو دن پہلے تک جاری رہا۔

اور کوئی روایت ایسی بھی نظر سے نہیں گذری جس میں عہد خلافت اول میں شمار آیات کا ذکر ہو۔
آیتوں کا شمار غالباً حضرت عمر کے عہد میں ہوا کیونکہ انہوں نے حکم دیا تھا کہ تراویح میں فی رکعت (۳۰) آیتیں
پڑھی جائیں۔

حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت انس بن مالک۔ حضرت ابوالدرداء
حضرت عبداللہ بن عباس۔ حضرت عبداللہ بن عمر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے آیات کا شمار کیا ہے۔
یہ شمار یا تو صحابی کے شاگرد تابعی کی طرف منسوب ہے، یا مقام کی طرف۔ حضرت عثمان کا شمار شامی مشہور ہے
اور عبداللہ بن عامر الحصبی کی طرف منسوب ہے۔ حضرت علی کا شمار کوفی مشہور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا
مدنی اول اور حضرت عائشہ کا مدنی دوم مشہور ہے (فنون الافنان فی عجائب القرآن لابن الجوزی و اتقان
و منار الہدیٰ)

آیات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بعض دفعہ آیتوں کے سرے
پر ٹھیرا کرتے تھے اور بعض دفعہ وصل بھی فرما دیا کرتے تھے۔ لہٰذا بعض نے فصل کا اعتبار کیا ہے بعض نے وصل کا

تعداد آیات

حضرت عائشہ کا شمار	۶۶۶۶	شامی	۶۲۵۰
ابن مسعود " "	۶۲۱۸	بصری	۶۲۱۶
اہل مکہ " "	۶۲۱۲	کوفی	۶۲۳۶
اسمٰعیل بن جعفر مدنی "	۶۲۱۴	عراقی	۶۲۱۴

اقوال عامہ ۶۶۶۶

اعشار۔ بصری ۶۲۳	کوفی ۶۲۳	
اخماس " ۱۲۴۶	" ۸۶۶	

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حروف بھی شمار کئے ہیں۔ باقی شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے

ابن مسعود کا شمار (۳۲۲۶۷۱) مجاہد کا شمار (۳۲۱۱۲۱) اقوال عامہ (۳۲۰۲۶۷)

صحابہ نے کلمات کا شمار بھی کیا ہوگا کیونکہ جب آیات و حروف گنے تو کلمات کیوں چھوڑے ہوں گے۔ لیکن کلمات کا شمار تابعین کے نام سے مشہور ہے۔ کلمات پر ہم نے حروف کو اسی وجہ سے مقدم کیا ہے کہ اسمیں ایک صحابی کا بھی نام ہے۔

کلمات

حمید اعرج کا شمار	۷۶۴۳۰	عبدالعزیز بن عبداللہ کا شمار	۷۰۴۳۹
مجاہد	۷۶۲۵۰	اقوال عامہ	۸۶۴۳۰

جماعت قراء حجاج بن یوسف نے بھی جنمیں امام حسن بصری، یحیی بن یعمر۔ سفر بن عاصم وغیرہ تھے حروف کا شمار کیا۔ اور قرآن ادراجزاء و احزاب کا ربع، ثلث، نصف قایم کیا۔ اسی جماعت نے قسم وار حروف و حرکات کا شمار کیا۔ چونکہ شمار حروف میں اختلاف ہے۔ اسلئے کلمات و ربع و نصف و ثلث میں بھی اختلاف ہے۔ حروف میں اختلاف کا باعث اس قسم کے امور ہیں کہ کسی نے حرف مشدد کو ایک گنا ہے اور کسی نے دو۔

حرکات

فتحات	۴۵۳۱۴۳	کسرات	۳۹۵۸۲	تشدید	۱۲۷۴
ضمات	۸۸۰۴	مدات	۱۷۷۱	نقاط	۱۰۵۶۸۴

حروف

ا - ۴۸۸۷۶	د - ۵۶۰۲	ض - ۱۲۰۷ (۱۶۰۷)	ک - ۹۵۰۰
ب - ۱۱۴۲۸	ذ - ۴۶۷۷	ط - ۱۲۷۷	ل - ۳۰۴۳۲
ت - ۱۱۰۹۵	ر - ۱۱۷۹۳	ظ - ۸۴۲	م - ۳۶۵۶۰
ث - ۱۲۷۶	ز - ۱۵۹۰	ع - ۹۲۲۰	ن - ۴۵۱۹۰
ج - ۳۲۷۳	س - ۵۸۹۱	غ - ۲۲۰۸	و - ۲۵۵۳۶
ح - ۳۷۹۳	ش - ۲۲۵۳	ف - ۸۴۹۹	ہ - ۱۹۰۷۰
خ - ۲۴۱۶	ص - ۲۰۱۳	ق - ۶۸۱۳	ی - ۴۵۹۱۹

امام جعفر صادق نے شمار کرکے آیات کی قسموار تقسیم کی ہے۔

"منقول است از امام ناطق جعفر صادق علیہ السلام کہ جملہ آیات قرآن مجید کہ شش ہزار و شش صد

وشش اند۔ چہار صد آیت در تحویذ است ویکہزار و دو صد در شرائع اسلام ویکہزار در ترتیب سلطنت و ششصد در قصص و چہار صد در معاملات است و یکہزار در عذر جرائم و یکہزار در ضمان رزق و ہفت صد در جہاد و پانصد در حج و باقی در حکم طلاق و نکاح (مقصود القاری)

بعض بزرگوں سے اس طرح تقسیم و تفصیل کی ہے۔

آیات وعدہ	آیات وعید	نہی	امر	مثال	قصص	حلال
۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۱۰۰۰	۲۵۰

حرام	تسبیح	منسوخ۔
۲۵۰	۱۰۰	۶۶

جن آیات میں صراحت سے احکام بیان ہوئے ہیں اُن کی تعداد (۱۵۰) ہے۔ اور استنباط کے لحاظ سے کل احکامی آیات کی تعداد (۵۰۰) ہے۔ وہ آیتیں جنمیں علوم کا ذکر آیا ہے یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۵۰) سے زیادہ ہیں۔ چونکہ نوع انسان کو باعتبار روحانیات کے مادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ تعداد میں زیادہ ہیں۔

تجزیۂ قرآن

قرآن منزلوں، سیپاروں، ثلث، نصف، رُبع۔ سُورتوں، آیتوں۔ ان سات چیزوں پر تقسیم ہے منزل۔ سورۃ۔ آیات یہ تین تو حضور کے مقرر فرمودہ ہیں۔ سات منزلوں پر تقسیم حضور نے کی ہے۔ (اتحاف السّادہ شرح احیاء العلوم جلد سوم ص۴۳ھ)

ہر سورت کے ابتداء میں بسم اللہ لکھی جاتی تھی۔ حضرت عثمان کے عہد سے سورتوں کے نام بھی لکھے جانے لگے۔ آیت کا نشان (⁘) یہ تھا جو آیت کے سرے پر ہوتا تھا۔ پھر تخمیس و تعشیر کے نشان مقرر ہوئے (اتقان) یہ سب حضرت عثمان کے زمانہ میں ہوا۔ کیونکہ تعشیر کے متعلق روایت لکھی جا چکی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ان کو ناپسند کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان رضؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں جو قرآن حضرت عثمان کے عہد کا لکھا ہوا ہے اسمیں دس آیتوں کے بعد نشان ہے اور دو سو آیتوں کے بعد حاشیہ پر نشان ہے۔

ابو الاسود نے آیت کا نشان گول دائرہ (O) مقرر کیا۔

سنن ابی داؤد و سنن ابن ماجہ و مسند احمد بن حنبل و طبقات ابن سعد میں روایت ہے کہ جب وفد ثقیف نبی کریم کے حضور میں حاضر ہوا تھا تو ایک دن حضور حجرہ سے دیر میں تشریف لائے اور فرمایا

مجھے آج اسوجہ سے دیر ہوگئی کہ قرآن کا روزانہ کا ورد رہگیا تھا اُس کو پُورا کیا۔ اوس ثقفی نے آپ کے معمول کے متعلق دریافت کیا تو حسب ذیل جواب ملا۔

دن	تعداد سور	اسمار سور
۱	۳	بقرمعہ فاتحہ - آل عمران - نساء - فاتحہ چونکہ ابتدائی سورت بطور دعا کے ہے اسلئے اکثر ورد میں علیحدہ شمار نہیں کرتے
۲	۵	مائدہ - انعام - اعراف - انفال - برأت
۳	۷	یونس - ہود - یوسف - رعد - ابراہیم - حجر - نحل
۴	۹	بنی اسرائیل - کہف - مریم - طٰہٰ - انبیاء - حج - مؤمنون - نور - فرقان
۵	۱۱	شعراء - نمل - قصص - عنکبوت - روم - لقمان - سجدہ - احزاب - سبا فاطر - یٰسین -
۶	۱۳	والصافات - صٓ - زمر - مؤمن - حم سجدہ - شوریٰ - زخرف - دخان جاثیہ - احقاف - محمد - فتح - حجرات
۷		قٓ سے ناس تک

یہ ورد حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے۔ قرا نے اِس کا نام (فمی بشوق) رکھا ہے اسی کو ختم الاحزاب کہتے ہیں۔ فمی بشوق کا ہر حرف حزب روزانہ کی پہلی سورت کے نام کا پہلا حرف ہے

روز اوّل ابتدا فاتحہ سے ف	روز پنجم ابتدا شعراء سے ش
روز دوم ابتدار مائدہ سے م	روز ششم ابتدار والصافات سے و
روز سوم ابتدار یونس سے ی	روز ہفتم ابتدا قٓ سے ق
روز چہارم ابتدا بنی اسرائیل سے ب	یہی سات منزلیں ہیں۔

بعض نے (فمی بشوق) کی جگہ فمی بشوق) کہا ہے۔ اور دوسری منزل کو نساء سے شروع کیا ہے

حضرت عثمان سے ایک ختم ہفت روزہ اور بھی منقول ہے

دن	اسمار سور		
جمعہ کو	فاتحہ سے ختم مائدہ تک	دوشنبہ کو	طٰہٰ سے ختم قصص تک
شنبہ "	انعام سے ختم توبہ تک	سہ شنبہ "	عنکبوت سے ختم صٓ تک
یک شنبہ "	یونس سے ختم مریم تک	چہارشنبہ "	زمر سے ختم رحمٰن تک
		پنجشنبہ "	واقعہ سے ناس تک

رسول کریم نے قیس بن صعصعہ سے فرمایا تھا کہ سات دن میں ختم کیا کرو (استیعاب جلد اول ۵۲۵)
بعض اصحاب تین منزل کرتے تھے۔ اس حد کا نام (ذبیل) رکھا گیا۔
روز اول شروع فاتحہ سے۔ روز دوم شروع یونس سے۔ روز سوم شروع لقمان سے (مفید القاری)
ایک ختم حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب ہے اس کو (فا یط عزو) کہتے ہیں۔ یہ بھی ہفت روزہ ہے
فاتحہ تا انعام۔ انعام تا یونس۔ یونس تا طہ۔ طہ تا عنکبوت۔ عنکبوت تا زمر۔ زمر تا واقعہ۔ واقعہ تا ناس
حضرت عثمان نے اول تراویح میں دس آیتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں جس جگہ مطلب ختم ہو رکعت
ختم کرتے تھے۔ اسی طرح (۵۴۰) رکوع ہوئے بعض نے (۵۵۱) کئے ہیں (مفید القاری) اور ختم قرآن ۲۷ر
رمضان کو ہونے لگا کیونکہ تیسویں تراویح کا ہمیشہ ہونا ممکن نہ تھا۔ اور اس صورت میں قرآن باقی رہجانے کا
خطرہ تھا۔ وہر جاکہ آخر قصہ است یا سخن تمام شدہ وامیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ در نماز آنجا رسیدہ
برکوع رفتہ است این شکل (ع) نوشتہ اند (رسالہ وقف)

بعض نے اس عمل کو حضرت عمر کی طرف منسوب کیا ہے۔ بعض نے حضرت حذیفۃ الیمان کی طرف۔
بعض نے عبدالرحمن السلمی۔ بعض نے حسن بصری کی طرف لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ عمل حضرت عثمان کا ہے مگر
تعلیم ہی میں تھا۔ تحریر میں نہ تھا۔ تحریر میں رکوع کا یہ (ع) نشان علماء کی ایجاد ہے (مبسوط سرخسی جلد ثانی ۱۴۶
وفتاوی قاضیخان و فتاوائے عالمگیری)

یہ نشان امام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن طیفور السجاوندی (متوفی آخر صدی ششم) کی ایجاد ہے۔
حضرت عثمان نے اپنے عہد میں جو قرآن لکھا ہے وہ تیس جزو پر تھا (مفید القاری) یہ تقسیم یا تو
زمانہ رسالت سے مروج ہوگی یا رمضان کی تیس تراویح کی رعایت سے حضرت عثمان نے یہ تقسیم کی ہوگی۔
یا اس حدیث کی بموجب کہ رسول کریم نے عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ قرآن ایک مہینے میں ختم کیا کرو۔ شرح
احیاء العلوم سے بھی ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔

یہ تقسیم باعتبار حروف ہے۔ اسمیں یہ لحاظ بھی ہے کہ آیت پوری ہو جائے اور مطلب میں ایسی کمی
نہ رہے جس سے تلاوت میں نقص واقع ہو۔ لیکن اس کے معلوم کرنے کیلئے قواعد رموز اوقاف اور بعض علوم
میں دستگاہ کی ضرورت ہے۔ سیپارہ پنجم (والمحصنٰت) میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ختم نہیں ہوئی
لیکن یہاں آیت بالاجماع ہے۔ چونکہ مابعد ماقبل سے لفظی و معنوی تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے وقف تام نہیں
وقف صالح ہے۔ اور مطلب بھی پورا ہے۔ چونکہ شمار حروف میں صحابہ میں اختلاف ہے۔ اس لئے بعض سیپاروں
کی ابتداء اور انتہا میں اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مصر و مغرب میں رائج ہے۔

(۱) جزو ہفتم جو مصر و مغرب میں رائج ہے آیت لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ سے شروع ہوتا ہے اور ہمارا ساتواں سیپارہ اس سے ایک آیت بعد وَاِذَا سَمِعُوا مَا اُنْزِلَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۲) مصر و مغرب کا جزو چہاردہم آیت الٓرٰ تِلْكَ سے شروع ہوتا ہے۔ ہمارا چودھواں سیپارہ اس سے اگلی آیت رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۳) مصر و مغرب کا جزو بستم آیت فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا بیسواں سیپارہ اس آیت سے تین آیت بعد اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے شروع ہوتا ہے۔

(۴) مصر و مغرب کا جزو بست ویکم آیت وَلَا تُجَادِلُوا اَهْلَ الْكِتٰبِ سے شروع ہوتا ہے ہمارا اکیسواں سیپارہ اس سے ایک آیت پہلے اُتْلُ مَا اُوْحِیَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۵) مصر و مغرب کا جزو بست وسوم آیت وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ سے شروع ہوتا ہے ہمارا تیئیسواں پارہ اس سے چھ آیت قبل وَمَا لِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِیْ سے شروع ہوتا ہے۔

(۶) بعض نے جزو نوزدہم کو آیت وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا سے شروع کیا ہے۔ ہمارا انیسواں سیپارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ سے شروع ہوتا ہے۔

(۷) بعض نے جزو بست وششم کو آیت وَبَدَا لَهُمْ سے شروع کیا ہے۔ ہمارا چھبیسواں سیپارہ حٰمٓ سے شروع ہوتا ہے

ہمارا ہر سیپارہ ربع۔ نصف۔ ثلث پر تقسیم ہے۔ مصر و مغرب کا ہر جزو دو حزبوں پر تقسیم ہے اور ہر حزب ربع۔ نصف، ثلث پر، حزب کے ان حصوں کو مقرا بھی کہتے ہیں۔ یہ دونوں تقسیمیں مجلس قرا، حجاج بن یوسف نے کی ہیں۔ یہ تقسیم بھی باعتبار حروف ہوئی ہے۔

قرآن مجید کے سیپاروں پر ہندوستان و ایران میں اکثر سیپارہ کا نمبر شمار لکھا جاتا ہے یعنی کونسا سیپارہ ہے۔ ۵ ہے یا ۸ ہے یا ۱۴ ہے وغیرہ وغیرہ۔ مصر و مغرب و ممالک عرب میں الجزء الاول و الجزء الثانی وغیرہ لکھتے ہیں۔

اعراب و نقاط

عرب میں اعراب و نقاط کا وجود لکھنے پڑھنے میں زمانہ قدیم سے تھا (ادب العرب جلد اول ص۵۹) تحقیق نہیں ہو سکا کہ کتابت میں ان کو کس زمانہ سے ترک کیا گیا اور کیوں ترک کیا گیا۔ رسول کریم کے عہد سے پہلے سے لکھنے میں مطلق رواج نہ تھا۔ پڑھنے میں تھا۔ حضور نے بھی ارشاد فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعربوا القرآن رواہ البیھقی وابو یعلی۔ جامع صغیر۔ منتخب کنزالعمال

وتاریخ خطیب بغدادی، بغیۃ الوعاۃ۔ فضائل ابن کثیر)

اس ارشاد سے یہ مطلب تھا کہ قرآن کو صحیح اعراب سے پڑھو۔ اگر تحریر کا ارشاد ہوتا تو صحابہ ضرور تعمیل کرتے

عن عمر عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن فأعربه کان له لکل حرف اربعون حسنة۔ یعنی جس نے اعراب سے قرآن پڑھا۔ اُس کو فی حرف چالیس نیکیاں ملیں گی (بیہقی)

خلافت راشدہ کے زمانہ تک قرآن میں اعراب و نقاط کا وجود تھا۔ پڑھنے میں اعراب و نقاط محفوظ تھے یعنی ش ش ہی پڑھا جاتا تھا۔ س س ہی پڑھا جاتا تھا۔ ظ ظ ہی پڑھی جاتی تھی۔ ط ط ہی پڑھی جاتی تھی۔ فتحہ فتحہ ہی ادا کیا جاتا تھا۔ کسرہ نہیں پڑھا جاتا تھا۔ عرب اس پر قادر تھے ولکن ملکة الاعراب الموجودة فی نفوسهم قبل اختلاطهم بالامم العجمية صانت لسانهم عن اللحن یعنی ان کے نفوس میں اعراب کا ملکہ موجود تھا۔ اُس نے اُن کی زبان کو اغلاط سے محفوظ رکھا تھا۔ (اتقان)

اوّل ابوالاسود دؤلی نے ۴۲ھ کے بعد کتابت میں حرکات کا اظہار نقاط کے ذریعہ کیا کیونکہ انہوں نے ایک شخص کو غلط قرآن پڑھتے سُنا۔ امام ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی نے لکھا ہے کہ ابوالاسود نے ایک آدمی سے کہا کہ قرآن تھام لے اور ایک رنگ روشنائی کے خلاف لیا اور اُس سے کہا کہ اگر میں اپنا منہ کھولوں تو حرف کے اوپر ایک نقطہ لگانا (زبر) اور اگر منہ کو نیچے کی طرف مائل کروں تو نیچے ایک نقطہ لگانا (زیر)۔ اور اگر اپنے منہ کو ملا دوں تو ایک نقطہ حرف کے آگے لگانا (پیش) اور اگر ان حرکات کے ساتھ غنہ بھی ہو تو دو نقطے لگانا (تنوین) اُس نے ایسا ہی کیا (کتاب التنقیط)

امام ابوطاہر اسماعیل بن ظافر بن عبداللہ العقیلی نے لکھا ہے کہ خلیل وغیرہ علماء نے ان حرکات کو پسند کیا اور باقی علامات مشدّد وغیرہ کی ایجاد کیں (رسوم المصحف و کتاب الطبقات)

ابوالاسود جعل الحرکات والتنوین یعنی ابوالاسود نے حرکات اور تنوین وغیرہ بنائے۔
رسالہ فائدہ مخطوطہ کتب خانہ خدیویہ مصر)

ان اول من امر به عبدالملک بن مروان (یعنی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ۸۶ھ) حکم دیا کہ قرآن پر نقاط لگائے جائیں (فضائل القرآن للحافظ ابی الفداء اسمعیل بن کثیر القرشی الدمشقی ۷۷۴ھ)

واما شکل المصحف و نقطه فروی ان عبدالملک بن مروان امر به وعمله فتجرد لذلک الحجاج۔ عبدالملک نے حجاج کو نقطوں وغیرہ کا حکم دیا۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)

یہ حکم اُس نے غالباً اپنے آخر سال میں دیا کیونکہ اس کے عہد میں یہ کام نہیں ہوا۔ اس کے بیٹے خلیفہ ولید نے حجاج بن یوسف کو تاکید کی۔ حجاج خود بھی بڑا قاری اور ادیب تھا۔ امام حسن بصری۔ مالک بن دینار

ابی العالیہ الریاحی - راشد الحمادی - ابی نصر محمد بن عاصم اللیثی - عاصم بن میمون الجحدری - یحیی بن یعمر کی ایک مجلس قائم کی - ان لوگوں نے حروف شمار کئے اور ربع، نصف، ثلث وغیرہ قائم کیا (فنون الافنان فی عجائب القرآن والجامع لاحکام القرآن وکتاب المصاحف)

یہ کام غالباً ۸۰ھ کے بعد ہوا کیونکہ خلیفہ کو حجاز وغیرہ کی جنگ و معاملات سے اسی سال اطمینان ہوا - ابوالاسود کے دو شاگردوں نصر بن عاصم و یحیی بن یعمر نے اپنے استاد کے نقاط میں اصلاح کر کے زیر زبر پیش ایجاد کئے اور نقاط سے لفظوں کا کام لیا -

اول من نقط المصاحف یحیی بن یعمر (یعنی سب سے پہلے قرآن پر نقطے یحیی بن یعمر نے لگائے - (نقط القرآن) - ان ابن سیرین کان له مصحف نقطه یحیی بن یعمر (یعنی امام ابن سیرین رح کے پاس ایک قرآن تھا جس پر یحیی بن یعمر نے نقطے لگائے تھے (الجامع لاحکام القرآن) یہ کام ۸۰ھ میں یا اس سے اگلے سال ہوا -

خلیل بن احمد بصری ۱۷۰ھ نے ہمزہ کے لئے سر عین (ء) تشدید کیلئے سر سین (س) جزم کیلئے سر جیم (ح) مد کیلئے ایک خط ایجاد کیا (ــ) اول من وضع الھمزۃ والتشدید والروم والاشمام الخلیل یعنی ہمزہ وغیرہ خلیل کی ایجاد ہیں (نثر المرجان جلد اول وخزینۃ الاسرار وجلیلۃ الاذکار مصنفہ سید محمد حقی النازلی طبع ثانیہ مطبعہ خیریہ بمصر القاہرہ ۱۳۰۶ ہجری ص ۱۵)

رموز و اوقاف

بروقت نزول وحی جبریل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موقع آیت پر وقوف کی ہدایت کرتے تھے - حضور اصحاب کو اوقاف کی تعلیم فرماتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ سے ان مقامات کو معلوم کرتے تھے - جہاں قراءت میں ٹھیرنا سزاوار ہے - (اتقان)

جہاں ٹھیرنا چاہیئے اور جہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے - یہ سب حضور کے ارشاد سے ہے - لیکن زبانی تعلیم تھی تحریر میں کوئی نشان نہ تھا - صحابہ کے عہد میں آیت کی علامت (۰:۰) نقطے قرار پائے - جو آیت کے شروع پر لگائے جاتے تھے (اتقان نوع ۷۶) حضرت عثمان کے عہد میں دس آیتوں کے بعد ہ کا نشان لگایا گیا اور آیتوں کے آخر میں نقطے دئے گئے ابوالاسود نے آیت کا نشان (ہ) گول دائرہ مقرر کیا -

ہ - جملہ تمام ہونے کی علامت ہے - ذرا ٹھیرنا چاہیئے اس کو آیت کہتے ہیں - اگر ہ کے اوپر لا لکھا ہو تو یہ مطلب ہے کہ یہاں ٹھیرنے کا اختیار ہے -

مم - لفظ لازم کا مختصر ہے۔ یہاں ٹھیرنا ضروری ہے۔
ط - مطلق کا مخفف ہے مطلب یہ ہے کہ بات تو پوری ہو گئی۔
ج - جائز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ٹھیرنا بہتر ہے۔ نہ ٹھیرنے میں کچھ حرج نہیں۔
ز - لفظ تجاوز کا مخفف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں سے گذرنا چاہیئے۔
ص - علامت وقف رخص کی ہے۔ یعنی ملا کر پڑھنا چاہیے۔ ٹھیر گیا تو کچھ حرج نہیں۔
ق - علامت قیل علیہ الوقف کی ہے یعنی قول مرجوح یہ ہے کہ یہاں ٹھیرنا چاہیئے۔ مگر نہ ٹھیرنا بہتر ہے۔
صلی - علامت قد یوصل کی ہے یعنی یہاں ترک وصل اولیٰ ہے۔
قف - صیغہ امر ہے یعنی ٹھیر جا۔
کذ - علامت کذالک کی ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں بھی ہے۔
س - علامت سکتہ کی ہے۔ یعنی یہاں پر اس قدر کم ٹھیرے کہ سانس نہ ٹوٹے۔
وقفہ - علامت سکتہ طویلہ کی ہے یعنی جتنی دیر میں سانس لیتے ہیں۔ اس سے کم ٹھیرے۔
وقفہ اور سکتہ میں فرق یہ ہے کہ سکتہ اقرب بوصل ہے اور وقفہ اقرب بوقف ہے۔
لا - بغیر ○ گول آیت کے علامت ہے کہ یہاں ٹھیرنا جائز ہے۔
جہاں دو علامتیں لکھی ہوں وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہوتا ہے (ع) اسی طرح مسلسل (ع) علامت رکوع کی ہے۔ عین کے اوپر کا ہندسہ سورت کے رکوع کا نمبر اور عین کے نیچے کا ہندسہ سیپارہ کے رکوع کا نمبر اور عین کے درمیان کا ہندسہ تعداد آیات رکوع ہے۔ بعض جگہ حاشیہ پر (مع) لکھا ہوتا ہے۔ یہ علامت معانقہ کی ہے۔ رموز واوقاف تو قدیم سے ہیں لیکن ان کی تعلیم زبانی تھی۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے گول دائرہ ○ آیت کا نشان ابوالاسود کی ایجاد ہے۔ باقی اکثر علامات سجاوندی کی ایجاد ہیں۔

قرات وتجوید

علم تجوید کہ جس میں طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے۔ اس علم میں آنحضرت کے لب ولہجہ کو جو ادائے قرآن سے متعلق ہے محصور کر لیا گیا ہے۔ چونکہ بعض قبائل کے لب ولہجہ میں کچھ فرق تھا۔ اس لئے آپ نے اُن کے طریق پر بھی پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ میں نے ہشام بن حکیم کو سورہ فرقان اپنے طرز کے خلاف پڑھتے دیکھا تو اُن کو رسول کریم کے پاس لے گیا۔ حضور نے سُن کر دونوں کو صحیح فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آ کر سورہ نحل اس طرز کے خلاف پڑھی جس طرح میں پڑھتا تھا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا کہ تم کو یہ سُورت کس نے پڑھائی اُس نے کہا۔ رسول کریم نے پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی یہ سورت پڑھی مگر ہم دونوں کے خلاف، میں نے اُس سے بھی دریافت کیا۔ اُس نے بھی وہی جواب دیا۔ میں دونوں کو حضور کے سامنے لیگیا۔ حضور نے ان دونوں سے سُنکر احسنت فرمایا۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ اعیذك باللّٰہ یا اُبیّ۔ (شرح سبعہ قرارت ص۶۳)

چونکہ عرب میں بہت سے قبائل آباد تھے اور اُن کے لب و لہجہ میں اختلاف تھا۔ اس لئے بہت سی قراتیں تھیں۔ متاخرین سب کو محفوظ نہ کر سکے۔ اس لئے سبعہ قرارت پر قناعت کی۔ علامہ اسماعیل بن ابراہیم بن محمد القراب شافی نے لکھا ہے کہ قرا سبعہ کی قرارت سے تمسک اور دیگر قرارتوں کے ترک پر کوئی حدیث یا اثر نہیں بلکہ یہ متأخرین کا فعل ہے جنہوں نے سبعہ کے سوا کوئی قرارت نہیں پڑھی۔

علامہ ابو محمد مکی کا قول ہے کہ کتابوں میں ستر ائمہ صاحب اختیار قرارت کی قراتیں مذکور ہیں جو قرا سبعہ سے مقدم ہیں۔ دوسری صدی کے آخر تک وجوہ قرارت لکھنے کا رواج نہ تھا۔ جب ہمتیں پست ہوگئیں اور حافظے کمزور ہوگئے اور تمام دنیا کے آدمی قرآن پڑھنے لگے تب قرا نے علم قرارت کی تدوین شروع کی۔

اس فن میں سب سے پہلی تصنیف ابو منصور محمد بن احمد الازہری ۳۲۲ھ (تلمیذ امام شافعی) کی ہے۔ قاضی ابو عبید قاسم بن سلام بغدادی نحوی ۲۲۴ھ کی کتاب القرارت میں پچیس قراتیں ہیں۔ امام ابو حاتم سہل بن محمد ابن عثمان سجستانی نحوی مقری بصری ۲۵۰ھ نے بھی کتاب القراۃ میں پچیس قراتیں بیان کی ہیں جو قرا سبعہ سے مقدم ہیں۔ امام ابن جریر طبری نے (۳۱۰ھ) کتاب الجامع میں بیس سے زیادہ قراتیں لکھی ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ قراتیں بہت تھیں۔ جب ہمتیں پست ہوگئیں تو سبعہ قرارت کا رواج رہگیا۔ قراتیں بھی بہت تھیں۔ وہ قرا جنہوں نے اپنے کمال اپنے علم، اپنے تقدس اور کثرت تلامذہ سے نام پایا اُن کی تعداد بھی اتنی کثیر ہے کہ میں اُن کی فہرست بھی مرتب کرنے کیلئے طیار نہیں۔ قرا کے علما و سلف نے دو گروہ قرار دئے ہیں۔

ایک تو وہ جنکی قراتیں رواج پا کر کچھ عرصہ کے بعد معدوم ہوگئیں۔ صرف قدیم و ضخیم کتابوں میں رہگئیں۔ اس جماعت میں بھی صدہا بزرگ تھے۔ میں صرف دو چار کے نام لکھتا ہوں:۔

ابو جعفر مدنی۔ ابن محیصن مکی۔ یعقوب بصری۔ حسن بصری۔ سلیمان اعمش کوفی۔ خلف کوفی۔ یحیی یزدی

دوسرے شموس اس گروہ کی قراتیں رائج ہیں۔ مشہور قرا سبعہ اسی جماعت میں سے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں

(۱) عبداللہ بن عامر سنہ ۱۱۸ھ (۲) عبداللہ بن کثیر سنہ ۱۲۰ھ (۳) عاصم سنہ ۱۲۸ھ (۴) ابوعمرو بن العلاء ۱۵۷ھ
(۵) ابوعمارہ حمزہ سنہ ۱۵۸ھ (۶) نافع سنہ ۱۶۹ھ (۷) کسائی سنہ ۱۸۹ھ

اختلاف قرارت کا ایک خاص سبب یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے کلمات کی دو قسمیں ہیں ایک متفق علیہ دوسرے مختلف فیہ۔ متفق علیہ وہ آیات جنکو صحابہ نے ایک ہی طرح پڑھا۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ مختلف فیہ وہ جن کو صحابہ کرام نے لغوی اختلاف یا نحوی وجوہ کی بنا پر مختلف طور پر پڑھا ہے۔ دونوں قسم کے الفاظ منزل من اللہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ ہیں۔ مثلاً ایک صحابی نے صلہ۔ اظہار، تسہیل اور رفع سیکھا دوسرے نے بغیر صلہ، اظہار، تسہیل اور فتح سیکھا، تیسرے نے بغیر صلہ ادغام، تسہیل اور امالہ سیکھا۔ چونکہ ان اختلافات کی کوئی ترتیب لعینہٖ واجب نہ تھی۔ نہ اس سے کوئی ظاہری و معنوی نقص عائد ہوتا تھا۔ لہٰذا تابعین و تبع تابعین نے اپنے اساتذہ صحابہ کی قرارت سے بپابندی شرائط نئی ترتیب سے قرارت اختیار کی اسی وجہ سے صدرِ اوّل کی قراتوں کا شمار نہیں ہے۔ اور بعض الفاظ حضور کے سامنے مختلف قراتوں سے پڑھے گئے۔ بعض کو حضور نے بھی بلحاظ وسعت کلام مختلف طریق سے پڑھا ہے تاکہ سب معانی کا احاطہ ہوجائے۔ اس اختلاف کو قرارت سبعہ متواترہ کہتے ہیں۔

حفاظتِ قرآن

خداوند ذوالجلال نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (یعنی ہم نے یہ قرآن اُتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔

خدا کی طرف سے حفاظت

رب العزۃ نے کلام ایسا فصیح و بلیغ و جامع نازل کیا ہے کہ اسکی ایک آیت کی مثل آیت کا بنانا تمام مخلوق کی قدرت سے باہر ہے جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا عرب کی فصاحت و بلاغت معراج کمال پر تھی عرب کے مغرور فصحا اپنے سوا تمام دنیا کو عجم (گونگا) کہتے تھے۔ جب قرآن نازل ہوا اور اُس نے اُن تمام اخلاق ذمیمہ کی بُرائی ظاہر کی جو اُن کی طبیعت ثانیہ ہوگئے تھے اور جن کو وہ مستحسن سمجھکر عمل میں لاتے تھے اور ان کو اپنے معبودوں، بتوں اور اپنے کیش کا بُطلان نظر آیا۔ تو آگ بگولا ہوگئے ہر طرح مخالفت کرنے لگے، ہر طرح تکالیف پہونچانے لگے جس سے جو کچھ بن پڑا۔ اُس نے اپنی کرنی میں کسر نہ کی۔ لڑے، مرے، خون کے دریا بہائے، یہ کیوں؟ قرآن کے مٹانے کیلئے، کیونکہ قرآن اُن کو اُن کے قدیم رسم و آئین کے خلاف عقائد مشرکانہ اور غیر مہذب اعمال و اخلاق سے بچنے کی تعلیم دیتا تھا۔ اور توحید الٰہی کی جس سے

اُس زمانہ میں دنیا کے کان آشنا تک نہ تھے تلقین کرتا تھا۔ اور یہ رہنما قرآن کا منزل علیہ کون تھا؟ ایک یتیم ایک غریب، بے زر و بے پر۔ بیکس و بے بس، ایک اُمّی جو نہ نثر سے آشنا نہ نظم سے واقف، ایسے مسکین کا یہ حوصلہ کہ بڑے بڑے اُمراء، مشہور جنگجوؤں اور نامور فصحاء کے آگے اُن کے دین و آئین کیخلاف لب کشائی کرے۔ اس عجیب و غریب کلام کے مٹانیکے لئے اُنہوں نے سب ہی کچھ کیا۔ مجنون و ساحر کہہ کہکر بدنام کیا۔ گالی گلوچ، مار پیٹ سے پیش آئے۔ لالچ دیا، برادری سے خارج کیا۔ غرض سب کچھ کیا۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہوئی تو دیس نکالا دیا۔ اِس سے بھی کام نہ چلا تو جنگ و جدل برپا کی۔

لیکن صاحب قرآن نے اُن کے سامنے ایک آسان صورت فیصلہ پیش کی اور للکارا کہ تم سب مل کر ایک ہی سورت بنالاؤ۔ یہ سُنکر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ مقابلہ پر نہ آئے۔ کیا اُن سے ممکن نہ ہوتا تو نہ کرتے؟ ضرور کرتے مگر ہو ہی نہ سکتا تھا۔

اہل عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت کے زعم میں تمام دنیا کو عجم (یعنی گونگا) کہتے تھے۔ جب آیات قرآن اُن پر پیش کی گئیں تو اس کے سوا کچھ نہ کہہ سکے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (یہ تو کھلا ہوا جادو ہے)

عرب کے علاوہ دیگر ممالک کے کفار بھی اسلام کی خلاف جد وجہد میں کفار عرب کی طرح سرگرم رہے اور زور و زر سے ہر طرح مخالفت کی لیکن باوجود ماہر علوم و فنون ہونے کے اس مقابلہ کا بھولے سے بھی ارادہ نہ کیا۔

فصحاء بلغاء عالم کے کلام میں خواہ وہ کسی ملک کسی قوم کسی زبان، کسی مذہب کے ہوں، اگر کسی جگہ فصاحت نمودار ہے تو بلاغت مفقود ہے۔ پھر یہ کہ ایک عبارت، ایک شعر، ایک مصرع ایک دو مطالب کا حامل ہوتا ہے۔ عام جامعیت نہیں، کلام میں یکسانیت نہیں۔ اگر ابتدا میں زور ہے تو آگے کو مدہم پڑتا چلا گیا ہے بعض کی ابتدا معمولی اور زور بڑھتے بڑھتے آخر میں زور پیدا ہوتا ہے، تمام کلام یکساں دلچسپ نہیں ہوتا۔ کچھ آگے کچھ پیچھے قابل واہ ہوتا ہے، بیچ میں بھرتی ہوتی ہے۔ غرض کوئی کلام ایسا نہیں جسمیں تمام لوازم فصاحت و بلاغت باحسن وجوہ موجود ہوں۔ یکسانیت و دلچسپی و جامعیت ہو۔

فصیح وہ کلام کہلاتا ہے جو کم از کم ان پانچ عیوب سے پاک ہو

(۱) غیر مانوس الفاظ نہوں۔ (۲) کلمات کے حروف میں تنافر نہو یعنی اہل زبان کی زبان پر ثقیل نہوں

(۳) الفاظ خلاف قواعد و لغت نہوں (۴) ضعف تالیف نہو یعنی کلمات کا جوڑ بے قاعدہ نہ ہو۔

(۵) تعقید لفظی و معنوی نہو یعنی الفاظ و معانی میں ایچ پیچ نہ ہو۔

کسی مخالف ماہر لسان نے قرآن میں ان عیوب میں سے کوئی ایک عیب بھی ثابت نہیں کیا۔

اسباب بلاغت میں سو قسم کے بدائع ہیں۔ مجاز۔ استعارہ۔ کنایہ۔ ارواف۔ تمثیل۔ تشبیہ۔ ایجاز۔ استطراد۔ حسن التخلص۔ تضمین۔ تجنیس۔ تکرار۔ انسجام۔ ابہام۔ مبالغہ۔ مطابقہ۔ مقابلہ۔ تعریف۔ اطناب وغیرہ وغیرہ

قرآن مجید تمام بدائع سے پُر ہے۔ قرآن مجید کا طرز بیان اور طریق استدلال ایسا عجیب و غریب ہے کہ جس سے اہل علم و بے علم دونوں مستفید ہوتے ہیں، کلام میں اوّل سے آخر تک یکساں زور و دلچسپی ہے فصحاء، بلغاء، شعراء کا بڑا میدان سخن محسوسات کی کیفیات ہیں۔ اس کے ساتھ کذب و مبالغہ جزو بلاغت ہے اور وہ کسی مضمون کے تابع نہیں رہتے۔ لفاظی کیلئے جو مضمون سوجھ گیا جو قافیہ ہاتھ آگیا۔ اُسکو باندھ لیا اگر کسی فصیح و بلیغ کو مضمون کا پابند کرکے لفاظی اور قافیہ پیمائی سے منع کر دیا جائے اور کسی سادہ مضمون حسن اخلاق یا میراث وغیرہ کے متعلق فرمایش کیجائے تو فصاحت و بلاغت کی ساری ترکی تمام ہو جائے اگر کوئی شعر کوئی فقرہ ایسا طلب کیا جائے جو تمام لوازم فصاحت و بلاغت سے معمور ہو تو ساری شیخی کرکری ہو جائے۔

قرآن مجید میراث، صدقات، عصمت وغیرہ وغیرہ تمام مضامین کو کمال فصاحت و بلاغت اور زور کے ساتھ ادا کرتا ہے اور ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف ایسی خوبی سے منتقل ہوتا ہے، کہ پڑھنے والے کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اہل علم حیران رہجاتے ہیں۔ قرآن سے جس قدر مسائل و علوم کا استنباط ہوا ہے اسکی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ یہ موقع اسکی تفصیل کا نہیں۔ کسی دوسری جگہ انشاء اللہ اسپر کچھ لکھا جائیگا۔

غرض خداوند علام نے کلام کو اس شان پر رکھا ہے کہ کیا باعتبار عبارت کیا باعتبار معانی، کیا باعتبار مطالب تمام مخلوق اس کا مثل بنانے سے عاجز ہے۔ اسلئے اسمیں کوئی کلام نہیں مل سکتا۔ اور کسی کا کلام کیا ملے گا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں مل سکتا۔ جس جگہ حدیث میں آیت کا کوئی جملہ آگیا ہے وہاں دوں کلام علیحدہ علیحدہ معلوم ہوتے ہیں۔

دوسرا طریق خدائے کریم نے حفاظت کا یہ قرار دیا ہے کہ پنجگانہ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض کیا ہے تراویح میں قرآن سننا۔ قرآن کی تلاوت کا بڑا اجر مقرر کیا ہے۔

نبی کی طرف سے حفاظت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ حفاظت کی کہ کثیر التعداد لوگوں کو لکھا دیا۔ لاکھ سے زیادہ نفوس کو پڑھا دیا۔ ہزاروں کو حفظ کرا دیا۔ اور اس کے لکھنے پڑھنے، حفظ کرنے کا بڑا اجر بیان فرمادیا تاکہ لوگوں کو رغبت ہو۔

صحابہ کی طرف سے حفاظت

صحابہ نے ہر طرح حفاظت کی، لکھا پڑھا۔ حفظ کیا، اشاعت کی۔ لکھایا پڑھایا حفظ کرایا۔ سورتیں آیتیں، کلمات، حروف شمار کر دئے کہ کم و بیش کا وہم بھی نہ رہے۔ مدارس قایم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ علم تفسیر کی بنیاد قایم کی۔

تابعین و تبع تابعین کی طرف سے حفاظت

اس مقدس گروہ نے تعلیم و کتابت میں اپنے اساتذہ کی پوری پوری پیروی کی، مدارس قایم کئے حفاظ و قرا کی ہر طرح اعانت و قدر کی۔ اعراب و نقاط قایم کئے۔ اور اُن کو شمار کر کے بتادیا تاکہ غلطی کا احتمال نہ ہے تفاسیر تصنیف کی اور بعض علوم متعلقہ قرآن پر تصانیف کیں۔

علما رامت کی طرف سے حفاظت

حضرات ائمہ و علما نے تعلیم و کتابت میں بے نظیر سعی کی، کثرت سے تفاسیر اور دیگر علوم قرآن پر تصانیف کیں مسائل کے استنباط کے اصول قایم کئے۔

عام اُمت کی طرف سے حفاظت

عوام نے رغبت سے پڑھا اور لکھا۔ نمازیں سب قرآن پڑھتے ہیں۔ ماہ رمضان میں تراویح میں سنتے ہیں پڑھے لکھے تلاوت کرتے ہیں۔ ناظرہ پڑھتے ہیں۔ حفظ کرتے ہیں۔

غرض اس کتاب کی ابتدا سے آج تک ایسی حفاظت ہوئی ہے کہ اُس سے زیادہ خیال و قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور وہ آج تک بعینہٖ محفوظ ہے۔

"جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے۔ اسکی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلوپیڈیا)

علوم القرآن

قرآن مجید علوم کا مخزن و معدن ہے۔ بڑے بڑے علمار و ائمہ نے یہ کام سر انجام کیا ہے۔ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ "قرآن میں ستر ہزار علوم ہیں" ائمہ و علمار کی تصانیف و تفاسیر کو جو شخص مطالعہ کرے گا وہ اس قول کی صداقت کو تسلیم کرے گا۔

یہ تو اپنوں کی رائے ہے۔ اغیار سے سنئے۔

"ڈاکٹر موریس فرانسیسی نے لکھا ہے کہ:۔ یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں انمیں سب سے بہترین

کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کیلئے فلاسفر یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کیلئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کیلئے ذخیرۂ لغات شعراء کیلئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے۔ مسلمانوں کو اس کتاب کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں۔ اسکی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان کی فصاحت و بلاغت سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ یہ واقعی بات ہے اور اسکی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاپردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں اس کے عجائب ہیں جو روز بروز نئے نئے کھلتے رہتے ہیں اور اس کے اسرار ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے ( )

پروفیسر ڈیوزٹ لکھتے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ، فلکیہ، فلسفہ ریاضات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے۔ وہ قرآن سے مقتبس ہیں۔ اور اسلام کی بدولت ہیں (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ ہجری)

میرا کیا منہ ہے جو قرآن کے متعلق کچھ لکھ سکوں۔ یہ کام متبحر فضلا بھی مشکل سے سرانجام دیسکتے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کہ قرآن مجید سے کس کس طرح کن کن علوم کا استنباط کیا جاتا ہے، اور کون کون سے علوم موجود ہیں۔ میری تحقیقات و معلومات اس معاملہ میں بمنزلہ صفر کے ہے۔ میں بطور نمونہ اشارۃً چند علوم کا ذکر کرتا ہوں۔

علم الحساب

اس علم کے اصول میں دو چیزیں ہیں۔ عدد صحیح۔ عدد کسر۔ جو عدد صحیح ہیں وہ حساب میں یا جمع کی صورت میں ہیں یا تفریق کی یا ضرب کی، یا تقسیم یا تنصیف یا تضعیف کی۔ باقی قواعد انہیں کی فروع ہیں۔

تفریق۔ عَاشَ مِنْهُمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا۔

ضرب۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ الخ

تقسیم۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ الخ

علم تعبیر رؤیا

اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا الخ۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا الخ

علم بدیع

صنعت مراعاۃ النظیر۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ الخ

صنعت عکس۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔

علم عروض

بحر رمل۔ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ (فاعلاتن فاعلاتن فاعلان)

بحر متقارب۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ۔ (فعلن فعلن فعولن فعولن)

علم ا ا ا مر ت ا ا ،

اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ الآیۃ

علم القیافہ

فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ الخ

علم الصرف

قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ دَسّٰىهَا کی اصل دَسَّسَ ہے۔ جب کئی حرف ایک صورت کے جمع ہوں تو تخفیفاً ایک کو بدلنا کسی دوسرے حرف سے منجملہ حروف ابدال کے بہتر ہوتا ہے لہذا ایک سین کو الف سے بدلا

علم الرجال

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ

علم الاخلاق

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝

یہ علم ایسی وسعت کے ساتھ قرآن مجید میں ہے کہ یہ مختصرا اسکے مجمل بیان کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھا ہے :۔ اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں (پریچنگ آف اسلام)

علم التشریح

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ الخ

علم النفس

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الخ۔

جغرافیہ

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ

ہیئت

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا الآیۃ

علم التاریخ

لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الخ

علم المعیشت

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْہَا مَعَایِشَ الخ

علم درایت

اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ الخ

علم تجوید

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔

غرض کثیر التعداد علوم ہیں جو قرآن سے لئے گئے ہیں۔ اگر کوئی بنظر انصاف تاریخ وفقہ اسلام پر نظر کرے تو یہ امر اس پر کماحقہ ظاہر وباہر ہو جائے گا۔

علوم التفسیر

قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے اور اسکی تفسیر کیلئے جن علوم کی ضرورت ہے ائمہ نے ان کی تعداد تین سو سے زیادہ مقرر کی ہے ہر علم پر مختلف زبانوں میں ضخیم مجلدات تصنیف ہوتی رہی ہیں۔ مسلمانوں نے قرآن اور قرآن کے متعلق علوم اور قرآن کی تفسیر اور اس کے متعلق علوم کی بے نظیر حفاظت کی ہے۔

میں ان علوم میں سے کم وبیش سو کا ذکر تاریخ التفسیر میں کر چکا ہوں۔ یہاں زیادہ تفصیل کی ضرورت اور موقع نہیں۔ نمونہ کے طور پر چند علوم کے نام لکھے جاتے ہیں۔

علم آیات متشابہات۔ علم مدنی مکی۔ علم سبب نزول۔ علم موافقات صحابہ۔ علم اسماء قرآن وسور۔ علم جمع وترتیب قرآن۔ علم وقف وابتدا۔ علم آداب تلاوت، علم غریب۔ علم ضمائر۔ علم افراد وجمع۔ علم محکم ومتشابہ۔ علم بدیع۔ علم فواصل آیات۔ علم فواتح۔ علم مناسبۃ۔ علم استنباط علوم۔ علم ناسخ ومنسوخ علم آیات محتملہ۔ علم تشبیہ استعارات۔ علم امثال القرآن۔ علم قرات وغیرہ وغیرہ۔ ان علوم پر پانسو سے زیادہ تصانیف ہیں

تفاسیر قرآن

قرآن کلام الٰہی ہے جو رسول کریم پر نازل ہوا۔ قرآن میں انسان کی تمام دنیوی واُخروی ضروریات کیلئے ہدایات ہیں اور تمام علوم وفنون موجود ہیں۔ چونکہ ہدایات وضروریات کی انتہا نہ تھی اور کلام حد تحمل بشری سے

باہر کرنا نہ تھا۔ اسلئے قرآن میں صرف اصول مذکور ہیں اور بعض امور بالاجمال ہیں۔ اسلئے اُن کے سمجھانے کی ضرورت تھی۔ خداوند ذوالجلال نے رسول کریم میں ایسی قابلیت پیدا کر دی تھی کہ آپ منشائے الٰہی کو سمجھ جاتے تھے اور وحی خفی کے ذریعہ سے بھی آپ کو آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ اسلئے جو آیت آپ پر نازل ہوتی تھی۔ آپ مسلمانوں کو پڑھا دیتے۔ حفظ کرا دیتے۔ سمجھا دیتے۔ جو کچھ آپ فرماتے وہ قرآن کی تفسیر تھی۔ آپ کے اس ارشاد کو حدیث کہتے ہیں۔ اسلئے قرآن کے سب سے پہلے مفسر رسول کریم اور سب سے پہلی تفسیر حدیث ہے بعض صحابہ آیات کے ساتھ حضور کے تفسیری جملے بھی لکھ لیتے تھے۔ آپ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ایک ہزار حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کر کے صادقہ نام رکھا تھا۔ یہ کتاب دوسری صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ الحدیث ص ۹۹)۔ باقی تفسیر کے نام سے حضور کے عہد میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ایک تفسیر النبی مشہور ہے۔ اسمیں حضور کی فرمودہ تفسیر کو بیان کیا گیا ہے مگر یہ کئی صدی بعد شیخ ابوالحسن محمد بن قاسم الفقیہ نے مرتب کی ہے۔ عہد خلافت راشدہ میں دو تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ایک حضرت ابی بن کعب کی تفسیر یہ پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی (تاریخ التفسیر ص ۱۲)

دوسری تفسیر عباسی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر اس کے متفرق نسخے متفرق کتب خانوں میں اب تک موجود ہیں، خلافت راشدہ کے بعد بہت سی تفسیریں تصنیف ہوئی ہیں۔ راقم السطور نے پانسو تفاسیر کا تذکرہ تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے وسط تک مکمل تفسیر کی تعداد (۱۱۶۱) تھی قرآن کی تفاسیر و تراجم سے کوئی ملک کوئی قوم کوئی زبان کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔

پچاس پچاس چالیس چالیس جلدوں کی بہت تفسیریں ہیں اور اس سے کم تعداد کی اور بھی زیادہ لیکن ان سے زیادہ تعداد کی تفسیریں بھی ہیں۔

تفسیر انوار الفجر قاضی ابوبکر بن العربی سنہ ۵۴۳ھ (۸۰ جلد)

تفسیر الادفوی شیخ محمد بن علی سنہ ۳۸۸ھ (۱۲۰ جلد)

تفسیر علائی شیخ محمد بن عبدالرحمن بخاری سنہ ۵۴۶ھ (۱۰۰۰ جلد)

تفسیر الاستغنا شیخ ابوبکر محمد سنہ ۳۰۸ھ (۱۰۰ جلد)

تفسیر الشیرازی شیخ ابومحمد عبدالوہاب سنہ ۵۰۰ھ (ایک لاکھ اشعار)

تفسیر امام ابن جریر سنہ ۳۱۰ھ (تین ہزار ورق)

اس زمانہ میں بھی علامہ جوہری طنطاوی سنہ ۱۳۵۸ھ نے پچیس جلدوں میں تفسیر لکھی ہے

تفسیر میں چونکہ مفسر کے علم و رائے کا زیادہ دخل ہوتا ہے اسلئے کسی تفسیر کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔

کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ اکثریت کے اعتبار پر تفاسیر و تراجم کو مستند اور غیر مستند کہا جاتا ہے۔ تخمیناً ستر سے زیادہ مکمل تفسیریں عربی، فارسی، اُردو میں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں۔ اکثر کا ذکر میں نے تاریخ التفسیر میں کیا ہے۔ اصل تفسیر اور صحیح تفسیر وہ ہے جو کتب صحاح ستہ میں ہے یا جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے حضرت ابی بن کعب کی تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے مسند میں، امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ لیا ہے۔ وہ بشرط صحت روایت مسلّم ہے۔

تفسیر عباسی یعنی حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کے جو نسخے موجود ہیں۔ اُن میں زیادہ معتبر وہ ہیں جو معاویہ بن ابی صالح نے علی بن طلحہ سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس کے علاوہ عکرمہ، طاؤس، قیس بن مسلم کے طریق بھی صحیح ہیں۔

ہندوستان والوں کیلئے تفسیر کا اچھا ذخیرہ یہ ہے کہ وہ موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی رح تفسیر فتح العزیز شاہ عبدالعزیز دہلوی رح۔ جامع التفاسیر نواب قطب الدین خان دہلوی۔ تفسیر نواب صدیق حسن خان ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزاد۔ بیان القرآن مولانا اشرف علی تھانوی۔ تفسیر حقانی مولانا عبدالحق حقانی دہلوی کا مطالعہ کریں۔

تراجم قرآن

قرآن مجید کے ترجمے ہر ملک و ہر زبان میں ہوئے ہیں اور ان کا سلسلہ بدستور جاری ہے مسلمانوں نے ترجمے کئے ہیں اور غیر مسلموں نے بھی کئے ہیں۔ تمام تراجم کی صحیح تعداد بتانا مشکل ہے۔ تراجم کی ایک فہرست تاریخ القرآن میں حافظ اسلم جیراجپوری نے دی ہے لیکن اسمیں بہت کم تراجم درج ہیں۔ ایک فہرست رسالہ برہان دہلی فروری سنہ ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی ہے۔ یہ فہرست مفصل ہے۔ اور اس میں تراجم کی خاصی تعداد درج ہے لیکن یہ فہرست بھی مکمل نہیں۔ برہان والی فہرست میں سو سے کم تراجم ہیں۔ جو فہرست خاکسار نے مرتب کی ہے۔ وہ درج ذیل ہے اسمیں ایک سو چالیس کے قریب تراجم درج ہیں۔ لیکن اسکو بھی مکمل نہیں کہا جا سکتا۔

انگریزی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ سکندر روس۔ سنہ ۱۶۴۹ء میں شایع ہوا۔ پھر ایک مرتبہ لندن سے اور ایک بار امریکہ سے شایع ہوا

(۲) ترجمہ جارج سیل معہ مقدمہ سنہ ۱۷۳۴ء۔ چھتیس مرتبہ شائع ہوا۔ آخری ایڈیشن سنہ ۱۹۱۳ء میں شایع ہوا۔ اسپر سرویلسن روس کا مقدمہ بھی ہے۔ یہ ترجمہ امریکہ میں آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔

(۳) ترجمہ روڈول ۱۸۶۱ء۔ آٹھ مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ امریکہ میں بھی شائع ہوا ہے۔

(۴) ترجمہ ای۔ ایچ پارمر ۱۸۸۰ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔ ایک مرتبہ امریکہ میں شائع ہوا۔

(۵) ترجمہ عبدالحکیم خاں ۱۹۰۵ء

(۶) ترجمہ مرزا ابوالفضل ۱۹۱۳ء

(۷) ترجمہ محمد علی ۱۹۱۶ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔ اور ہالینڈ کی زبان میں بھی منتقل کیا گیا۔

(۸) ترجمہ غلام سرور ۱۹۳۰ء میں آکسفورڈ سے شائع ہوا۔

(۹) ترجمہ پکھتال ۱۹۳۰ء یہ ترجمہ حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کے حکم سے کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں نیو یارک (امریکہ) سے شائع ہوا

(۱۰) ترجمہ ڈاکٹر بل۔

(۱۱) ترجمہ لین۔ منتخب ترجمہ۔

(۱۲) ترجمہ مارگولیس۔ سولہ سیپارے کا ہے۔

(۱۳) ترجمہ نواب عماد الملک

(۱۴) ترجمہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

(۱۵) ترجمہ عبد اللہ یوسف علی ۱۹۳۵ء

(۱۶) ترجمہ مولوی عبد الماجد دریابادی۔ ابھی مکمل شائع نہیں ہوا

فرانسیسی زبان میں تراجم

(۱) ترجمہ داروپر۔ ۱۶۴۷ء میں پیرس میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ لاہی میں چار مرتبہ شائع ہوا۔ اسٹرڈم میں تین مرتبہ شائع ہوا۔ پھر اس کو انگریزی میں مسٹر روس نے اور ہالینڈ کی زبان میں گلاسیا کو نے ۱۶۵۸ء میں منتقل کیا۔ پھر ہالینڈ کی زبان سے جرمنی میں کولانکی نے منتقل کیا۔ پھر اس ترجمہ کا ترجمہ ۱۷۱۶ء میں روسی زبان میں ڈیمبیروبیں کاٹیز نے کیا۔ ۱۷۹۰ء میں روسی زبان میں فرنکین نے بھی کیا۔

(۲) ترجمہ سیوری ۱۷۸۳ء۔ آٹھ مرتبہ۔ ایک مرتبہ اسٹرڈم میں اس کا ترجمہ ۱۸۸۲ء میں اطالوی زبان میں ہوا۔ اور ۱۹۱۳ء میں قستلانی زبان میں ہوا۔ اور ۱۹۱۱ء میں ارمنی زبان میں ہوا۔

(۳) ترجمہ کشمیرسکی ۱۸۵۴ء۔ بائیس مرتبہ شائع ہوا۔ اس کا ترجمہ ۱۸۴۴ء میں قستلانی زبان میں اور گلزمنے اطالوی میں ۱۸۴۴ء۔ پھر دوبارہ اطالوی میں اس کا ترجمہ ۱۹۱۳ء میں ہوا۔ نیکولف نے ۱۸۶۴ء میں اسکو روسی میں منتقل کیا۔ کونٹش نے ۱۹۱۱ء میں ارمنی میں منتقل کیا۔

(۴) ترجمہ ایڈورڈ مونبر۔ ۱۹۲۹ء۔ اس کا ترجمہ اطالوی میں ہوا۔
(۵) مزد روس ۔ ۱۹۳۶ء۔
(۶) ترجمہ لامیش ۱۹۳۱ء۔
(۷) ترجمہ فاطمہ زاہدہ ۱۸۶۱ء

جرمنی میں تراجم

(۱) ترجمہ شویکر ۱۶۱۶ء چار مرتبہ شائع ہوا۔
(۲) ترجمہ ڈیوڈ نارٹر ۱۷۰۳ء
(۳) ترجمہ مگرلین ۱۷۰۲ء
(۴) ترجمہ بولیس ۱۷۷۳ء۔ اسکو ۱۸۲۵ء میں دول نے بعد تنقیح و تہذیب دوبارہ شائع کیا۔
(۵) ترجمہ المان ۱۸۴۰ء۔ آٹھ مرتبہ شائع ہوا۔
(۶) ترجمہ ہیننگ ۔ ۱۹۰۱ء
(۷) ترجمہ گری گول ۱۹۰۱ء
(۸) ترجمہ روگرٹ ۱۸۸۰ء
(۹) ترجمہ گرم ۱۹۲۳ء۔
(۱۰) ترجمہ گولڈ اسمتھ ۱۹۱۶ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا
(۱۱) ترجمہ بنگی ۱۶۸۸ء۔
(۱۲) ترجمہ آرنلڈ ۱۷۴۶ء۔
(۱۳) ترجمہ گلامروٹ ۱۹۱۰ء۔

یونانی

(۱) ترجمہ نیٹائی ۱۸۸۰ء تین مرتبہ شائع ہوا

لاطینی

(۱) ترجمہ بلیانڈر ۱۵۴۳ء۔
(۲) ترجمہ ماروس ۱۶۹۸ء۔

پولینڈ

(۱) ترجمہ پوشکیفو ۱۸۵۸ء۔

اٹالین

(۱) ترجمہ اریفاس ۱۵۴۷ء
(۲) ترجمہ گلزہ ۱۸۴۷ء
(۳) ترجمہ تیرریری ۱۸۸۲ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔
(۴) ترجمہ ویولانٹی ۱۹۱۲ء
(۵) ترجمہ برانسی ۱۹۱۳ء
(۶) ترجمہ فراقاسی ۱۹۱۴ء
(۷) ترجمہ فرجو ۱۹۲۷ء
(۸) ترجمہ بونکی ۱۹۲۹ء

پرتگالی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ ہے جو فرانسیسی سے ترجمہ ہوا ہے

اسپینی

(۱) ترجمہ ڈی رولس ۱۸۴۴ء
(۲) ترجمہ اورٹنز ۱۸۷۲ء
(۳) ترجمہ رگیو تدو ۱۸۷۵ء
(۴) ترجمہ برادو ۱۹۰۷ء
(۵) ترجمہ کاٹو ۱۹۱۳ء۔ تین مرتبہ شائع ہوا۔
(۶) ترجمہ ہرنن ڈز ۱۸۸۳ء

ہنگری

(۱) ترجمہ زوما پروکڈیون ۱۸۵۴ء
(۲) ترجمہ غرسون

سروی

(۱) ترجمہ مسیکو لوپیراشن ۱۸۹۵ء

ہالینڈ

(۲) ترجمہ شوگیر ۱۶۴۱ء

(۲) ترجمہ گلاسمیز ۱۶۵۵ء - دوبارہ شائع ہوا
(۳) ترجمہ زوللیس ۱۸۵۹ء
(۴) ترجمہ کیبزر ۱۹۶۰ء - چار مرتبہ شائع ہوا
(۵) ترجمہ احمدیہ کا ترجمہ ہالینڈ کی زبان میں کیا گیا۔

البانی

(۱) اس زبان میں ایک ترجمہ ایک مسلمان نے کیا ہے جس نے اپنا نام ا- م- ق لکھا ہے۔

عبرانی

(۱) ترجمہ رکندرف ۱۸۵۷ء
(۲) ترجمہ رولین ۱۹۳۲ء

انڈوچائنا کی زبان

(۱) ترجمہ احمد شاہ کوئینور ۱۹۱۴ء

ڈنمارک

(۱) ترجمہ پڈرسن ۱۹۱۹ء
(۲) ترجمہ بُول ۱۹۲۱ء

ارمنی

(۱) ترجمہ امیر چنگیز ۱۹۰۹ء - دو مرتبہ شائع ہوا
(۲) ترجمہ سورتو ۱۹۱۱ء
(۳) ترجمہ کورپیان ۱۹۱۲ء

رومانی

(۱) ترجمہ الیسوپکل ۱۹۱۲ء

آسٹریا

(۱) ترجمہ زوبا بروگدیوں
(۲) ترجمہ گرسون

جاپانی

(۱) ترجمہ سکاموٹو

بوہمی

(۱) ترجمہ وسیلی ۱۹۲۵ء
(۲) ترجمہ نیکل ۱۹۳۳ء

بلغاری

(۱) ترجمہ سوٹوموف ۱۹۳۳ء
(۲) ترجمہ سکولف ۱۹۳۳ء

چینی

(۱) ترجمہ پاؤسن چینچنگ ۱۹۲۵ء
(۲) ترجمہ لوین جودیہاجوجز ۱۹۲۳ء
(۳) ترجمہ جینجوگ می ۱۹۳۱ء
(۴) ترجمہ جی چشنگ ۱۹۳۷ء۔

سویڈن

(۱) ترجمہ کروسشٹوپ ۱۸۴۳ء
(۲) ترجمہ ٹورنبرگ ۱۸۷۴ء
(۳) زٹرسٹین ۱۹۱۷ء

افغانی

(۱) اس زبان میں صرف ایک ترجمہ کا پتہ چلا ہے جو ۱۳۱۹ ہجری میں شائع ہوا ہے۔

سواہیل زبان

(۱) ترجمہ ڈی لٹ ۱۹۲۳ء

بنگالی

(۱) اُردو ترجمہ شاہ رفیع الدین کو بنگالی میں ۱۳۴۹ھ میں منتقل کیا گیا۔
(۲) ترجمہ مدہو بیان ۱۹۰۱ء
(۳) ترجمہ نعیم الدین ۱۸۹۹ء
(۴) ترجمہ مجلس علماء بنگال ۱۸۵۲ء
(۵) ترجمہ گولڈ ساک ۱۹۰۸ء۔ دو مرتبہ شائع ہوا۔

پنجابی

(۱) ترجمہ بارک اللہ سنہ ۱۲۹۷ھ ۔ دو مرتبہ شائع ہوا
(۲) ترجمہ ہدایت اللہ غلزئی سنہ ۱۳۰۵ھ ۔
(۳) ترجمہ شمس الدین بخاری سنہ ۱۳۱۲ھ
(۴) ترجمہ فیروز الدین سنہ ۱۹۰۳ء

سندھی

(۱) ترجمہ عزیز اللہ المقلوی سنہ ۱۲۹۳ھ
(۲) ترجمہ محمد صدیق عبد الرحمن سنہ ۱۲۹۷ھ

گجراتی

(۱) ترجمہ عبد القادر بن لقمان سنہ ۱۸۷۹ء
(۲) ترجمہ حافظ عبد الرشید ۔ سنہ ۱۳۱۱ھ دو مرتبہ شائع ہوا
(۳) ترجمہ محمد اصفہانی سنہ ۱۹۰۰ء
(۴) ترجمہ غلام علی سنہ ۱۹۰۳ء

جاوی زبان

(۱) ترجمہ نیادو یاہ سنہ ۱۹۰۳ء

پشتو

(۱) ایک ترجمہ پشتو میں مولوی جمال الدین خان وزیر ریاست بھوپال نے بعہد شاہجہان بیگم کرایا۔

ترکی

(۱) ترجمہ حسین حسیب آفندی ۔
(۲) ترجمہ علامہ جمال ۔
(۳) ایک ترجمہ ترکی زبان میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیہ بھوپال متوفیہ سنہ ۱۲۸۵ھ نے کرایا۔

ہندی

(۱) ایک ترجمہ ہندی میں رئیس التجار خان بہادر احمد الہ دین او بی ای سکندر آباد دکن نے کرایا
یہ غالباً سنہ ۱۳۵۰ ہجری میں شائع ہوا ہے

تلنگی میں ایک ترجمہ ہے تفصیل معلوم نہیں۔ مرہٹی میں بھی علی ہذا القیاس۔

فارسی

(۱) ترجمہ شیخ سعدی شیرازی (ساتویں صدی ہجری)

(۲) ترجمہ آقا نعمت اللہ طہرانی۔

(۳) ترجمہ مرزا خلیل اصفہانی۔

(۴) ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

(۵) ترجمہ شاہ عبد العزیز دہلوی۔

(۶) ترجمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔

ہندوستانی قدیم

(۱) ہندوستانی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ راجہ مہروگ بن رائگ فرمانروائے حصہ شمالی پنجاب نے سنہ ۲۷۰ ہجری میں کرایا۔ پروفیسر گھوشال ایم اے، ایم آر اے ایس، ایف، ایس اے لندن لکھتے ہیں۔ "اسی صدی (نویں صدی عیسوی) میں قرآن شریف کا ہندو راجہ کی تحریک پر ہندی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ (رسالہ ترقی زبان ص ۳۵)

اُردو زبان

(۱) اُردو میں پہلا ترجمہ مولوی عزیز اللہ ہمزنگ اورنگ آبادی (دکن) کا ہے اس کا نام چراغ ابدی ہے (سنہ ۱۲۲۱ ہجری) لیکن یہ صرف تیسویں پارہ کا ہے۔

(۲) سب سے پہلا مکمل اُردو ترجمہ حکیم شریف خان دہلوی متوفی سنہ ۱۲۲۲ھ کا ہے۔ لیکن یہ ابتک شائع نہیں ہوا اور اُن کے خاندان میں محفوظ ہے۔

— (۳) ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی سنہ ۱۲۳۰ھ۔ یہ نہایت معتبر و مستند اور مقبول ترجمہ ہے اور بعد کے تمام اُردو ترجمہ کرنے والوں نے اس سے مدد لی ہے۔ یہ ترجمہ اتنی مرتبہ مختلف سنین اور مختلف مطابع میں شائع ہوا ہے کہ اس کا صحیح شمار نہیں بتایا جا سکتا۔ اور ابتک اسکی اشاعت برابر جاری ہے۔

— (۴) ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی (سنہ ۱۲۰۰ھ) یہ بھی مقبول و مستند ترجمہ ہے۔ بارہا شائع ہو چکا ہے اور ابتک برابر اشاعت جاری ہے۔

(۵) ترجمہ مولوی فتح محمد جالندہری۔

(۶) ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد خان دہلوی

(۷) ترجمہ سر سید احمد خان دہلوی

(۸) ترجمہ مرزا حیرت دہلوی۔

(۹) ترجمہ مسٹر محمد علی لاہوری۔

(۱۰) ترجمہ مولوی فتح محمد تائب لکھنوی۔

(۱۱) ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری۔

(۱۲) ترجمہ ڈاکٹر عبد الحکیم۔ — ترجمہ ڈاکٹر میرزا ابو الفضل

(۱۳) ترجمہ مولوی احمد رضا خان بریلوی۔

(۱۴) ترجمہ نواب وقار نواز جنگ۔

(۱۵) ترجمہ خواجہ حسن نظامی دہلوی۔

(۱۶) ترجمہ مولانا عبد الحق حقانی دہلوی۔ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔

(۱۷) ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی۔ متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے اور ابتک برابر اشاعت جاری ہے

(۱۸) ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ بارہا شائع ہو چکا ہے۔

(۱۹) ترجمہ مولانا ابو الکلام آزاد۔

(۲۰) ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی۔ کئی بار چھپ چکا ہے۔

(۲۱) ترجمہ مولوی ابو محمد مصلح۔

(۲۲) ترجمہ مولوی عبد الرحیم۔

ان اُردو تراجم میں ترجمہ نمبر ۳ و ۴ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ زیادہ معتبر ہیں۔

یہ میں نے کل (۱۳۳) تراجم کی فہرست دی ہے جو برہان کی پیش کردہ فہرست سے دو چند کے قریب ہے۔

قرآن اور الفاظ دخیلہ

دنیا کی پہلی زبان، دنیا کی سب زبانوں میں سب سے زیادہ باقاعدہ زبان، السنۂ عالم میں سب سے زیادہ سرمایہ رکھنے والی زبان عربی ہے اور یہی تمام زبانوں کی اصل ہے۔ اور تمام زبانوں میں کثیر سرمایہ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے کسی لفظ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ فلاں زبان سے عربی میں آیا ہے مشکل ہے۔ بالخصوص اُس زمانہ میں جبکہ دنیا میں نہ ایسا قابل فخر تمدن تھا، نہ علوم فنون کا سمندر موجزن تھا۔ اس عہد میں تو ہر زبان اس قابل ہو گی کہ اپنی ہی پونجی سے اپنا کام چلا سکے۔ اور عربی زبان تو ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ اسکو دوسروں کی طرف نظر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور قرآن مجید کی عبارت میں دوسری زبانوں کے الفاظ

سے کیا کام تھا؟ کیا عربی ایسی نادار اور کم مایہ زبان تھی کہ قرآن کی سیدھی سادی عبارت کیلئے اُس کے پاس الفاظ نہ تھے! جو مصنفین اس قابل ہوئے ہیں انہوں نے محنت سے لغت عرب میں تو جستجو کی نہیں دیگر السنہ میں کسی لفظ کا استعمال دیکھکر سمجھ گئے کہ یہ فلاں زبان کا لفظ ہے۔ اس قسم کے الفاظ کے متعلق بعض بے سروپا باتیں بھی لکھ گئے۔ کسی نے لکھا طوبیٰ ہندی لفظ ہے حالانکہ ہندی لغت میں کوئی لفظ طوبیٰ نہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" میں اس قسم کے الفاظ کے متعلق جو بعض متقدمین نے السنہ غیر کے قرار دئے ہیں لکھا ہے کہ یہ لغو اور غلط ہے۔

اسی طرح مسک (مشک) زنجبیل اور کافور کے متعلق کہنا کہ یہ ہندی لفظ ہیں غلط ہے۔ کیونکہ مسک کو اوّل سنسکرت میں مرگ مدہ، پھر مرگ نالیہ، پھر کستوری کہا گیا ہے۔ اور کافور کو گھنسارہ پھر چندرہ پھر ستابہرہ کہا گیا ہے۔ اور زنجبیل کو وشو بھیشم، پھر مہوشدہم، پھر ناگرم، پھر ستھی کہا گیا ہے۔

موسکا۔ زرنجیرا۔ کرپورم، یہ الفاظ کتب طب سنسکرت میں سنہ ۹ء کے بعد آئے ہیں جب سندھ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اور حکمائے ہند دربار خلافت میں باریاب ہوچکے تھے۔ اس لئے موسکا مسک کی زرنجیرا زنجبیل کی، کرپورم کافور کی خرابی ہے۔

زرنجیرا سندی لفظ نہیں، فرانسیسی لفظ ہے (ام الالسنہ خواجہ کمال الدین صـ۵۴)۔ ڈاکٹر لیبان فرانسیسی نے اقبال کیا ہے کہ فرانسیسی میں ادویہ کے نام عربی سے آئے ہیں اسلئے زرنجیرا ضرور زنجبیل کی خرابی ہے اور زنجبیل عربی لفظ ہے۔ زنجبیل اور کافور جنت کے چشموں کے نام ہیں۔ جنت کی زبان عربی ہے اور جنت دنیا سے پہلے پیدا ہوئی ہے۔ زنجبیل عرب میں عمان میں پیدا ہوتا ہے۔ کافور عرب میں ایک خوشبو کا بھی نام تھا جو کیلے کے خوشے سے بنائی جاتی تھی۔ مشک خطا و ختن کا مشہور ہے۔ اسلئے ان الفاظ اور خوشبوؤں کو ہندوستان سے مخصوص کرنا صحیح نہیں۔

قرآن ہفت قبائل عرب کی فصیح زبان ہے۔ امام دانی نے سبعۃ احرف کی تشریح میں صرف ہفت فصیح قبائل قریش کو لکھا ہے۔ اگر محققین کے نزدیک غیر زبانوں کے الفاظ بھی ہوتے تو امام موصوف ضرور ظاہر فرما دیتے۔ کہا جا سکتا ہے کہ ان ہفت قبائل عرب نے کسی زبان کا لفظ لیکر استعمال کر لیا ہو تو اس کے جواب میں میں صرف دو باتیں عرض کروں گا۔ یہ ممکن ہے مگر الفاظ مذکورہ اور دیگر قرآنی الفاظ ایسے اہم اور خاص الفاظ و محاورات نہیں ہیں جن سے ایک عظیم الشان زبان خالی ہو عظیم الشان کیا معمولی زبان بھی خالی نہیں ہو سکتی۔

قرآن مجید میں جس جگہ قرآن کے متعلق کچھ بیان آیا ہے، عربی کی خصوصیت کی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے

کہ یہ خالص عربی زبان ہے اسمیں الفاظ دخیلہ وغیرہ کا قائل ہونا غلطی ہے ۔ عربی قدیم کے بعض
متروک اسماء آئے ہیں جن کو بعض نے غلطی سے دخیلہ سمجھا ہے ۔

امام شافعیؒ جیسے فصیح و بلیغ و ماہر لسان کا قول ہے کہ عربی ایسی وسیع زبان ہے کہ اس کا احاطہ نبی کے
سوا کسی سے ممکن نہیں ۔ یہ کیسی بیجا جرأت ہے کہ اُس زبان کے قدیم الفاظ کو دخیلہ کہا جائے ۔

خلیل بصری نے عربی الفاظ کی تعداد ایک کروڑ چوبیس لاکھ کے قریب بیان کی ہے ۔ اس لئے قدیم
عربی الفاظ میں سے کسی لفظ کو دخیلہ کہنے کا وہ شخص حق رکھتا ہے جو سوا کروڑ الفاظ کا علم رکھتا ہو ۔ اور
تمام شاذ اور متروک الفاظ پر حاوی ہو کیونکہ بعض عربی الفاظ ایسے بھی ہیں جن کو علمائے لُغت نے غیر فصیح
قرار دیکر درج لغت نہیں کیا اور بعض الفاظ ایسے ہیں جو عربی قدیم سے دوسری زبانوں میں گئے جیسے بعض
اسماء اور پھر وہ لوٹ کر عربی میں آ گئے ۔ اس لئے اس قسم کے الفاظ سے بعض کو گمان ہو گیا ہے کہ قرآن میں الفاظ
دخیلہ بھی ہیں ۔

عرب کے معنی خالص اور فصیح کے ہیں چونکہ اس خطہ کی زبان اور نسل خالص تھی اور زبان طاقتور تھی،
اس لئے نام عرب ہو گیا تھا ۔ الفاظ دخیلہ پر ہم نے مفصل بحث رسالہ زبان و قلم میں کی ہے ۔

تواتُر

کسی چیز کو اس قدر آدمی بیان کریں کہ اُن کا جھوٹ پر متفق و مجتمع ہونا محال ہو ۔ تواتر کہلاتا ہے
تواتر کی چار قسمیں ہیں ۔ تواترِ اسنادی ۔ تواترِ طبقہ ۔ تواترِ قدر مشترک ۔ تواترِ توارث

تواتر اسنادی جو بسند صحیح مسلسل مذکور ہو ۔

تواتر طبقہ ۔ یہ نہ معلوم ہو کہ کس نے کس سے لیا بلکہ یہ تحقیق ہو کہ پچھلے طبقہ نے پہلے طبقہ سے لیا

تواتر قدر مشترک ۔ اس قسم کا تعلق قرآن سے نہیں حدیث سے ہے (تاریخ الحدیث ملاحظہ ہو)

تواتر توارث ۔ ایک نسل نے دوسری نسل سے لیا ہو یعنی بیٹے نے باپ سے ۔ اُس نے اپنے باپ سے

صحابہ اور صحابیات کی تعداد لاکھوں تھی ۔ ان میں سے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ قرآن یاد تھا ۔ اور کچھ نہ کچھ قرآن
ہر ایک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا تھا ۔ ان میں ہزاروں حُفاظ تھے ۔ ان میں
دس ہزار مشہور حفاظ تھے ۔ ان میں سینکڑوں قراء تھے ۔ صحابہ کی ایک جماعت کثیر نے خود حضور سے قرآن
پڑھا ۔ باقی کو حضور کی حیات میں حضور کے حکم سے حضور کے زیر اہتمام مسجد نبوی میں صحابہ نے تعلیم دی ۔
ہزاروں قراء کی اسناد مسلسل اس زمانہ سے لیکر رسول کریم تک کتب سیر و تاریخ میں موجود ہیں اور ہر

یاد نی تامل یدل علیٰ انه کان مجموعًا مرتبًا غیر منثور ولا مبثوث۔ یعنی قرآن رسول کریم کے عہد میں اسی ترتیب پر تھا اور ابن مسعود وابی وغیرہ صحابہ نے رسول کریم کو بہت دفعہ سنایا (تنزیہ الفرقان ص۲۹)

کسی اسلامی فرقہ کا تحریف قرآن کا عقیدہ ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ تمام فرقوں کے علما نے لکھا ہے کہ قرآن رسول کریم کے عہد سے آج تک بلا تغیر و تبدل کے شائع ہے اور قرآن کے حامل وہی اصحاب تھے جن کو اہل سنت کہتے ہیں اور مقدس جانتے ہیں۔ تمام اسلامی فرقوں کو قرآن انہیں کے ذریعہ پہونچا ہے صحابہ میں سات قاری زیادہ مشہور تھے۔ انہی میں حضرت علی بھی ہیں۔

خصوصیات قرآن

(۱) قرآن وہ کتاب ہے جو صاف لفظوں میں دعویٰ کرتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں
(۲) قرآن وہ کتاب ہے جس کو ایسی مقدس ہستی نے پیش کیا ہے کہ جس کے وجود باجود سے کسی کو انکار نہیں اور جس کی مقدس زندگی ہر قسم کے دھبوں سے پاک ہے۔
(۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے انتہا درجہ کے تاریک زمانہ میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری و باطنی روشنی پھیلائی علم و عدل تہذیب و تمدن کا علم بلند کیا۔
(۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے نہایت زور کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں تمام خلاف عدل و تہذیب امور اور تمام معاصی کی تردید کی۔
(۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے صاف الفاظ میں تمام بھلائیوں کو بیان کیا ہے۔
(۶) قرآن وہ کتاب ہے جو علوم و شرائع کا سرچشمہ ہے۔
(۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کی مثل فصاحت و بلاغت معنی و مطالب کسی اعتبار سے کوئی نہیں بنا سکا۔
(۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے ہر قسم کے مضامین کو تہذیب و متانت سے ادا کیا ہے۔
(۹) قرآن وہ کتاب ہے جو اپنے زمانۂ نزول سے آج تک ہر طرح محفوظ ہے۔
(۱۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی زمانۂ نزول سے آج تک کی صحیح تاریخ مدون و مرتب ہے۔
(۱۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شرح سے صدہا علوم وجود میں آئے۔
(۱۲) قرآن وہ کتاب ہے کہ اُس کے لکھنے والوں کی مسلسل سند قرآن کے زمانۂ نزول سے آج موجود ہے۔
کتاب زبان و قلم میں ہم نے موجودہ زمانہ کے قرآن نویس صاحبزادے محمد رفیق خان بہادر ٹونکی اور مولوی عبدالسلام کی سندیں نقل کر دی ہیں۔

(۱۳) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے لاکھوں قاری رسول کریم تک اپنی سند مسلسل رکھتے ہیں - اور یہ سلسلہ اسناد ابتداء سے آج تک ہزاروں سفینوں میں محفوظ ہیں -

(۱۴) قرآن وہ کتاب ہے کہ اس کی شروح علم حدیث و علم تفسیر و علم فقہ کے علما، اپنی اسناد مسلسل رسول کریم تک رکھتے ہیں اور ان کی اسناد مسلسل ہر زمانہ میں ہر ملک میں کتب سیر و تواریخ میں شائع ہوتی رہی ہیں -

(۱۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ اُس سے قوانین دیوانی و مال و فوجداری و زراعت و صناعت، تجارت و عبادات و اعتقادات و معاملات وغیرہ وغیرہ کے متعلق لاتعداد مسائل نکالے گئے ہیں - صرف امام ابو حنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں - باقی صدہا ائمہ گذرے ہیں -

(۱۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کے ترجمہ پر ہر زمانہ میں ہر ملک ہر قوم کے موافق و مخالف علما متفق رہے ہیں

(۱۷) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس سے ایک عالم متبحر اور ایک ان پڑھ دونوں فائدہ حاصل کر سکتے ہیں -

(۱۸) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس کے پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا -

(۱۹) قرآن وہ کتاب ہے جو حروف و الفاظ ثقیلہ و محاورات و امثال رکیکہ سے پاک ہے -

(۲۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں - کاتبوں، قاریوں کی مسلسل لائف موجود ہے اور اسکی شروح و علوم متعلقہ کے حاملوں کی بھی صحیح لایف مسلسل موجود ہے جس کا علما، غیر کو بھی اعتراف ہے

(۲۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تلاوت ہمیشہ سے چوبیس گھنٹے دنیا میں جاری ہے - اور ہمیشہ جاری رہیگی

(۲۲) قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل چوبیس گھنٹے دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ تک جاری رہیگی

(۲۳) قرآن وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا خود خداوند ذوالجلال نے وعدہ فرمایا ہے - اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (یعنے یہ ذکر قرآن نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں) لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (جھوٹ اس میں داخل نہیں ہو سکتا نہ آگے نہ پیچھے کیونکہ اس کو خداوند حکیم نے نازل فرمایا ہے - (سورۂ حم سجدہ)

سر ولیم میور نے لکھا ہے :- دنیا میں آسمان کے نیچے قرآن کے علاوہ اور کوئی مذہبی کتاب ایسی نہیں ہے، جس کا متن ابتدا سے لیکر اس وقت تک تحریف سے پاک رہا ہو (لائف آف محمد)

ہم قرآن کو بالکل اسی طرح محمد کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کا مجموعہ یقین کرتے ہیں جس طرح مسلمان اُسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں یعنی اسکے غیر محرف ہونیکا یقین کامل ہے

(وان کریمر مشہور جرمن مستشرق)

(۲۴) قرآن ایسی کتاب ہے، جو تمام عالم میں شائع ہے۔ لیکن ایک لفظ کا اختلاف نہیں۔

(۲۵) قرآن وہ کتاب ہے جس نے پہلی پہل ملوکیت و ملوک پرستی کی تردید کی اور شوری قائم کیا۔

(۲۶) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم فطرت انسانی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔

(۲۷) قرآن وہ کتاب ہے جس نے توحید خالص کو شائع کیا۔

(۲۸) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مساوات کو قایم کیا۔

(۲۹) قرآن وہ کتاب ہے جس نے سرمایہ داری کی مذمت کی۔

(۳۰) قرآن وہ کتاب ہے جس نے استعمار پرستی اور جوع الارض کیلئے جنگ کرنا حرام قرار دیا۔

(۳۱) قرآن وہ کتاب ہے جس نے مکمل قانون وراثت موافق عقل و فطرت پیش کیا۔

(۳۲) قرآن وہ کتاب ہے جس نے عورتوں کا احترام اور ان کے حقوق قایم کئے۔

(۳۳) قرآن وہ کتاب ہے جس نے غلاموں کیلئے آزادی کا دروازہ کھولا۔

(۳۴) قرآن وہ کتاب ہے جس نے تحقیق و تدقیق و اکتشافات علمیہ کا دروازہ کھولا۔

(۳۵) قرآن وہ کتاب ہے کہ جس نے فرد اور جماعت دونوں کیلئے ترقی کی راہ کھولی اور مناسب ضوابط پیش کئے

(۳۶) قرآن وہ کتاب ہے جو ایسی زبان میں ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک زندہ رہے گی اور دنیا کی زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اور خوبصورت ہے۔

(۳۷) قرآن وہ کتاب ہے جس کے منزل من اللہ ہونے میں کسی اسلامی فرقے کو شک نہیں۔

(۳۸) قرآن وہ کتاب ہے جو صاحب کتاب کی حیات میں حفظ و تعلیم و تحریر و عمل ہر طرح سے اکثر اقطاع عالم میں شائع ہو گئی تھی۔

(۳۹) قرآن وہ کتاب ہے جس کی تفسیر و تشریح خود صاحب کتاب نے کی اور لکھائی۔ اور صاحب کتاب کے شاگردوں نے اس کو قلمبند کیا۔ اور ان بزرگوں نے خود بھی اسکی تفسیر کی۔

(۴۰) قرآن وہ کتاب ہے جس کی شروح کی حفاظت و نصرت کیلئے صدہا علوم ایجاد ہوئے۔

(۴۱) قرآن وہ کتاب ہے جس کو حفظ و تعلیم و کتابت، قدامت عمل غرض ہر طرح پر کامل طور پر تواتر حاصل ہے

معجزہ

قرآن مجید حروف و الفاظ و عبارت و ترتیب و معانی و مطالب، تواتر و حفاظت ہر اعتبار سے معجز ہے۔ دنیا میں کوئی کلام فصاحت بلاغت ہمہ گیری، اشاعت و تواتر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکا

فصاحت وبلاغت کے متعلق مضمون حفاظت قرآن میں تفصیل کردی گئی ہے۔ اسکی فصاحت وبلاغت اس کے علمی کمالات اسکی تعلیم کی خوبیوں کا غیروں نے بھی اقبال کیاہے۔ غیرمسلم علما و مورخین کی رائیں ہم نے آخر باب میں جمع کردی ہیں

قرآن مجید کے عجائبات ایسے ہیں کہ اگر معمولی عقل وفراست کا آدمی بھی انصاف سے غور کرے تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ خدا کا کلام ہے انسان سے اسکی مثال ونظیر ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں کل (۶۶۶۶) آیتیں ہیں۔ ان میں پانسو آیتیں ایسی ہیں جن سے مسائل کا استنباط ہوا ہے۔ صرف ایک امام ابو حنیفہ نے تیرہ لاکھ مسائل نکالے ہیں (قلائد العقود العقیان) اور مجتہدین نے اس کے علاوہ کم وبیش ایک کرور مسائل کا استنباط کیا ہوگا۔ اس طرح فی آیت بیس ہزار مسائل کا اوسط ہوا کیا دنیا میں کوئی مذہبی یا قانونی کتاب ایسی ہے کہ جس سے اسقدر استنباط ہوا ہو

کہا جاسکتا ہے کہ استنباط مسائل حدیث وقیاس سے بھی ہوا ہے، یہ صحیح ہے۔ مگر حدیث کے متعلق میں نے کئی جگہ عرض کیا ہے کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا استنباط آیات قرآنی سے کیا ہے۔

علامہ ابن جرجانی نے لکھا ہے کہ جس قدر صحیح حدیثیں ہیں اُن کی اصلیت قرآن میں بجنسہ یا قریب قریب موجود ہے (تاریخ الحدیث ص۲۵) اسی وجہ سے صحابہ کرام کا معمول تھا کہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اسکی توثیق کیلئے کوئی آیت پڑھتے۔

عن ابی هریرة یقول قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ اللقمة واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف واقرأوا ان شئتم لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا،

یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ وہ شخص مسکین نہیں جس کو لقمہ دو لقمے دئے جاتے ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال نکرے اسکی شہادت میں یہ آیت پڑھو لَا يَسْئَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا، اخرجہ البخاری واحمد) اس قسم کی اور مثالیں ہم نے تاریخ التفسیر ص۹۹ پر نقل کی ہیں۔

رہا قیاس تو وہ بھی قرآن وحدیث ہی کے تحت میں اور اس کے نظائر پر کیا جاتا ہے۔ غرض اسقدر مسائل کا استنباط ہوا ہے کہ اندازہ مشکل ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے ختم نہیں ہوا اور یہ مسائل صرف عبادات ہی کے متعلق نہیں بلکہ عقائد، معاملات، اخلاق، حکومت، تجارت، زراعت، صناعت وغیرہ وغیرہ سب کے متعلق ہیں۔

اصولیین نے استقراء کر کے فرض، واجب، مستحب، مباح، حلال، حرام، مکروہ، مکروہ تحریمی وغیرہ

قرآن سے ثابت کرنے کیلئے قرآن کی اس طرح تقسیم کی ہے۔ یعنی احکام قرآن مجید اُسوقت سمجھ میں آسکتے ہیں جب قرآن کے الفاظ و حروف کی تقسیم کیجائے۔

اسکی چار قسمیں ہیں خاص۔ عام۔ مشترک۔ مأوّل۔ جب ان کے استعمال پر غور کیا گیا تو وہ بھی چار قسم ثابت ہوئے۔ حقیقۃ۔ مجاز۔ صریح۔ کنایہ۔ پھر اس کے بعد ان کو معنی کے ظہور خفاء کے اعتبار سے چار قسموں پر تقسیم کیا۔ ظاھر۔ نص۔ مفسّر۔ محکم۔ اور ان کے مقابل والوں کا نام خفی۔ مشکل۔ مجمل۔ متشابہ رکھا۔ اسکے بعد عبارت قرآن کے معنی سمجھنے اور اسکے استدلال کرنے کی چار قسمیں کیں۔ عبارۃ النص۔ اشارۃ النص۔ دلالۃ النص۔ اقتضاء النص۔

نص سے مراد عبارت قرآن ہے۔

عبارۃ النص وہ معنی جو کلام سے ثابت ہوں اور سیاق کلام بھی اسکے لئے ہو۔

اشارۃ النص جو الفاظ کلام سے بغیر زیادتی کے ثابت ہوں اور سیاق کلام ان کے لئے نہو۔

دلالۃ النص۔ حکم کی علت بروئے لغت معلوم ہو۔

اقتضاء النص۔ نص کے کسی ایسی چیز کے چاہنے کو کہتے ہیں جو اُسپر زیادہ ہو اور نص کے معنی بغیر اس کے صحیح و متحقق نہو سکیں۔

وہ آیات جن سے مادی علوم کا استنباط ہوا ہے (۷۵۰) ہیں۔ یہ علوم بھی تعداد میں بے شمار ہیں۔ امام قاضی ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ نے لکھا ہے کہ قرآن سے جن علوم کا استنباط ہوا ہے اُن کی تعداد ستر ہزار ہے (تاریخ التفسیر ص ۱۱۴)۔ علوم قرآن کے متعلق ایک مضمون علیحدہ ہے اس میں اسکی تشریح ہے اور غیر مذاہب کے علماء کی رائیں بھی اس معاملہ میں قابل ملاحظہ ہیں۔

اس بیان کو پڑھنے کے بعد تاریخ عالم کی ورق گردانی کیجائے تو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ میں نہ کہیں علم کا پتہ تھا نہ فنون کا نشان تھا۔ نہ امن و انصاف تہذیب و تمدن کا دور تھا۔ اور وہ سرزمین جہاں قرآن نازل ہوا جہالت و ظلم و طغیان کا مرکز تھی اور قرآن کو جو جامع علوم اور اخلاق و نصائح کا معدن و مخزن ہے، جو ظاہری و باطنی ترقی کا رہنما ہے۔ جس کی ضیا باریوں سے عالم منور ہوا۔ پیش کس نے کیا؟ ایک اَن پڑھ غریب نے ایسے ملک ایسے زمانے، ایسی جماعت میں پیدا ہونے والے، پرورش پانے والے، یتیم و ناخواندہ کو ایسے علم و اخلاق، صدق و راستی کے آئین کیسے سوجھے۔ اس کا جواب اسکے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ خدا نے بتائے۔

مسائل و علوم کا استنباط کس طرح کیا گیا ہے، یہ مجھ جیسے ہیچمیرز کے بس کی بات نہیں متبحر علماء سے معلوم ہوسکتا ہے یا فقہ و تفسیر کی قدیم ضخیم کتابوں سے۔

معلومات

(۱) امام شافعی کا قول ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے اور خاص سورۂ فاتحہ کا۔ امام اعظم کا قول ہے کہ نہ کسی سورت کا جزو ہے نہ الحمد کا۔ البتہ جزو قرآن ہے یا آیت سورۂ نمل۔

(۲) تعوّذ دعا ہے۔ قرآن نہیں۔

(۳) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم۔ کثرت سے صحیح روایات میں یہی الفاظ آئے ہیں (بخاری مسلم۔ ترمذی)

(۴) لفظ اللہ قرآن میں (۲۵۸۴) مرتبہ آیا ہے۔

(۵) بعض نے لکھا ہے کہ جن سورتوں کی ابتدا حروف مقطعات سے ہے بجز بقر اور آل عمران کے وہ سب مکی ہیں۔ علقمہ سے روایت ہے کہ جن سورتوں میں یا ایھا الناس یا یا بنی ادم سے خطاب کیا گیا ہے وہ مکی ہیں اور جن میں یا ایھا الذین امنوا سے خطاب ہے وہ مدنی ہیں۔ ایسی ہی روایت میمون بن مہران سے ہے۔

(۶) مکی سورتوں میں اعتقادیات زیادہ ہیں مثلاً تعلیم توحید ذات و صفات و اثبات رسالت اور بت پرستی اور اوہام پرستی کی مذمت، مدنی سورتوں میں احکام زیادہ ہیں۔

(۷) سورتوں کی ابتداء تین قسم سے ہے۔

خدا کی ثنا و صفت کے ساتھ اسکی دو قسمیں ہیں۔ اول صفات جمالیہ کا ثبوت، دوم صفات ذمیمہ سے تنزیہہ و تقدیس۔ پانچ سورتوں کو تحمید و تقدیس سے شروع کیا ہے۔ فاتحہ۔ انعام۔ کہف، سبا۔ فاطر۔ اور دو کو لفظ تبارک سے (فرقان۔ ملک) ان میں اثبات صفات ہے۔

سات سورتوں کو لفظ سبحان سے شروع کیا ہے (بنی اسرائیل۔ سبحان الذی اسری۔ حدید۔ حشر، صف۔ جمعہ۔ اعلیٰ)

اُنتیس سورتوں کو حروف تہجی سے شروع کیا ہے۔

دس سورتوں کو بلفظ ندا شروع کیا ہے۔ پانچ کو ندا رسول سے (احزاب۔ طلاق۔ تحریم۔ مزمل۔ مدثر) پانچ کو ندا امت سے (نساء۔ مائدہ حج۔ حجرات۔ ممتحنہ)

تئیس سورتوں کو جملہ خبریہ سے شروع کیا ہے۔

پندرہ سورتوں کو قسم سے شروع کیا ہے۔

سات سورتوں کو شرط سے شروع کیا ہے (واقعہ۔ منافقون۔ تکویر۔ انفطار۔ انشقاق۔ زلزال نصر)

چھ سورتوں کو بصیغہ امر شروع کیا ہے۔ (قل اوحی۔ اقرأ۔ کافرون۔ اخلاص۔ فلق۔ ناس)
چھ سورتوں کو بصیغہ استفہام شروع کیا ہے (ہل اتی۔ نبا۔ ہل اتاک۔ الم نشرح۔ الم تر۔ ارأیت)
تین سورتوں کو بد دعا سے شروع کیا ہے۔ (تطفیف، ہمزہ۔ لہب۔)
ایک سورۃ کو تعلیل سے شروع کیا ہے۔ (قریش)

(۸) چونکہ نوع انسانی کو ادیات سے زیادہ تعلق ہے اس لئے وہ آیتیں جو مادی علوم سے تعلق رکھتی ہیں تعداد میں زیادہ ہیں۔ ایسی آیتیں جنہیں علوم کا ذکر یا ان کی طرف اشارہ ہے (۷۰۰) سے زیادہ ہیں۔

(۹) بعض سورتوں کے کئی کئی نام ہیں۔ ان سب ناموں کی کوئی وجہ تسمیہ یا تو خود متن سورۃ میں موجود ہے یا یہ کہ سورت کے صفات یا اس کے منافع بنیاد تسمیہ ہیں جیسے سورۂ اخلاص کو اس لئے کہ یہ سورۃ اعتقاد کو مضبوط کرنے والی ہے سورۃ الاساس بھی کہتے ہیں۔

(۱۰) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ نام سورۂ فاتحہ کے ہیں

(۱۱) تمام سورتوں میں سب سے زیادہ بڑی سورۂ بقرہ اور سب سے چھوٹی سورۂ کوثر ہے۔

(۱۲) قرآن کی ترتیب بزمانہ خلافت اول سنہ ۱۳ھ میں اور بزمانہ خلافت سوم سنہ ۲۵ھ میں ہوئی۔
(حافظ ابن حجر عسقلانی)

(۱۳) انبیاء ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے :۔
آدم۔ نوح۔ ادریس۔ ابراہیم۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ یعقوب، یوسف، لوط۔ ہود۔ صالح۔ شعیب۔ موسیٰ۔ ہارون۔ داؤد۔ سلیمان، ایوب، ذوالکفل۔ یونس، الیاس۔ الیسع۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ

صالحین ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ عزیز۔ ذوالقرنین۔ لقمان
نساء صالحات جن کا ذکر قرآن میں ہے۔ مریم بنت عمران
ملائکہ ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
جبریل۔ میکائیل۔ ہاروت، ماروت، رعد۔ ملک الموت
کفار ذیل کا تذکرہ قرآن میں ہے۔
ابلیس۔ فرعون۔ قارون۔ ہامان۔ آذر۔ سامری۔ ابولہب
اشخاص ذیل کا تذکرہ بضمن واقعات آیا ہے۔ عمران۔ تبع۔ طالوت۔ جالوت
صحابی جس کا نام قرآن میں آیا ہے زید بن ثابت رض
حسب ذیل اشخاص کی شخصیت کی طرف قرآن میں اشارہ ہے۔

ابنا ء آدم - امرأۃ نوح - ابن نوح - امرأۃ لوط - امرأۃ فرعون - امرأۃ عزیز - ابن لقمان - امرأۃ عمران - اُم موسیٰ - امرأۃ ابراہیم - امرأۃ ابی لہب - خولہ زوجہ عبادہ بن صامت - ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی - قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ (خدا نے اس عورت کی بات سُن لی جو تم سے جھگڑ رہی تھی)

فہرست تعداد آیات

نام سورۃ	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
فاتحہ	۷	۷	۷	۷	۷	۲۵	۱۲۲
بقر	۲۸۵	۲۸۵	۲۸۴	۲۸۷	۲۸۶	۶۲۱۲	۲۶۷۹۲
آل عمران	۲۰۰	۲۰۰	۱۹۹	۲۰۰	۲۰۰	۴۴۸۰	۱۶۰۳۰
نساء	۱۷۵	۱۷۵	۱۷۷	۱۷۵	۱۷۶	۳۷۵۰	۱۶۰۳۰
مائدہ	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۰	۲۸۴۲	۱۳۴۶۴
انعام	۱۶۷	۱۶۷	۱۶۶	۱۶۶	۱۶۵	۳۱۰۰	۱۲۹۲۵
اعراف	۲۰۶	۲۰۶	۲۰۵	۲۰۵	۲۰۶	۳۲۸۷	۱۴۶۳۵
انفال	۷۶	۷۶	۷۷	۷۶	۷۵	۱۱۳۱	۵۲۷۴
توبہ	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۳۰	۱۲۹	۲۵۳۷	۱۱۳۶۰
یونس	۱۰۹	۱۰۹	۱۱۰	۱۰۹	۱۰۹	۱۸۶۱	۷۷۳۳
ھود	۱۲۱	۱۲۱	۱۲۲	۱۲۱	۱۲۳	۱۹۳۶	۷۶۲۴
یوسف	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۸۰۸	۷۴۱۱
رعد	۴۴	۴۴	۴۷	۴۵	۴۳	۸۵۳	۳۶۱۴
ابراھیم	۵۴	۵۴	۵۵	۵۲	۵۳	۸۴۵	۳۴۶۰
حجر	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۹۹	۶۴۳	۲۹۰۷
نحل	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸	۱۸۴۱	۷۹۷۴
بنی اسرائیل	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۱	۱۵۸۲	۶۷۱۰
کہف	۱۰۵	۱۰۵	۱۰۶	۱۱۱	۱۱۰	۱۲۰۱	۶۶۲۰
مریم	۹۸	۹۹	۹۸	۹۸	۹۸	۹۶۸	۳۹۸۲

نام سورت	تعداد آیات کی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
طٰہ	۱۳۴	۱۳۴	۱۴۰	۱۳۲	۱۳۵	۱۲۵۱	۴۵۶۲
انبیاء	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۱	۱۱۲	۱۱۸۷	۵۱۵۴
حج	۹۶	۹۷	۹۴	۹۵	۹۸	۱۲۸۳	۵۴۳۲
مؤمنون	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۹	۱۱۸	۱۰۷۰	۴۵۳۸
نور	۶۲	۶۲	۶۴	۶۴	۶۴	۱۴۲	۶۴۱
فرقان	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷	۹۰۶	۳۹۱۹
شعراء	۲۲۶	۲۲۶	۲۲۷	۲۲۶	۲۲۷	۱۳۴۷	۵۶۸۹
نمل	۹۵	۹۵	۹۴	۹۴	۹۳	۱۱۶۷	۴۸۷۹
قصص	۹۴	۹۴	۹۴	۹۴	۸۸	۱۵۴۴	۶۰۱۱
عنکبوت	۷۹	۷۹	۷۹	۷۹	۶۹	۹۹۰	۴۴۱۰
روم	۵۹	۵۹	۶۰	۶۰	۶۰	۸۲۷	۳۵۴۷
لقمان	۳۳	۳۳	۳۴	۳۴	۳۴	۵۵۴	۲۲۱۷
سجدہ	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۷۴	۱۵۷۷
احزاب	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۷۳	۱۲۱۰	۵۹۰۹
سبا	۴۶	۴۵	۴۶	۵۴	۵۴	۸۹۶	۳۶۳۶
فاطر	۴۵	۴۵	۴۶	۴۵	۴۵	۷۹۲	۳۲۸۹
یسٓ	۸۲	۸۳	۸۲	۸۲	۸۳	۷۲۹	۳۰۹۰
صافات	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۲	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۷۳	۳۹۵۱
ص	۸۶	۸۶	۸۶	۸۵	۸۸	۷۳۸	۳۱۰۷
زمر	۷۲	۷۲	۷۳	۷۲	۷۵	۱۱۸۴	۴۹۶۵
مؤمن	۸۴	۸۴	۸۶	۸۲	۸۵	۱۲۴۲	۵۲۱۳
حم سجدہ	۵۳	۵۳	۵۲	۵۲	۵۴	۸۰۹	۳۴۰۶
شوریٰ	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۳	۸۶۹	۳۵۸۵
زخرف	۸۹	۸۹	۸۰	۸۹	۸۹	۹۴۸	۳۶۵۶

نام سورۃ	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
دخان	۵۶	۵۶	۵۶	۵۷	۵۹	۳۴۹	۱۴۹۵
جاثیہ	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۷	۴۹۲	۲۱۳۱
احقاف	۳۴	۳۴	۳۴	۳۴	۳۵	۷۵۰	۲۷۰۹
محمد	۳۹	۳۹	۳۹	۳۴	۳۸	۵۵۸	۲۴۷۵
فتح	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۵۶۸	۲۵۵۵
حجرات	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۱۸	۳۵۰	۱۵۷۳
ق	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۳۷۶	۱۵۲۵
ذاریات	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۳۶۰	۱۵۵۹
طور	۴۷	۴۷	۴۹	۴۸	۴۹	۳۱۹	۱۳۳۴
نجم	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۶۲	۳۶۵	۱۴۵۰
قمر	۶۱	۶۱	۶۱	۶۱	۵۵	۳۴۸	۱۴۸۲
رحمن	۷۷	۷۷	۷۸	۷۶	۷۸	۳۵۱	۱۶۸۳
واقعہ	۹۹	۹۹	۹۹	۹۷	۹۶	۳۸۴	۱۷۶۸
حدید	۲۸	۲۸	۲۸	۲۹	۲۹	۵۸۶	۲۵۹۹
مجادلہ	۲۱	۲۱	۲۲	۲۲	۲۲	۴۷۳	۱۹۹۲
حشر	۲۴	۲۴	۲۴	۲۴	۲۲	۴۷۹	۲۱۰۳
ممتحنہ	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۱۳	۳۷۰	۱۵۹۳
صف	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۷۶	۷۸۷
منافقون	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۸۳	۷۲۱
تغابن	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۱۸	۲۴۷	۱۱۲۳
طلاق	۲۲	۲۲	۱۲	۱۱	۱۲	۲۹۸	۱۲۳۷
تحریم	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۱۲	۲۵۳	۱۱۲۴
ملک	۳۰	۳۱	۳۰	۳۰	۳۰	۳۳۵	۱۳۵۹
قلم	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۵۲	۳۰۶	۱۲۹۵

نام سورة	تعداد آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
حاقه	۵۲	۵۲	۵۰	۵۰	۵۲	۲۶۰	۱۱۳۴
معارج	۴۴	۴۴	۴۳	۴۴	۴۴	۲۶۰	۶۷۷
نوح	۳۰	۳۰	۲۹	۲۹	۲۸	۲۳۱	۹۷۴
جن	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸	۲۸۷	۱۱۲۶
مزمّل	۲۰	۲۰	۲۰	۱۹	۲۰	۲۰۰	۸۶۴
مدّثر	۵۶	۵۵	۵۵	۵۶	۵۶	۲۵۶	۱۱۴۵
قیامه	۳۹	۳۹	۳۹	۳۹	۴۰	۱۶۴	۶۸۲
دهر	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۳۱	۲۴۶	۱۰۹۹
مرسلت	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۵۰	۱۸۱	۸۴۶
نبأ	۴۰	۴۱	۴۰	۴۱	۴۰	۱۷۴	۸۰۱
نازعات	۴۵	۴۵	۴۵	۴۵	۴۶	۱۸۱	۷۹۱
عبس	۴۲	۴۲	۴۰	۴۱	۴۲	۱۳۳	۵۵۳
تکویر	۲۸	۲۹	۲۹	۲۹	۲۹	۱۰۴	۴۳۶
انفطار	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۸۰	۳۳۴
تطفیف	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۳۶	۱۷۲	۷۵۸
انشقاق	۲۵	۲۵	۲۵	۲۳	۲۵	۱۰۸	۴۴۸
بروج	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۲۲	۱۰۹	۴۷۵
طارق	۱۶	۱۷	۱۷	۱۷	۱۷	۶۱	۲۵۴
اعلی	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۹
غاشیه	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۹۳	۳۸۴
فجر	۳۲	۳۲	۳۰	۲۹	۳۰	۱۳۷	۵۸۵
بلد	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۲۰	۸۲	۳۴۷
شمس	۱۶	۱۶	۱۵	۱۵	۱۵	۵۶	۲۵۴
لیل	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۲۱	۷۱	۳۱۴

نام سورت	آیات مکی	مدنی	شامی	بصری	کوفی	کلمات	حروف
ضحیٰ	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۶۶
انشراح	۸	۸	۸	۸	۸	۲۷	۱۰۳
تین	۸	۸	۸	۸	۸	۳۴	۱۶۵
علق	۲۰	۲۰	۱۸	۱۹	۱۹	۷۲	۲۹۰
قدر	۲	۵	۶	۵	۵	۳۰	۱۱۵
بیّنہ	۸	۸	۸	۹	۸	۹۵	۴۱۳
زلزال	۹	۹	۹	۹	۸	۳۷	۱۵۸
عادیات	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۱۱	۴۰	۱۷۰
قارعہ	۱۵	۱۵	۸	۸	۱۱	۳۵	۱۶۰
تکاثر	۸	۸	۸	۸	۸	۲۸	۱۲۳
عصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۴	۶۴
ھُمزہ	۹	۹	۹	۹	۹	۳۳	۱۳۵
فیل	۵	۵	۴	۴	۴	۱۷	۷۹
ماعون	۶	۶	۶	۶	۷	۲۵	۱۱۵
کوثر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۰	۳۷
کافرون	۶	۶	۶	۶	۶	۲۶	۹۹
نصر	۳	۳	۳	۳	۳	۱۹	۸۱
لہب	۵	۵	۵	۵	۵	۲۴	۸۱
اخلاص	۴	۵	۵	۴	۴	۱۷	۴۹
فلق	۵	۵	۵	۵	۵	۲۳	۷۳
ناس	۶	۶	۷	۶	۶	۲۰	۸۱

قرآن مجید کے حروف وکلمات وآیات کی شمار میں اختلاف اس لئے ہے کہ بعض نے حرف مشدد کو ایک شمار کیا ہے اور بعض نے دو۔ اسی طرح جب شمار حروف میں اختلاف ہے تو کلمات میں بھی اختلاف ہوا۔ آیات میں بعض نے الٓمّٓ کو علیحدہ شمار نہیں کیا ہے۔ بعض نے شمار کیا ہے۔

حروف مقطّعات

حروف مقطعات کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ یہ اسماء الٰہیہ ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ ان حروف میں سے ہر حرف اشارہ ہے اسمار الٰہی پر مثلاً الف اشارہ ہے احد۔ اوّل۔ آخر کی طرف ۔میم اشارہ ہے ملک مالک مجید منان وغیرہ کی طرف (تفسیر عزیزی)

حروف تہجی جب حسب مذاق اہل لسان ایکدوسرے کے ساتھ لفظاً خواہ تقدیراً ملتے ہیں تو اُن سے معانی لغویہ کا استفادہ کیا جاتا ہے۔ لیکن نفس حروف جو کلمہ و کلام کے عناصر ہیں اُن کو افادۂ معنی سے محرومی حاصل ہے۔ ہاں اختصار پسند طبائع علاوہ ترکیب لفظی کے کبھی ان حروف سے اشارات کا کام لیتی ہیں اور کبھی ان سے اعداد کا بھی استنباط کیا جاتا ہے۔ ان حروف کے اسماء مثل اسماء دیگر معنی مستقل رکھتے ہیں یعنی نفس حروف تہجی پر دلالت کرتے ہیں۔ اسلئے خلاصہ یہاں یہ ہوا کہ لفظ اَلف بامعنی اور اس کا مسمی ا بے معنی ہے۔

فصحائے عرب کا معمول تھا کہ وہ تقریروں کی جُدائی مختلف ذرائع سے ظاہر کرتے تھے۔ خدا نے بھی اپنے مہذب کلام کا آغاز بعض سورتوں میں حروف تہجی کے تلفظ سے ظاہر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے معنی حروف کے لانے میں مخالفین کی طرف سے اعتراضات نہیں ہوئے۔

بعض علماء نے جو ان حروف کی تفسیر کی ہے مثلاً الم الف کا عدد (۱) میم کے (۴۰)۔(۱+۳۰=۴۰) میم کے (۴۰) تو الم کا ترجمہ ہوا۔ قسم ہے (۳۱) پیغمبروں کے چالیس صحیفوں کی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ) یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

حضرت ابن عباس کے مرقومہ بالا قول کا بھی قریب قریب ایسا ہی مفہوم ہے یعنی حمد (ح) (حمید) (م) (مالک) یعنی اللہ حمد کیا گیا اور مالک ہے۔ اس طرح خیال ہوتا ہے کہ حروف مقطعات قرآن کے (کتابت المجموع المختصر نویسی) شارٹ ہینڈ ہے

بعض مسائل

(۱) قرآن کو باوضو ہاتھ لگانا چاہیئے۔ اگر پانی میسر نہو یا کوئی اور عذر ہو تو تیمم کرے۔
(۲) تلاوت کیلئے شرط ہے کہ لباس و بدن پاک ہوں اور باوضو ہو۔

(۳) قبلہ رُخ مؤدّب بیٹھ کر تلاوت کرے۔

(۴) قرآن کو آہستہ آہستہ ٹھیر ٹھیر کر پڑھے

(۵) بعض ائمہ نے کہا ہے کہ قبل قراءت اعوذ پڑھنا مستحب ہے۔ بعض نے واجب کہا ہے کیونکہ ارشاد ہے۔ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

(۶) اوّل اعوذ پڑھے پھر بسم اللہ پھر تلاوت شروع کرے۔

(۷) قرآن آج تک جس طرح لکھا جاتا ہے اُس خط اور قرآن کے رسم الخط کی مخالفت جائز نہیں ہے

(۸) قرآن کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے ان الترتیب من واجبات القراءۃ ولو خارج الصلوٰۃ (قرآن کا ترتیب سے پڑھنا واجب ہے اگرچہ نماز سے باہر ہو (طحطاوی) خلاف ترتیب موجودہ پڑھنا مکروہ ہے (بنایہ)

رسول کریم نے حضرت بلال کو دیکھا کہ اُنہوں نے کچھ آیتیں ایک سورت کی پڑھیں اور کچھ دوسری سورت کی تو حضور نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ ہر سورت کو اُسکی ترتیب پر پڑھو (ہدایۃ الترتیل ص ۲۸۳)

اس زمانہ میں یہ دستور ہے کہ بعد ختم قرآن کچھ آیتیں ایک سورت کی ایک سورت کی پڑھتے ہیں۔ یہ نہیں چاہیئے۔ حلیمی نے اس کو ترک آداب میں شمار کیا ہے (اتقان فی علوم القرآن)

(۹) قرآن زبانی پڑھنا بغیر وضو جائز ہے۔

(۱۰) قرآن سواری پر اور پیادہ چلنے میں پڑھنا جائز ہے مگر مقام گذر نجس نہو

(۱۱) سورہ فاتحہ اور کسی ایک سورت کا حفظ یاد کرنا فرض ہے۔ (فضل القراءۃ)

(۱۲) قبروں کے سرہانے قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ (خزینۃ الروایات)

(۱۳) جو فقیر بازاروں اور راستوں میں قرآن پڑھکر بھیک مانگتا ہو اس کو بھیک دینا مکروہ ہے۔ (نصاب الاحتساب)

(۱۴) چند اشخاص کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن پڑھنا جس طرح آجکل فاتحہ وغیرہ میں دستور ہے مکروہ ہے (خزینۃ الروایات و تاتارخانیہ و محیط و شرح سرخسی)

(۱۵) قرآن مجید کی تلاوت آہستہ ایسی آواز سے کرنا چاہیئے کہ ریا کا خیال پیدا نہ ہو۔ کسی نماز پڑھنے والے کو نماز میں تشابہ نہ لگے۔ کسی سونے والے کی نیند خراب نہو (منتخبۃ الفکر فی الجہر بالذکر)

(۱۶) جو شخص کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف ادا کرتا ہو جیسے ق کی جگہ ک تو اگر وہ ق کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

(۱۷) پُورے قرآن کا حفظ کرنا فرض کفایہ اور عین سُنّت ہے۔

(۱۸) رسول کریم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اچھا ہے جو قرآن ختم کرے اور شروع بھی کرے اسی لئے تلاوت کرنے والوں کا قدیم سے یہ طریقہ ہے کہ ختم کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کا پہلا رکوع پڑھتے ہیں (ہدایۃ الترتیل) ہمنے اس کے متعلق ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

(۱۹) قرآن کو بوسہ دینا مستحب ہے۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل بوسہ دیتے تھے (اتقان)

(۲۰) قرآن کو خوشبو لگانا مستحب ہے۔

(۲۱) قرآن کو بلند جگہ رکھنا مستحب ہے۔

(۲۲) قرآن کو چاندی وغیرہ سے مزین کرنا جائز ہے۔

(۲۳) بوسیدہ قرآن کو جلا دینا جائز ہے (اتقان) جلا کر اسکی راکھ رواں پانی میں بہا دینا بہتر ہے

(۲۴) کتابت قرآن کی اُجرت لینا مکروہ ہے۔

(۲۵) قرآن کی آیتوں یا سورتوں کو پاک برتن پر لکھکر دھو کر پینا جائز ہے۔

(۲۶) بحالت جنابت قرآن کو پڑھنا جائز نہیں۔

اعمال قرآنی

ہم صندل درد سر ہم سُرمۂ بینائی

قرآن مجید کی آیات وسور دفع بلا اور قضائے حاجات کیلئے اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ مختلف آیات اور مختلف سور کی علیحدہ علیحدہ خاصیتیں ہیں۔ یہ علم بھی بڑا وسیع علم ہے۔ اسپر بھی صدہا کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے علما اور مشائخ نے بھی اس پر تصانیف کی ہیں۔

اگر اعتقاد صحیح اور قواعد مقررہ کے ساتھ عمل کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ محروم نہ رہیں گے۔

عام شرائط یہ ہیں:۔

(۱) عروج ماہ سے شروع کرے (۲) ایک وقت اور ایک جگہ پاک صاف معین کرکے پڑھے۔

(۳) جو تعداد عالموں نے لکھی ہے اُس تعداد کے موافق پڑھے۔ (۴) لباس و بدن پاک صاف رکھے

(۵) اول وآخر تعداد معین سے درود شریف پڑھے (۶) ختم عمل پر خشوع وخضوع سے دُعا کرے۔

(۷) صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچے۔

بعض سور و آیات کے خواص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی منقول ہیں۔ باقی علماء وائمۂ ومشائخ

نے اپنے تجربہ سے لکھے ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اوّل سورۃ الکھف عصم من الدجال۔ (جو کوئی سورۂ کہف کی اوّل کی دس آیتیں پڑھے گا وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ مسلم)

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الآیتان من آخر سورۃ البقرہ من قرأھما فی لیلتہ کفتاہ۔ سورۂ بقر کی آخر کی دو آیتیں جو رات کو پڑھے گا وہ اسکے لئے کافی ہیں (بخاری)

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قرأ سورۃ الواقعۃ فی کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابداً (جو رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اسکو کبھی فاقہ نہوگا (مشکوٰۃ)

بعض بعض سورتوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ لکھا جاتا ہے۔

سورۃ فاتحہ۔ دفع مرض کیلئے سات بار اور قضائے حاجت کیلئے صبح کی سنت اور فرض کے درمیان ۴۱ بار روزانہ چالیس دن تک پڑھے۔

سورۂ مزمّل۔ حصول غنا ظاہری و باطنی کیلئے چالیس مرتبہ روزانہ پڑھے۔

پنجسورہ۔ بزرگوں نے تجربہ کے بعد پانچ سورتوں کے خواص خصوصیت سے بیان فرمائے ہیں جو تمام حاجات و ضروریات پر حاوی ہیں ؎

ہر کہ خواند پنج سورہ وقت پنج — او بیابد دولت بے ہیچ رنج
صبح یٰسین ظہر فتح و عصر عم — واقعہ مغرب، عشا را ملک ہم

معوّذتین۔ سألت ابی بن کعب فقلت یا ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال انی سألت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال لی جبریل فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی ابی بن کعب سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بھائی ابن مسعود ایسا ایسا کہتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول کریم سے سوال کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبریل نے کہا کہ میں کہا ابی نے کہا کہ ایسا ہی ہم کہتے ہیں جیسا کہ رسول کریم نے کہا) یہ روایت معوذتین کے متعلق ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معوذتین کے متعلق ابی بن کعب اور ابن مسعود ہم خیال تھے۔ ابی اور ابن مسعود دونوں کی روایتیں اسمار سور کے بیان میں نقل کی گئی ہیں۔ اب اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ اس روایت میں سائل نے خواص سور کا سوال کیا ہے کہ ابن مسعود ان سورتوں کے یہ خواص بیان کرتے ہیں انہوں نے

کہا کہ ایسا ہی رسول کریم نے کہا ہے وہ خواص اُن کے کیا ہیں کہ یہ دفع سحر کے لئے مجرّب ہیں۔
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب التفسیر میں بھی یہی ہے۔

اعمال قرآنی کے متعلق بہت کثرت سے ضخیم کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ شائقین اُن کو مطالعہ کریں۔ یہاں سب کے خواص بیان کرنے کی گنجایش نہیں ہے حصن حصین وغیرہ کتابوں میں آیات و سور کے خواص اور ان کے ساتھ بعض خاص خاص دعائیں بھی جو حضور نے ارشاد فرائی ہیں جمع کی گئی ہیں۔ بعض دعائیں ایسی ضروری اور مجرّب ہیں کہ انکو حضور نے صحابہ کو اسی اہتمام سے یاد کرایا تھا جس اہتمام سے قرآن یاد کرایا تھا۔ صحابہ بھی ان کا ایسا ہی اہتمام کرتے تھے۔ جیسے قنوت جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے۔ اور امام شافعی کے مقلدین صبح کے فرضوں میں پڑھتے ہیں۔ قنوت کو حضرت ابی بن کعب بھی ایسا ہی ضروری سمجھتے تھے جیسا کہ شوافع نے سمجھا ہے

احکامِ قرآن

تاریخ شاہد ہے، کتب مذاہب عالم گواہ ہیں کہ نزول قرآن سے قبل ربع مسکون پر نہ علوم و فنون کا پتہ تھا۔ نہ عدل و انصاف و مساوات کا نشان تھا۔ قمار بازی، شراب خواری، زنا، لواطت، بت پرستی، دختر کشی، خودکشی اور دوسری بد اخلاقیاں محاسن بن کر رائج تھیں۔ ان کے ابطال و اندفاع کیلئے جو قرآن اور صاحب قرآن کے احکامات ہیں اُن کی تفصیل و تشریح یا صرف اُن کے خاص بیان کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے ہم یہاں صرف بعض آیات اور ان کا حاصل لکھتے ہیں۔

(۱) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔ تمہارا خدا ایک ہے۔ پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا اُمیدوار ہو تو وہ نیک کام کرے اور اسکی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

(۲) لَا تَعْبُدُوا الْاَصْنَامَ۔ بتوں کو مت پوجو۔

(۳) لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں فساد مت کرو۔

(۴) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ۔ اللہ تعالیٰ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا حکم فرماتا ہے اور فحش اور بُری باتوں اور بغاوت کو منع کرتا ہے۔

(۵) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ ماں باپ، رشتہ داروں اور یتیموں اور غریبوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔

(۶) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ۔ حقداروں کو اُن کا حق دیدو۔

(۷) حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ۔ حرام کیا گیا ہے تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت۔

(۸) وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ۔ پانسوں سے فال نکالو۔ یہ گناہ ہے۔

(۹) لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا۔ سود مت کھاؤ۔

(۱۰) لَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَاؤُکُمْ۔ جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے اُن سے تم نکاح مت کرو۔

(۱۱) وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ۔ مسلمان غصہ کھانے والے معاف کر دینے والے ہوتے ہیں۔

(۱۲) ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ مسلمان بیہودہ باتوں سے بچتے ہیں۔

(۱۳) لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا۔ کسی کے ساتھ دشمنی کی بنا پر ناانصافی مت کرو۔ بلکہ انصاف کرو۔

(۱۴) فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَآءِ فَاِنَّکُمْ اَخَذْتُمُوْھُنَّ بِاَمَانِ اللّٰہِ۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اُنپر تم نے خدا کے نام کی ضمانت پر قبضہ کیا ہے۔

(۱۵) وَاَنْ تُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ۔ لوگوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

(۱۶) اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ خیرات کا مال غریبوں، فقیروں قرضداروں کا قرضہ ادا کرنے غلاموں کے آزاد کرانے اور مسافروں کی امداد اور نیک کاموں کیلئے ہے۔

(۱۷) وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا۔ اللہ کے نیک بندے جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔

(۱۸) لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ، قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَھُمْ سَفَھًا بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ محتاجی کے ڈر سے اولاد کو قتل نکرو۔ وہ لوگ بڑے بدنصیب ہیں جنہوں نے

جہالت سے اولاد کو قتل کر دیا۔

(۱۹) وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ۔ معافی دیدیا کرو اور درگذر کیا کرو۔ کیا تم نہیں پسند کرتے کہ اللہ تم کو بخشدے۔

(۲۰) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۲۱) يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ خدا نے ایمان والوں اور علم والوں کو بڑا مرتبہ دیا ہے۔

(۲۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ شراب، جوا۔ بت، پانسے، فال نکالنا یہ سب بُرے کام ہیں ان سے بچو۔

(۲۳) لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا۔ زنا کے پاس مت جاؤ یہ بیحیائی کا کام اور بہت بُرا راستہ ہے۔

(۲۴) ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا۔ مسلمان مرد عورتوں کا گمان ایک دوسرے کی طرف نیک ہوتا ہے۔

(۲۵) وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔ کاموں میں مشورہ کیا کرو۔

(۲۶) لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ۔ والدین اور قرابتداروں کے ترکہ میں مردوں عورتوں دونوں کا حصہ ہے

(۲۷) وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ سچی گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جو گواہی چھپائے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔

(۲۸) أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى۔ تم کو اُن لوگوں کا معلوم نہیں جنکو کانا پھوسی کرنے سے منع کیا گیا تھا۔

(۲۹) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى۔ تم پر مقتول کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے

(۳۰) وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ۔ کسی کو ناحق قتل مت کرو۔

(۳۱) إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ جو لوگ پاکدامن عورتوں کو اتہام لگاتے ہیں وہ دونوں جہان میں ملعون ہیں۔

(۳۲) فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو اور

مسافروں کو اُن کا حق دیدیا کرو۔

(۳۳) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ۔ رشتہ داروں کو غریبوں کو یتیموں کو مسافروں کو مانگنے والوں کو اور مقروض کا قرض ادا کرو۔

(۳۴) وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ۔ بیوہ عورتوں، غلاموں اور لونڈیوں سے نکاح کرو۔

(۳۵) وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ۔ عورتوں کو ضرر نہ پہونچاؤ۔ ان کو تنگ کرنے کیلئے

(۳۶) لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ کسی گھر میں بغیر اجازت حاصل کئے داخل نہو اور جب کسی گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو۔

(۳۷) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ مسلمانوں سے کہدو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

(۳۸) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۔ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں ناشکروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

(۳۹) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ ظالموں پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے

(۴۰) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ مسلمان اپنی امانتوں کو ادا کرتے ہیں اور اپنے وعدے کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۴۱) قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔ اللہ تعالیٰ بیحیائی اور بُری باتوں کا حکم نہیں دیتا۔

(۴۲) وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ۔ اور ناپ تول انصاف کیساتھ پُوری کرو۔

(۴۳) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ۔ اور اگر تم تکلیف دو تو اسی قدر جتنی کہ تم کو تکلیف پہونچائی گئی ہے۔

(۴۴) وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ اللہ کے نیک بندے زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں۔

(۴۵) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ اترانے والے اور شیخی مارنے والے خدا کو ناپسندیدہ ہیں۔

(۴۶) اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ۔ بخیل اور بخل کی ترغیب دینے والوں

کیلئے عذاب ہے۔

(۴۷) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔

(۴۸) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۴۹) قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى۔ اچھی بات کہنا اور معاف کر دینا اس سے بہتر ہے کہ خیرات کرنے کے بعد تکلیف دی جائے۔

(۵۰) وَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ یتیم کی تحقیر نہ کر۔ سائل کو مت جھڑک

(۵۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ۔ احسان جتا کر صدقہ کا اجر ضائع نہ کرو۔ جیسے وہ شخص جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے اور خدا پر ایمان نہیں رکھتا۔

(۵۲) اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ خدا کے نزدیک معزز وہ ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔

(۵۳) حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً۔ جب جنگ کر چکو تو دشمن کے سپاہیوں کو گرفتار کر لو۔ پھر ان کو یا تو احساناً چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

(۵۴) هُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ خدا نے تم سب کو تن واحد سے پیدا کیا ہے

(۵۵) وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ۔ اگر تمہارے غلام تم سے کہیں کہ ہم کو آزادی کی دستاویز لکھ دو تو اگر تم ان میں بھلائی کے آثار پاتے رہو تو لکھ دو۔ اور آزاد کرتے وقت ان کو اس مال میں سے کچھ دیدو جو خدا نے تم کو دیا ہے۔

(۵۶) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں اختلاف مت کرو۔

(۵۷) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۔ اور جب پیٹھ پھیرتا ہے تو چلتا ہے زمین میں تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتیوں اور نسلوں کو برباد کرے اور خدا نہیں پسند کرتا فساد کو۔

(۵۸) قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔ اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے۔

(۵۹) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ

اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ۔ مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ خدا لگتی گواہی دو۔ اگرچہ تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہو۔

(۶۰) اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ۔ وہ بھی بربادی میں ہے جو مال کو گن گن کر جمع کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ وہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔

(۶۱) هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ نیکی کا بدلہ نیکی ہے

(۶۲) اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا۔ وعدہ کو پورا کیا کرو۔ وعدہ کا سوال ہوگا

تحریف قرآن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو ہر طرح محفوظ کرا دیا تھا۔ آپ کے عہد میں قرآن بہت سے سفینوں اور لاکھ سے زیادہ سینوں میں محفوظ تھا۔ آپ کے بعد مسلمانوں نے بھی اُس کے حفظ کرنے اور لکھنے میں کمال احتیاط سے کام لیا۔ یہ حدیث نقل کیجا چکی ہے کہ ابن زبیر نے حضرت عثمان سے ان لکھتے وقت ایک آیت کے متعلق کہا کہ یہ منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں کچھ بھی تغیر نہیں کر سکتا غرض قرآن کی ایسی بے نظیر حفاظت ہوئی ہے کہ دوسری قسم کے خیال کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں ہے اسی وجہ سے محققین مذاہب غیر کو بھی ماننا پڑا اور باوجود مخالفت کے لکھنا پڑا کہ قرآن تحریف سے پاک ہے۔ اس قسم کی رائیں نقل کیجائیں گی۔

۱۹۱۴ء میں ایک یوروپین ڈاکٹر منگانا نام نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام (لیوز فرام اَنشنٹ قرانز) ہے۔ یعنی تین قدیم قرآنوں کے اوراق۔ ان اوراق میں مختلف سورتوں کی آیات لکھی ہیں گویا آیات وسور کی ترتیب موجودہ قرآن کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا منشا اس سے تحریف قرآن ثابت کرنا ہے۔ ڈاکٹر موصوف تو اپنے قیاس سے انکو ۸۰۰ء کے ابتداء کی تحریر قرار دیتے ہیں اور ڈاکٹر لیڈی اگنس سمتھ لوئیس ان کو جمع عثمانی سے قبل کی تحریر قرار دیتی ہیں لیکن لیڈی صاحبہ کا خیال تو اسلئے غلط ہے کہ ان اوراق میں نقطے ہیں اور نقطوں کا رواج آٹھویں صدی عیسوی کے ابتدائی زمانہ سے بعہد خلیفہ ولید بن عبد الملک حضرت عثمان کی وفات سے کم وبیش پچپن سال بعد ہوا۔ ڈاکٹر منگانا اس کو آٹھویں صدی کے اوائل کا تصور کرتے ہیں۔ وہی حضرت عثمان سے پچپن سال بعد۔ اگر اس زمانہ کا کوئی نسخہ ایسا ملجائے جو مصحف عثمانی کے خلاف ہو تو اس سے تحریف قرآن ثابت نہیں ہو سکتی۔ تحریف تو جب ثابت ہو کہ وہ تحریر یا تو حضرت عثمان سے پہلے کی ہو

یا کم از کم حضرت علی کے آخر عہد تک کی ہوا ور عہد خلافت راشدہ کے بعد کی کوئی تحریر پیش کرنا حماقت ہے۔ وہ کسی شریر کی شرارت ہی سمجھی جائے گی۔ اور اس پر بحث کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ۔چونکہ اس پر نقطے ہیں اسلئے یہ اگر قدیم تحریر ہے اور کسی کی صناعی نہیں ہے تو ضرور ۸۰ھ کی ہوگی یا اس کے بعد کی اور کسی ناواقف شریر کی شرارت ہے کیونکہ اسمیں ایک چیز ایسی ہے جو اس کو نہ قرآن کا ورق ثابت کرسکتی ہے نہ کسی باعلم کاتب کی تحریر۔ وہ یہ کہ اس کا رسم الخط قرآن کے رسم الخط کے خلاف ہے۔ اسمیں کسی کو اختلاف نہیں کہ قرآن کا رسم الخط وہی ہے جو حضور کے زمانہ میں تھا۔ اور آج تک اسمیں تغیر نہیں ہوا۔ یہ رسم الخط کے خلاف تحریر یا تو کسی کم علم ناواقف غیرمسلم کی ہے یا کسی کی جعلسازی ہے۔ قرآن میں **یوم الفصل** لکھا ہے اسمیں اس کو **یوملفصل** لکھا ہے۔ قرآن میں **القیم فلا** ہے اسمیں **القیمفلا** ہے۔ اس قسم کے اختلاف ایک دو ہی نہیں بلکہ کثرت سے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ اوراق خود ڈاکٹر منگانا کے خیال کے موافق ایک شخص کے لکھے ہوئے نہیں بلکہ مختلف اشخاص کے لکھے ہوئے ہیں۔ اسلئے بھی یہ قابل اعتبار نہیں اور ان اوراق کی کیفیت ہے کہ ان اوراق پر یکے بعد دیگرے تین قدیم تحریریں ایک دوسرے کے اوپر لکھی ہوئی تھیں اور سب سے نیچے کچھ آیات قرآنی جب اس کے بعد دوسری عبارتیں انہی اوراق پر لکھی گئیں۔ تو پہلی عبارت کو نرم پتھر سے رگڑ کر محو کردیا گیا۔ پھر مرور زمانہ سے قدیم تحریریں کچھ کچھ نظر آنے لگیں۔ اور اسمیں عبارت کے درمیان اکثر الفاظ محو بھی ہوگئے ہیں۔ ایسی مشکوک و مخلوک تحریر کو قرآن کہکر پیش کرنا ڈاکٹر منگانا کی ہٹ دھرمی اور تعصب کا کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قدیم زمانہ میں کسی نے جعل کیا ہو اسپر نہ کوئی سن تحریر ہے نہ کاتب کا نام ہے نہ قرآن لکھا ہوا ہے۔ اگر کسی ہٹ دھرم کے اصرار سے اس پر کچھ توجہ کیجائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کسی تفسیر کے اوراق ہوں، ممکن ہے وظائف کی کسی کتاب کے اوراق ہوں۔ وظائف کی کتابوں میں آیات و سور کی ترتیب نہیں ہوتی۔ آج بھی صدہا کتابیں وظائف کی دلائل الخیرات، حزب البحر، حزب الاعظم، پنج سورہ، ہفت سورہ، دہ سورہ وغیرہا رائج ہیں۔ اگر کوئی مجکو ان اوراق کے قدیم ماننے پر مجبور کرے تو میں وثوق کے ساتھ کہوں گا کہ یہ کسی کم علم صاحب ورد کی کتاب اوراد کے اوراق ہیں۔ ڈاکٹر منگانا کی اس حرکت پر مولانا شبلی نعمانی نے بھی اپنے ایک مضمون میں مختصر بحث کی ہے۔ لیکن مسٹر محمد علی قادیانی نے اسپر تفصیل سے بحث کی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس پر کسی بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اول تو اس کا بیحد مشکوک و مخلوک ہونا اس کو پایہ اعتبار سے ساقط کرتا ہے۔ دوسرے اس پر نقطے ہیں جو اس کو قرآن کی تیسری جمع و ترتیب (عہد عثمانی) سے کم و بیش ایک صدی

بعد کے ثابت کرتے ہیں۔ ان بحث کرنے والے حضرات نے اس طرف مطلق خیال نہیں کیا کہ اگر خلافت راشدہ کے بعد کسی نے کوئی تحریر مرتب بھی کی ہو تو وہ قرآن کے مقابلہ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔

سرولیم میور لکھتے ہیں:۔ جہاں تک ہماری معلومات ہے دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی (قرآن کی) طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو (دیباچہ لائف آف محمد ص۲۱)

ڈاکٹر وان سیمر لکھتے ہیں:۔ ہم ایسے ہی یقین کے ساتھ قرآن کو بعینہٖ محمدؐ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسا کہ مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں (جمع قرآن مصنفہ مسٹر محمد علی ص۱۲)

جس حفاظت سے قرآن ہم تک پہونچا ہے اسکی نظیر دنیا میں نہیں (انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کوئی جزو، کوئی فقرہ، اور کوئی لفظ ایسا نہیں سُنا گیا کہ جس کو جمع کرنے والوں نے چھوڑ دیا ہو نہ کوئی لفظ یا فقرہ ایسا پایا جاتا ہے جو اس مسلم مجموعہ میں داخل کر دیا گیا ہو۔ (لائف آف محمدؐ)

اس کو ایک کم علم بھی جانتا ہے کہ عہد عثمانی کے بعد کی اگر کوئی تحریر قرآن کے خلاف ہو تو اُس کا قرآن پر کوئی اثر نہیں وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آجکل کوئی آیات و سور کو الٹ پلٹ کر لکھکر کچھ فقرات ملا کر کوئی تحریر مرتب کر دے۔ جس کتاب کی تلاوت ابتدا سے آج تک تمام اقطاع عالم میں چوبیس گھنٹے برابر جاری ہے جس کے حافظ ہر ملک میں کثرت سے ہیں جس کے مرقومہ مطبوعہ نسخے کثرت سے ہر ملک میں ہیں اسمیں کون کمی بیشی کر سکتا ہے اور کس طرح اسمیں کوئی کم و بیشی دخل پا سکتی ہے۔

مکہ میں نزول قرآن کی مصلحت

چونکہ تمام دنیا کی حالت خراب تھی اسلئے ہدایت کا مرکز شہر مکہ کو بنایا گیا اسمیں بہت سی مصالح ہیں۔ ان میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں۔

(۱) قرآن تمام دنیا کیلئے قیامت تک کیلئے نازل ہوا ہے۔ زمانہ نزول میں ذرائع خبر رسانی، اسباب نقل و حمل وغیرہ سہولت بخش نہ تھے۔ ایک شہر کی دوسرے شہر تک خبر کا پہونچنا نہایت دشوار تھا۔ اہل عرب چونکہ تاریخ کی یاد سے پہلے تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ چین، ہندوستان، شام اور بعض حصص یورپ سے اُن کے تجارتی تعلقات تھے اُن کے قافلے ہمیشہ ممالک غیر میں آتے جاتے رہتے تھے۔ اس لئے تبلیغ و اشاعت کیلئے ان سے زیادہ کوئی قوم موزوں نہ تھی اور یہی ہوا کہ دنیا میں قرآن کی اشاعت زیادہ تر سوداگروں، سیاح درویشوں کے ذریعے سے ہوئی۔ اس مضمون پر ایک ضخیم کتاب ڈاکٹر آرنلڈ نے لکھی ہے اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔

(۲) اُس زمانہ میں باعتبار ترقی ظاہری تین ملک سربرآوردہ تھے - ایک سلطنت روم، دوسری ایران، تیسرے حبشہ، عرب کے ان تینوں سلطنتوں کا تعلق تھا - عرب کے شمالی حصّہ پر روم کا، مشرقی حصّے پر ایران کا، جنوبی حصّے پر حبشہ کا اثر تھا - قاعدہ ہے کہ زیر اثر ممالک میں مدبرین، علما، عقلا، اُمراء اکثر آمدورفت رکھتے ہیں - اس لئے عرب میں ان تینوں متمدن ممالک کے بااثر اشخاص کی آمدورفت تھی لہذا ان تینوں متمدن ممالک پر یکساں تبلیغ کیلئے یہی خطّہ موزوں تھا -

(۳) ایران میں آتش پرستی کا مذہب تھا - روم میں مسیحیت تھی، حبشہ میں بھی مسیحیت تھی، یورپ افریقہ کے بعض حصص میں یہود و نصاریٰ تھے، باقی وحشی اقوام، چین وغیرہ ممالک میں بت پرست تھے، غرض کسی ملک میں ایک کسی میں دو مذہب تھے، عرب میں تمام مذاہب جمع تھے - یہود نصاریٰ، بت پرست آتش پرست، دہریے غرضکہ عرب تمام مذاہب کا مرکز بنا ہوا تھا - اس لئے سب پر یکساں تبلیغ و اتمام حجت کیلئے یہی مقام موزوں تھا -

(۴) انسان کی خلقت کی ابتدا ناف سے ہوتی ہے - اس لئے اسکی اصلاح کی ابتدا بھی ناف زمین سے موزوں تھی - مکہ نافِ زمین ہے - ناف جسم انسانی کے نصف سے کچھ زیادہ پر ہوتی ہے - اسی طرح دنیا کی آبادی جنوب میں (۴۰) درجہ عرض البلد اور شمال میں (۸۰) درجہ تک ہے - دونوں کا مجموعہ (۱۲۰) ہوا - اس کا نصف (۶۰) ہوا - اگر (۶۰) کو (۸۰) میں سے تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں - اگر (۶۰) سے (۴۰) کو تفریق کریں تو (۲۰) باقی بچتے ہیں - مکہ (۲۱ ½) درجہ پر آباد ہے - اس لئے ناف زمین ہے -

(۵) ملک عرب (۱۵) سے (۳۵) درجہائے عرض البلد شمالی پر واقع ہے - انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں اس طرح آباد ہیں کہ مشرق میں آریہ و منگول، مغرب میں حبش وانانٹ (نسل حام) اور ریڈ انڈینز (امریکہ کے اصل باشندے) اسی وجہ سے بھی یہی مقام موزوں تھا -

(۶) عرب، ایشیا، یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں واقع ہے - وہ خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے داہنے اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک رہا ہے -

(۷) دنیا کی آبادی کا آغاز مکہ سے ہوا - حضرت آدمؑ نے وہیں سکونت اختیار کی، وہیں اُن کی قبر ہے - وہاں پہلا معبد بنا - اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ -

(۸) عرب کی زبان وسیع و فصیح اور تمام زبانوں سے زیادہ باقاعدہ اور اُمّ الالسنہ ہے ان امور پر نظر کیجائے تو اصلاح عالم کے آغاز کیلئے اس سے بہتر کوئی مقام نظر نہیں آئے گا -

اور اگر کسی دوسری جگہ کتاب نازل کیجاتی تو معترض کا اعتراض جب بھی قایم رہتا۔ بہرحال نزول کتاب کیلئے روئے زمین پر کسی مقام کا ہونا ضروری تھا۔

نسخ

قرآن مجید میں تین قسم کا نسخ واقع ہوا ہے۔

(۱) وہ آیت جس کا حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ تلاوت بھی منسوخ ہوگئی جیسے سورہ بینہ کی یہ آیت تھی لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیًا مِّنْ مَالٍ الخ۔

(۲) وہ آیت جس کی تلاوت منسوخ ہوگئی مگر حکم باقی ہے جیسے آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیم۔

(۳) وہ آیت جس کی تلاوت باقی ہے اور حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ جیسے اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (اگر تم میں بیس صبر کرنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آجائیں گے) یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ (اب اللہ نے تخفیف کردی دیکھا کہ تم میں کمزوری پیدا ہوگئی، اب اگر تم میں سو ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے)

نمبر ۱ و ۲ قسم کی آیات حسب الحکم حضور قرآن میں نہیں لکھی گئیں حدیثوں میں محفوظ ہیں۔

نمبر ۳۔ یہ آیت قرآن میں موجود ہے۔ نمبر ۱ کے تو کسی طرح باقی رہنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ نمبر ۲ کا حکم اس لئے باقی ہے کہ وہ دیگر آیات و احادیث سے بھی مستنبط ہوتا ہے۔ نمبر ۳ کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے دیگر احکام کے استنباط میں مدد ملتی ہے۔ نسخ وغیرہ جو کچھ قرآن میں ہوا ہے وہ سب حضور کے امر سے اور حضور کے سامنے ہوا ہے۔ آپ کے بعد میں کوئی تغیر و ترمیم نہیں ہوئی۔ اس لئے کوئی شک و اعتراض کی گنجائش نہیں۔ آپ کے بعد صحابہؓ نے کمال احتیاط سے لکھا ہے ایک حرف بھی ادھر سے اُدھر ہونے نہیں دیا۔

قال ابن الزبیر قلت لعثمان بن عفان والذین یتوفون منکم الخ قال قد نسختھا الآیۃ الاُخریٰ الخ فلم تکتبھا او تدعھا قال یا ابن اخی لا اغیر شیئاً منہ من مکانہ۔ (یعنی ابن زبیر نے عثمان سے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اس کو نہ لکھوں۔ عثمان نے کہا میں کچھ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتا۔ (بخاری مغازی)

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ ومنسوخ دونوں ہیں

بقر - آل عمران - نساء - مائدہ - انفال - توبہ - انبیاء - ابراھیم - مریم
نور - حج - فرقان - شوری - طور - ذاریات - احزاب - سبا - مؤمن - مجادلہ
شعرا - عصر - تکویر - مزمل - واقعہ - مدثر -

مندرجہ ذیل سورتوں میں منسوخ ہے، ناسخ نہیں

رعد - انعام - ھود - یونس - حجر - اعراف - نحل - کہف - طٰہٰ - عنکبوت -
مؤمنون - اسریٰ - نمل - قصص - ن - روم - سجدہ - ص - لقمان ، فاطر - صافات
دخان - حم سجدہ - زمر - ق - جاثیہ - زخرف - احقاف - محمد - نجم - ممتحنہ -
قمر - معارج - دھر - طارق - قیامہ - تین - غاشیہ - عبس - کافرون -

مندرجہ ذیل سورتوں میں ناسخ ہے، منسوخ نہیں

فتح - طلاق - اعلیٰ - حشر - تغابن - منافقون -

باقی سورتوں میں نہ ناسخ ہے نہ منسوخ - میں نے ان سورتوں کے نام لکھدیئے ہیں جنمیں ناسخ ومنسوخ کے متعلق بحث پیش آتی ہے - بعض علما نسخ کے قایل ہی نہیں ہیں - جو لوگ نسخ کے قایل ہیں وہ آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا سے استدلال کرتے ہیں لیکن ابو مسلم کہتے ہیں کہ آیت سے مراد آیت قدرت ہے - یہی سیاق وسباق کلام سے ثابت ہے، آیت قرآن مراد نہیں - امام رازی نے بھی اس آیت سے نسخ آیات قرآنی پر استدلال کرنے میں کلام کیا ہے

شاہ ولی اللہ دہلوی صرف پانچ جگہ نسخ کے قایل ہوئے ہیں (فوز الکبیر)

دو چیزیں ہیں ایک نسخ - ایک بدا -

بدا یعنی کوئی چیز پہلے سے معلوم نہو بعد کو معلوم ہوجائے - یہ بات خداوند ذوالجلال کی شان کے خلاف ہے - مسلمان اس کے قایل نہیں، نہ یہ قرآن میں ہے

نسخ - یہ کہ پہلے سے علم تھا - مگر زمانہ اور مصلحت اُس کے مساعد نہ تھا - اسلئے اول حکم اُسوقت کی مصلحت کے موافق دیا گیا - یہ نسخ قرآن میں ہے - یہ طبیب حاذق کی تبدیلی نسخہ جات کی طرح ہے -

یہی نسخ کتب سابقہ کے متعلق ہے یعنی قرآن مجید نے توریت، زبور، انجیل کے احکام علیہ فروعیہ کو منسوخ کیا ہے - باقی اُصول وحدانیت، رسالت حشر ونشر اور اصولی احکام علیہ نماز روزہ حج - زکوۃ میں کوئی نسخ نہیں ہوا - یہ ویسے ہی ہیں جیسے انبیاء سابقین کے عہد میں تھے -

چنانچہ حضرت آدم نے چالیس حج کئے۔ (شعب الایمان) ہود و صالح پیغمبر وادئ عسفان (مکہ سے دو منزل) میں تلبیہ کہتے تھے۔ اور موسیٰ وادی ازرق (مکہ سے ایک میل) میں (ابن جریر)

گویا اسلام کا رکن حج ابتدا ہی سے تھا اور ہر پیغمبر کے زمانہ میں رہا۔ آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیاء سابقین اپنی امتوں کو صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی تاکید کرتے رہے۔ غرض یہ شریعت قدیم شریعت ہے نسخ اسمیں ہوا ہے صرف احکام عملیہ فروعیہ میں۔ باقی اُصول وہی ہیں شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ (یعنی تمہارے واسطے وہی شریعت قایم کی ہے جس کا نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا گیا تھا)

خود حضور علیہ السلام کے عہد میں بعض مسائل میں تغیرات ہوئے ہیں۔ پہلے نماز میں کلام کرنا جائز تھا پھر ممنوع ہوگیا۔ شروع اسلام میں میراث کے حکم سے پہلے وصیت لازمی تھی۔ جیسا کہ سورہ بقر میں ہے كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الخ یہ حکم آیت میراث سے منسوخ ہوگیا۔

ابتدائے اسلام میں عورت کو حسب رواج عرب ایک سال عدت کرنی ہوتی تھی۔ آیت اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا سے یہ منسوخ ہوگیا۔

ابتداء اسلام میں دہ چند کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا۔ آیت وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ سے یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

اس تغیر صور و قوالب کو اصطلاح شرع میں نسخ کہا ہے۔ اور اسی کا وقوع ہوا ہے۔ میں نے پہلے جو نسخ کی تعریف بیان کی ہے اُس کے متعلق اسقدر اور عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حکم شرعی اُس حکم الٰہی کو کہتے ہیں جو افعال مکلفین سے متعلق ہو اور نسخ انتہائے حکم شرعی کا بیان کر دیتا ہے، لہٰذا نسخ حکم کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اِس حکم الٰہی کا انتہائی بیان ہے جو افعال مکلفین سے متعلق ہے اور یہ بیان انتہا اس غرض سے ہے کہ مکلفین منتہائے حکم کی تعمیل کر کے وہ مقاصد اقصیٰ و مدارج اعلیٰ حاصل کریں جو بموجب علم و حکم ازلی اللہ سبحانہ کے بصورت نسخ ظاہر ہوئے ہیں نہ یہ کہ نسخ کے معنی یہ ہیں کہ پہلا حکم غلط تھا اور پھر بوجہ غلطی اس کو بدل دیا تاکہ مکلفین اس غلطی سے نجات حاصل کریں پس نسخ احکام نہ بوجہ غلطی و سقم ہے بلکہ بمقتضائے ظہور اُن کمالات کے ہے جس کے حصول کیلئے خود یہ زمانہ نسخ بامقتضائے استعداد و فطرت انسانی متقاضی ہے اور جس کے وقوع پر کوئی گنجائش چون و چرا کی نہیں ہوسکتی۔ ناسخ و منسوخ دونوں حکم الٰہی ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بتقاضائے

فطرت انسانی سکنفین سے تعلق ہو کر اُن کے لئے موجبِ کمال اور باعثِ سہولت ہوتے ہیں

تکرار مطلب و قصص

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں کے قلوب سیاہ اور سخت ہو گئے تھے شر و معاصی انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئے تھے۔ اس زنگ کا چھڑانا آسان نہ تھا۔ جبتک بار بار تاکید تنبیہ و یاد دہانی نہ کیجاتی پورا اثر ہونا مشکل تھا۔

سامع کو افادہ کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ سامع کو ایک چیز کا علم دیا جائے تاکہ وہ واقف ہو جائے دوسرے یہ کہ سامع کے ذہن میں وہ علم راسخ ہو جائے اور اُس کا رنگ اُس کے تمام قوی پر غالب آجائے اور یہ امر بغیر بار بار تعلیم کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں بعض جگہ بطور ترجیع بند ایک خاص جملے کا اسلئے بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ حسن کلام و لذت کلام میں اضافہ ہو جائے۔ شعرا و فصحا اس خوبی سے واقف ہیں

قرآن کا طرز استدلال مطالب پر ایسا سہل المأخذ ہے کہ جس کو ایک بڑے سے بڑا حکیم اور ایک جاہل دونوں سمجھ سکتے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے فہم و مذاق کے بموجب اُس دلیل سے مستفید ہو سکتا ہے بیان احکام میں ایسا سہل اور موثر طریقہ اختیار کیا ہے کہ جس سے بندوں کے دلوں پر اثر ہو اور وہ تعمیل احکام کے لئے آمادہ ہو جائیں۔ کہیں تو اپنی ذات و صفات کے اثبات کے بعد بیان کیا ہے تاکہ امر کی شان شفقت عمل پر آمادہ کر دے۔ کہیں حشر و نشر سے ملا کر تا کہ اعمال کا نتیجہ تعمیل پر آمادہ کرے کہیں گذشتہ قوموں کے حالات کے بعد کہ باعث عبرت بھی ہو اور نافرمانی سے باز رہیں۔ گذشتہ زمانہ سے عبرت و نصیحت حاصل نکرنا، گذشتہ زمانہ کو بیکار او نیست محض سمجھکر واقعات گذشتہ اور نیک و بد کاموں کے نتائج سے کانوں کو بند کر لینا اور عبرت حاصل نکرنا ایسا ہے جیسا کہ موجودہ اشیاء سے آنکھ بند کر لینا اور کوئی سبق حاصل نکرنا۔ عقلا کے نزدیک علم تاریخ ایک بڑا مفید علم ہے۔ اور امم سابقہ اور انبیائے سالفین کے سچے واقعات کو یہود و نصاریٰ نے مسخ کر دیا تھا جس کی وجہ سے لوگ سخت گمراہی میں مبتلا تھے اسلئے قرآن میں ضروری تھا کہ ان کو صحت کے ساتھ بیان کر دیا جائے تاکہ مضرت رفع ہو اور فائدہ پہونچے۔ وَيَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

جب کسی واقعہ سے متعدد فائدے مقصود ہوں تو اس واقعہ کو ہر مقصد کے محل پر بیان کیا جاتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ اور فرعون کا واقعہ اس سے کہیں تو فرعون کے مظالم سے بنی اسرائیل کو نجات دلانے اور بنی اسرائیل کو آزادی کی نعمت سے بہرور کرنے کا ذکر مقصود ہے۔ کہیں فرعون کی سرکشی اور نبی سے مقابلہ

کرکے سزا پانے کا ذکر بخیال عبرت ہے۔ کہیں خدا پرستوں کی مظلومی و صبر کا نتیجہ بیان کرکے مومنین کو ترغیب و تسلی دینی مقصود ہے۔

نزول تدریجی

تدریجی نزول پر کفار نے اعتراض کیا تھا۔ کہ قرآن اکدم سے کیوں نازل نہ ہوا۔ قرآن مجید نے اس اعتراض کا خود ہی جواب دیا ہے۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۝ (تاکہ ہم اس سے تمہارے دلوں کو مضبوط کرتے رہیں اور اس کو با قاعدہ سُنایا ہے)

جس زمانہ میں قرآن نازل ہوا ہے اس صدی کی تاریخ عالم بالخصوص تاریخ عرب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا سے عدل و تہذیب، تمدن، علم اور اخلاق حسنہ کا جنازہ نکل چکا تھا۔ اور فساد و شر بداخلاقی، ظلم وجور، جہالت انسانوں کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی۔ روئے زمین پر کوئی خدائے واحد کا نام لیوا نہ تھا، تمام دنیا میں بُت پرستی، آتش پرستی، تثلیث، توہم پرستی رائج تھی۔ اسلئے اہل عالم کی ظاہری و باطنی، دینی و دنیوی ہر قسم کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ اگر اکدم اصلاحات کا طومار اُن کے حوالہ کردیا جاتا۔ اور دفعتہً اُن کو تمام مالوفات کے ترک پر مجبور کیا جاتا تو گھبرا جاتے اور کبھی نہ مانتے اسلئے ضرورت تھی کہ اصلاحات کو رفتہ رفتہ نافذ کیا جائے۔

پھر یہ بھی مصلحت تھی کہ دوران اصلاح میں سوالات، اعتراضات پیدا ہوں گے بعض پیش آمدہ امور کا انکار کرنا ہوگا۔ بعض کی تحسین کرنی ہوگی۔ اسکی تکمیل تدریجی نزول ہی سے ہوسکتی تھی۔

جیسا کہ تاریخ عالم سے ثابت ہے کہ دنیا جہالت اور شر و فساد کا مخزن تھی اور فواحش و مفاسد لوگوں کی گھٹی میں پڑے تھے۔ تکبر و نخوت سے وہ کسی کے خلاف مزاج و معمولات سننے کے عادی نہ تھے، اب جو اُن کے خلاف کہے اُس کے لئے یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ اُس کو ستائیں، ایذا پہونچائیں۔ ایسی حالت میں اگر اصلاحات کا مجموعہ اکدم رسول کو دیدیا جاتا اور آگے کو سلسلہ کلام مسدود کردیا جاتا تو لوگ جب رسول کو ستاتے، دُکھ پہونچاتے تو رسول کی تسلی و تشفی کا کوئی ذریعہ نہ تھا، ضرورت تھی کہ وقتاً فوقتاً رسول کی ہمت افزائی کی جاتی رہے اس کے لئے بھی بہترین ذریعہ سلسلۂ کلام تھا۔ قرآن مجید کی آیات پر نظر کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بار بار رسول کو تسلی دیجاتی ہے اور ہمت افزائی کیجاتی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ دو باتیں اور بھی خاص ہیں ایک یہ کہ ارشاد ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (ہم نے یہ کلام تیرا اسلئے نازل کیا

کہ تم لوگوں کو خوب واضح کر کے سمجھا دو)۔

اگر مکمل کتاب نازل ہوتی تو اُس کے سمجھانے اُس کورس کو پورا کرانے کیلئے رسول کو ایک مدرسہ کھولنا پڑتا اور تاریخ بتلاتی ہے کہ لوگوں کو ایک آیت بھی سننی گوارا نہ تھی۔ اس صورت میں اس کورس کو پورا کرنے کیلئے کون آتا۔ اور سب کی توضیح و تشریح اکدم سے کیونکر سمجھائی جاتی۔ قرآن دنیا کا مکمل اور دائمی قانون ہے جو تمام دنیوی اور دینی اصلاحات و علوم کا منبع ہے۔ اُس کے الفاظ و کلمات میں بڑے بڑے نکتے ہیں، اُن پر کافی غور کا موقع بغیر تدریجی نزول کے ممکن نہ تھا۔

دوسرے یہ کہ قرآن پڑھنے کے قواعد ہیں، ہر حرف کے ادا کرنے کا خاص طریقہ ہے، وحی اسی طرح نازل ہوتی تھی کہ رسول کریم ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کرنے پر قادر ہو جاتے تھے۔ پھر آپ صحابہ کو یاد کرا دیتے تھے۔ مخارج سے حروف کا ادا کرنا بغیر مشق ممکن نہیں۔ مشق کرانا ایک شفقت کا کام ہے۔ قرّاء اس طرح شاگردوں کو سکھاتے ہیں کہ گویا وہ خود اُن کے حلق میں اُتار رہے ہیں جس طرح کبوتر اپنے بچوں کو بھراتا ہے یہ محنت و شفقت اور مشق تدریجی نزول ہی سے آسان ہو سکتی تھی۔ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا سے اسی طرف اشارہ ہے

عہد جاہلیت

عہد جاہلیت کا لفظ عرب کے متعلق سُنکر بعض کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اہل عرب نوشت و خواند سے بالکل بے بہرہ تھے، ان کو یہ معلوم نہیں کہ زمانہ کفر و شرک کے متعلق یہ اسلامی اصطلاح ہے، مسلمانوں نے زمانہ قبل از اسلام کو عہد جاہلیت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اُس زمانہ میں جیسا بھی علم و فن کا رواج تھا اُس سے اہل عرب بے بہرہ نہ تھے۔ وہ تو ایسے فصیح و زبان آور تھے کہ اپنے سوا تمام جہان کو اعجم (گونگا) کہتے تھے۔ سبع معلقہ کے نادر و لاجواب قصائد جن سے کسی مؤرخ کو انکار نہیں اسی عہد کی تصنیف ہیں اسی زمانہ میں لکھکر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کئے گئے اور اُن کی عبادت کیجاتی رہی عرب میں صدہا ادیب و شاعر تھے مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے ان العرب اقامت تسجد لهذه المعلقات نحو مائة و خمسين سنة الى ان ظهر الاسلام و ابطل القرآن بسطوة فصاحته اعتبار العرب بهذه المعلقات (اہل عرب معلقات سبعہ کو ڈیڑھ سو برس تک سجدہ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام ظاہر ہوا اور قرآن نے اپنی فصاحت و بلاغت سے اُن کو رتبہ سے گرا دیا)

(صناجۃ الطرب ص۷۹)

بہت سے لوگوں کے متعلق کتب تاریخ میں موجود ہے کہ وہ عہد جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے

تھے۔ سعد بن عبادہ کے متعلق ہے کان فی الجاھلیۃ یکتب بالعربیۃ (طبقات قسم ثانی جلد سوم ص۱۲۱)
بہت سے کتبات و آثارات ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نوشت و خواند میں عرب اقوام عالم سے پیچھے نہ تھے بلکہ وہی سب کے اُستاد ہیں۔ ہماری کتاب زبان و قلم ملاحظہ ہو۔

عرب ساری دنیا سے تجارت کرتے تھے۔ تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ ان میں حکومتیں قایم تھیں۔ ہمسایہ حکومتوں سے ان کے تعلقات تھے۔ کیا کوئی عقل باور کر سکتی ہے کہ ایسی قوم نوشت و خواند سے بالکل نابلد ہوگی۔

عہد جاہلیت سے یہ مطلب ہے کہ ان میں کفر و شرک اور مراسم و رواج ایسے نازیبا اور ظالمانہ جاری تھے۔ جن کو عقل سلیم قبول نہیں کرتی۔ اور اہل علم اُن سے نفرت رکھتے ہیں اسلئے زمانہ قبل از اسلام کو اصطلاح شریعت میں عہد جاہلیت کہا جاتا ہے

اُمّی

بعض قرآن مجید کی آیت هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا (خدا نے اَن پڑھوں میں سے رسول بھیجا اُنہی میں سے) سے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل عرب تمام اَن پڑھ تھے۔ اِن میں کوئی پڑھا لکھا نہ تھا مضمون عہد جاہلیت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ مثل دیگر ممالک کے اُس زمانہ میں عرب میں بھی علم کا چرچا کم تھا۔ چونکہ خواندہ اشخاص خال خال تھے اس لئے باعتبار اکثریت سب کو اُمّی کہا گیا۔ ورنہ کون عقل قبول کر سکتی ہے کہ کسی ملک میں کسی زمانہ میں اور مرکزی شہروں میں کوئی پڑھا لکھا نہ ہو خاص کر عرب جیسے ملک اور مکہ جیسے شہر میں جو زیارت گاہ عام تھا جو تاجروں کا مسکن تھا۔

عرب میں حکومتیں قایم تھیں، روم، حبشہ، ایران کی حکومتوں سے اُن کے تعلقات تھے۔ عرب تمام دنیا کا سفر کرتے تھے۔ تو کیا ایسی قوم ایسے مُلک ایسے شہر میں پڑھے لکھے لوگ نہ ہوں گے۔ عرب کے عہد جاہلیت کے شعرا مشہور ہیں، اُن کے قصائد معلقہ موجود ہیں جن کو سُن سُن کر آج تک فصحا عالم سر دھن رہے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مکہ میں پڑھے لکھے لوگ بھی تھے۔ اور مشہور مذاہب کے بڑے بڑے علما بھی تھے جیسے ورقہ بن نوفل جو کتب سابقہ کے جید اور مشہور علماء میں تھے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ بہ نسبت روم، ایران، حبشہ ممالک کے عرب میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد کم تھی۔ اُن کو اکثریت ہی کی وجہ سے اُمّی کہا گیا ہے۔

عرب آج بھی بمقابلہ یورپ، ایران، ہندوستان، مصر، جاپان کے اُمّی ہے۔

عہد رسالت میں کتابت

میں نے اپنی کتاب زبان و قلم میں ثابت کیا ہے کہ فن کتابت کے موجد عرب تھے۔ اور وہی ساری دُنیا کے اُستاد تھے۔ جیسا اُس زمانہ میں تمام اقطاع عالم میں پڑھے لکھے لوگوں کی کمی تھی۔ ایسے ہی مکہ میں بھی گنی اقلیت تھی۔ مکہ اور مدینہ کے لوگ تاجر تھے۔ جو دور دراز ممالک تک سفر کرتے اور سامانِ تجارت لاتے لیجاتے تھے، داد وستد کرتے، مکہ ایک مقدس مقام تھا جہاں دُور دُور شہروں سے زائر آتے۔ اسکے علاوہ اہل عرب کے حکومت حبشہ، حکومت ایران، حکومت قسطنطنیہ سے تعلقات تھے۔ عرب میں بھی ریاستیں قایم تھیں، ایسی قوم، ایسا ملک کس طرح بالکل نوشت وخواند سے نابلد ہو سکتا ہے۔ خط قیراموز قریش مکہ کی ایجاد تھا جو بعد کو خط عراقی مشہور ہوا۔ اور اس سے خط نستعلیق نکالا گیا (علم الحروف حصہ اوّل ص۴۲)

تقریباً سنہ ۵۴۳ء میں قصائد سبعہ معلقہ کو لکھکر اہل مکہ نے کعبہ کے دروازے پر آویزاں کیا (صناجۃ الطرب مصنفہ مسیحی فاضل نوفل) اسی مصنف نے کئی جگہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ عرب میں اسلام سے قبل نوشت وخواند کا رواج تھا۔

ایک دستاویز حضرت عبدالمطلب جد رسول کریم (۵۷۹ء) کی لکھی ہوئی برآمد ہوئی ہے۔ کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ مکہ میں صرف ایک خاندان یعنی قریش میں سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے (طبقات ابن سعد) قریش کے بعض غلام بھی لکھنا جانتے تھے جیسے عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر (بخاری) قریش میں ابوسفیان ابن حرب فن کتابت کے اُستاد تھے حضرت عمر اور حضرت علی اُن کے شاگرد تھے۔ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام قبول کیا وہ خواندہ تھے یعنی ابوبکر صدیق، اُن کے بعد جو مسلمان ہوئے یعنی عثمان بن عفان اور عبدالرحمن بن عوف وسعد بن وقاص و خالد بن سعید یہ سب لکھے پڑھے تھے۔ حضرت عمر چالیسویں مسلمان تھے یہ بھی پڑھے لکھے تھے۔ ان سے پہلے جو لوگ مسلمان ہوئے۔ ان میں دو چار کے سوا سب خواندہ تھے، خباب ابن الارت، شرحبیل بن حسنہ مشہور کاتب تھے۔

طبقات ابن سعد قسم ثانی جلد سوم میں اُن اصحاب کی ایک مختصر فہرست ہے جو اسلام سے قبل لکھنا پڑھنا جانتے تھے جیسے اوس بن خولی۔ اسید بن حضیر، سعد بن عبادہ، رافع بن مالک وغیرہ وغیرہ۔

رافع بن مالک اور ایک صحابی عبداللہ بن سعید مشہور خوشنویس اور اہل کمال تھے۔ جسقدر اسلام ترقی کرتا گیا خواندہ اور ناخواندہ سبھی مسلمان ہوتے گئے۔ لاکھوں اصحاب تھے، اب کون بتا سکتا ہے کہ ان میں کتنے ہزار خواندہ تھے۔ چالیس اصحاب ایسے تھے جن سے رسول کریم کتابت کی خدمت لیتے تھے

صحابیات میں ام المومنین حضرت حفصہ و شفا بنت عبداللہ لکھنا جانتی تھیں اور لڑکیوں کو سکھاتی تھیں (ابوداؤد) جب کفار کے مظالم سے تنگ آکر رسول کریم نے ہجرت فرمائی تو کفار مکہ نے آپ کی گرفتاری پر انعام کا اعلان کیا۔ سراقہ نام ایک شخص انعام کے لالچ میں تلاش میں چلا اور آپ تک پہونچ گیا مگر حافظ حقیقی نے اُس کو آپ پر قادر ہونے دیا اور مجبور کردیا تو اُس نے عرض کی کہ میں واپس چلا جاؤں گا، آپ مجکو ایک تحریر لکھدیجئے کہ اگر آپ غالب ہوئے تو مجکو امان ہے، آپ نے حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ سے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھا دیا۔ (بخاری)

مسلمانوں کے لکھے پڑھے ہونے پر قرآن کی اندرونی شہادت بھی ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ فَاکْتُبُوْہُ (اے مسلمانو! لین دین کے معاملہ اور وعدے کو لکھ لیا کرو) وہی لکھے گا جو لکھنا پڑھنا جانتا ہوگا۔

حدیث کی شہادت من سرہ ان یحب اللہ و رسولہ فلیقرا فی المصحف (جسے خدا اور رسول کی محبت خوش کرے وہ قرآن دیکھکر تلاوت کرے (کنز العمال جلد اول ص۵)

رسول کریم نے عبداللہ بن سعید بن العاص کو جو مشہور خوشنویس تھے، لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر مامور فرمایا (استیعاب جلد اول ص۳۹۳) عبادہ بن صامت اصحاب صفہ کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دیتے تھے (ابوداؤد جلد۲ ص۱۲۳)

رسول کریم صحابہ کو خوشنویسی کی طرف توجہ دلاتے تھے، آپ کا ارشاد ہے علیکم بحسن الخط فانہ من مفاتیح الرزق۔ یعنی اچھا لکھنے کو لازم پکڑو۔ یہ رزق کی کنجی ہے)

حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن عباس کو ہدایت فرمائی یا عبداللہ وسع بین السطور واجمع بین الحروف وراع المناسبۃ فی صورھا واعط کل حرف حقھا (اے عبداللہ! سطروں کے درمیان فاصلہ چھوڑ، حرفوں کو ملاکر لکھ۔ شکلوں کی مناسبت کا خیال رکھ۔ ہر حرف کو اُس کا حق عطا کر)۔ سر ولیم میور نے لکھا ہے :۔ اسمیں شک نہیں کہ محمد کے دعویٰ نبوت سے بہت پہلے مکہ میں فن تحریر مروج تھا۔ (دیباچہ لائف آف محمد)

سامان کتابت

عرب کی قدیم تحریرات پتھروں، روغنی کپڑوں وغیرہ پر برآمد ہوئی ہیں۔ مسیحی فاضل نوفل نے لکھا ہے کہ اہل عرب ایک کپڑے کو روغن دیکر لکھنے کیلئے بناتے تھے اسکو مہرق کہتے تھے (صناجۃ الطرب)

قرطاس کا رواج بھی عرب میں اسلام سے پہلے تھا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ قرطاس کا ذکر ہے
وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ الآیۃ
سفید پتھر کی پتلی پتلی چکنی چکنی چوکور تختیاں بناتے تھے ان کو لخاف کہتے تھے۔ کھجور کے درخت کی شاخوں کی جڑ کے پاس مثل چمڑے کے ایک کھال ہوتی ہے اسکو گوند وغیرہ سے چکنا کرکے ورق بناتے تھے اس کو عسیب کہتے تھے۔ لکڑی کی تختی لکھنے کیلئے بناتے تھے۔ اونٹ کے شانہ کی چوڑی ہڈیوں کو ہموار و صاف کرکے تختی بناتے تھے۔ ہرن کی کھال کے ورق بناتے تھے۔ انہی چیزوں پر قرآن لکھا گیا یہ نہیں کہ اچھے دوا کچے کے پرزوں پر۔

سامان کتابت کے بہت سے نام تھے۔ صحف، کتف، اسفار۔ زبر۔ الواح۔ رق قلم۔ مداد (روشنائی) نون (دوات) سفرۃ (لکھنے والے لوگ) کاتبین (لکھنے والے لوگ)
جب یہ سامان موجود و مستعمل تھا جبھی تو صطلاحیں تھیں۔
رق (چمڑے کا ورق) کتف (اونٹ یا بکرے کے شانے کی چوڑی ہموار و صاف شدہ ہڈی)۔
لخفہ (پتھر کی پتلی تختیاں) قتب (پالان کی لکڑی) کاغذ کی جگہ یہ چیزیں مستعمل تھیں۔

قسمہائے قرآن مجید

قرآن زبان عرب میں ہے۔ فصحائے عرب کے طرز کی موافق کلام ہے۔ فصحاء عرب قسم کے ساتھ کلام کو مؤکد کرتے تھے۔ یہ ایک زبان کا محاورہ اور طرز ہے۔ انجیر۔ زیتون، گھوڑے وغیرہ کی قسمیں جو قرآن میں ہیں وہاں حسب قاعدہ فصحاء عرب لفظ رب محذوف ہے یعنی ان مفید اشیاء کے رب کی قسم۔ ہمارے اُردو میں بھی رواج ہے کہتے ہیں۔ اپنے سر کی قسم، لہو کی قسم، تیرے سر کی قسم۔
اشیاء مذکورہ کو اہل عرب واجب الاحترام سمجھتے تھے۔ اسلئے قسم کے ساتھ بیان کیا گیا کہ جب تم ان کو واجب الاحترام سمجھتے ہو تو اُن کے رب پر ایمان لاؤ۔ وہ خالق جس نے تم کو ایسی کثیر النفع اشیاء عطا کیں۔ لائق عبادت ہے۔ جہاں پر جس چیز کی قسم ہے وہاں اُس چیز کو اس مضمون سے مناسبت ہے قسمہائے قرآن مجید کے متعلق بہت سی ضخیم کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہاں اس سے زیادہ گنجائش نہیں۔

کتاب اللہ اور کلام اللہ

کتاب اللہ۔ وہ کتاب جس کے معنی و مطلب خدا کی طرف سے ہوں اور الفاظ و عبارت فرشتے کے

کے ہوں یا نبی کے۔ کلام اللہ وہ کتاب جس کے حروف و الفاظ و عبارت و معنی و مطالب سب خدا کی طرف سے ہوں، فرشتہ یا نبی کو اسمیں دخل نہ ہو۔

توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحف انبیا، کتاب اللہ ہیں، کلام اللہ نہیں۔ انہیں الفاظ و عبارت انبیا علیہم السلام کی تھی۔ الواح موسوی میں الفاظ و عبارت فرشتے کی تھی۔ اسی وجہ سے توریت وغیرہ صحائف کی حفاظت اُمت کے ذمہ تھی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَـٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ

(یعنی ہم نے توراۃ نازل کی جسمیں ہدایت اور روشنی ہے۔ حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکمبردار تھے اللہ کے یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اسواسطے کہ وہ نگہبان ٹھیرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اسکی خبرگیری پہ مقرر تھے۔ (مائدہ پارہ ششم)

تمام انبیاء کو خدا کی طرف سے وحی عربی میں ہوتی تھی۔ انبیاء اُس مطلب کو قوم کی زبان میں ادا کرتے تھے۔ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِۦ (کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگرو بولی بولتا تھا اپنی قوم کی کہ اُس کے آگے کھولے (سورہ ابراہیم پارہ سیزدہم)

قال سفیان الثوری لم ینزل وحی الا بالعربیۃ ثم ترجمہ کل نبی لقومہ وکان یترجم ذلك جابریل علیہ السلام (وحی عربی میں نازل ہوتی تھی نبی یا جبریل اس کا ترجمہ قوم کی زبان میں کردیتے تھے (روح المعانی جلد سیزدہم ص۱۶۷)۔

قرآن مجید کلام اللہ ہے اُس کے حروف الفاظ، عبارت وغیرہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، ملک یا نبی کا اسمیں کوئی دخل نہیں۔

کتب مقدسہ چونکہ بندوں کا کلام تھا۔ اس لئے بندوں کا کلام اسمیں مل سکا۔ ان کی حفاظت بھی بندوں ہی کے ذمہ کی گئی تھی۔ اُنہوں نے حفاظت میں کوتاہی کی اور خود اپنی دنیاوی ضرورتوں سے اُن کی تحریف پر آمادہ ہوگئے۔ اور یہ تمام کتاب اور اُن کے احکام ایک مدت معین کیلئے تھے اور قرآن ہمیشہ کیلئے ہے اس لئے قرآن ایسی زبان میں نازل کیا گیا اور فصاحت و بلاغت کے اُس اعلیٰ درجہ پر رکھا گیا کہ کوئی انسان اسمیں تحریف کرنے پر قادر ہی نہ ہوسکے۔ اور اسی وجہ سے خدا نے اسکی حفاظت اپنے ذمہ رکھی۔

وحی کے طریقے

حسب ذیل طریقے نزولِ وحی کے احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) فرشتہ وحی لیکر آئے اور ایک آواز مثل گھنٹی کے معلوم ہو۔

(۲) فرشتہ دل میں کوئی بات ڈال دے۔

(۳) فرشتہ آدمی کی صورت میں آکر کلام کرے۔

(۴) اللہ تعالیٰ بیداری میں رسول کریم سے کلام فرمائے جیسا کہ معراج میں ہوا۔

(۵) حق تعالیٰ خواب میں کلام فرماتے۔

(۶) فرشتہ خواب میں کلام کرے۔

۵ و ۶ قسم کی وحی قرآن میں نہیں۔

اشاعت قرآن

سابقہ بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن حضور علیہ السلام کے عہد میں تمام عرب اور بعض اور اقطاع عالم میں پہونچ چکا تھا اور عہد خلافت راشدہ میں تو گویا دنیا کے ہر حصے میں پہونچ چکا تھا۔ خلافت راشدہ کے بعد حکومت پسند اور اکثر عیش پسندوں کی سلطنت رہی اشاعت قرآن و اسلام میں کسی حکمران نے نمایاں حصہ نہیں لیا۔

ڈاکٹر لیبان لکھتے ہیں کہ فی الواقع دین اسلام بعوض اس کے کہ بزور شمشیر شائع کیا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزور تقریر شائع کیا گیا۔ خلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی (نگارستان کشمیر ص۳۶۳ بحوالہ تمدن عرب)

خلافت راشدہ کے بعد اشاعت قرآن علما و صوفیا و تاجروں نے کی۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اس تحقیقات کے متعلق ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اس کا نام پریچنگ آف اسلام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے مستند تاریخی حوالوں سے ہر ملک کے متعلق تمام بنام ثابت کیا ہے کہ قرآن کی اشاعت علما، اور درویشوں اور سوداگروں نے کی اور بھی محققین نے ایسا ہی لکھا ہے۔ مسٹر ڈیون پورٹ نے لکھا ہے کہ:۔ ایک سبب ترقی اسلام کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو تجارت کے ذریعہ سے اشتہار دیا۔ اسواسطے کہ جو مسلمان ممالک مشرقیہ میں آکر بسے انہوں نے یہ کتاب اُن بادشاہوں تک پہونچائی جو پیشتر کوئی خاص مذہب نہ رکھتے تھے (نگارستان کشمیر ص۳۶۳ بحوالہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب ایک موقع پر لکھتے ہیں ہر مسلمان تاجر دنیا میں سب سے زیادہ کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں۔ (حوالہ مذکور بحوالہ پریچنگ آف اسلام)

اعتراضات کی حقیقت

قرآن مجید اور رسول کریم اور اسلام پر غیر مسلموں نے بہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ ان اعتراضات کی بنیاد یہودیوں نے قایم کی مگر وہ کچھ زیادہ فروغ نہ دے سکے۔ پھر متعصب عیسائیوں نے اُن کو سنبھالا اور خوب اچھالا۔ یہ اعتراضات اکثر اتہامات اور مغالطے تھے۔ ایک مدت تک اہل یورپ اس دلدل میں پھنسے رہے۔ جب انہوں نے اسلامی علوم حاصل کرکے تحقیقات کی تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور بے اختیار بول اُٹھے کہ ہمارے علما نے ہم کو مغالطہ دیا۔ ہندوستان میں اُن مردودہ اعتراضات کو آریوں نے نمک مرچ لگا کر شائع کیا۔ حق گو اور حق پسند انسانوں سے کوئی زمانہ، کوئی ملک، کوئی قوم خالی نہیں۔ آخر انہی کے ہم مذہبوں نے اُن کی قلعی کھولی۔

اوّل یہودیوں نے مشہور کیا کہ مسلمان تثلیث کے قائل ہیں اور اُن کے تین دیوتا ہیں۔ عیسائیوں نے یہ اُڑا دیا کہ محمد اپنے طلائی بت کی پرستش کراتا تھا (ترجمہ کتاب ہنری دی کاسٹری عربی ص۲۹)

ایسے ہی اور اعتراضات تھے، کہیں آیتوں کے غلط ترجمے، کہیں حدیثوں کا غلط مفہوم، کہیں ظلم وستم اور جبر کی فرضی داستانیں گھڑ کر پھیلائیں۔ آخر انہی میں سے پھر محققین کی ایک جماعت نے ان کا سارا تار پود شکست کر دیا۔ اور صاف لفظوں میں لکھا کہ:۔

"جو الزام یورپ کے متعصب پادریوں اور سرگرم وقائع نگاروں نے اسلام اور داعیٔ اسلام"
"پر لگائے ہیں آج اُن کی تحقیق پر پتہ چل گیا کہ یہ الزام خود ہماری روسیاہی کا باعث ہیں"

(ہیروز اینڈ ہیروشپ ص۶۰)

پنڈت دیانند کے متعلق گاندھی جی نے لکھا کہ:۔ انہوں نے جین دھرم۔ اسلام، مسیحیت اور خود ہندو دھرم کے متعلق بہت سی غلط بیانیاں کی ہیں۔ (غازیان ہند ص۱۵۵ بحوالہ ینگ انڈیا)

پنڈت ستیہ کیتو پرشاد پروفیسر تاریخ گروکل کانگڑی رسالہ بھارت متر میں لکھتے ہیں:۔

"بیشک دیگر مذاہب کی تردید کرنے میں سوامی جی نے نا انصافی کی ہے اور صحیح ترجمے اور مفہوم کو بگاڑ دیا ہے" (رسالہ مذکورہ ۱۹۲۳ء)

ہندو فاضل بی۔ ایس اندرا ہوشیارپوری لکھتے ہیں کہ بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ نا انصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانیٔ اسلام پر۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بے رحم انسان دکھلایا جائے اور خواہ مخواہ دوسروں کو اُن سے نفرت دلائی جائے۔ اِس کا بڑا سبب

یہ ہوا کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانیٔ اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ سُنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی ہمت و جرأت پاتے تو یقیناً وہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

لالہ رام چندر مچندہ نے اسلام اور آنحضرت کے متعلق منصفانہ رائے ظاہر کی (ان کے مضمون کے چند فقرے باب پنجم میں ہیں) اس پر اخبار گروگھنٹال نے لالہ صاحب کو بُرا بھلا کہا وہ لکھتا ہے کہ (لالہ رام چند مچندہ نے محمد صاحب کو لاثانی اور یکتا ہی قرار نہیں دیا بلکہ اُن کی تعلیم کو بھی پاک عالمگیر، اور برگزیدہ قرار دے کر اس پر الہامی ہونے کی مُہر لگا دی ہے۔ اب کون ہے جو مچندہ صاحب کے اس تسلیم کردہ برگزیدہ اور الہامی تہذیب و تعلیم کی مخالفت کر سکتا ہے۔ اگر ہندو قوم کے لیڈر ایسے ہی ہیں جیسے یہ جانی بھوشن صاحب تو پھر ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی تأمل نہیں کہ ہندوؤں کو دشمنوں کی ضرورت نہیں (گروگھنٹال ۱۲ اگست ۱۹۲۳ء)

یہ حالت و ذہنیت ہے اُن لوگوں کی جو اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اُن کے اعتراضات میں صدق و راستی کا پتہ نہیں اور ان کو حق بات سُننے کی تاب نہیں۔

حدیث

حدیث حکم خدا اور کلام رسول ہے۔ حدیث پر عمل کرنے کی خداوند ذوالجلال کی طرف سے تاکید ہے جبریل حدیث بھی نازل کرتے تھے (کان جبریل تنزل علی النبی بالسنة کما تنزل علیه بالقرآن (سنن دارمی)

حدیث کے متعلق رسول کریم کا ارشاد ہے عن الحسین قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ یعنی حدیث کو سند کے ساتھ لکھا کرو۔ (بغیۃ الوعاۃ سیوطی) الا ادلکم علی الخلفاء منی ومن اصحابی ومن الانبیاء من قبلی هم حملة القرآن والاحادیث عنی وعنهم یعنی میرے اور میرے اصحاب اور انبیاء سابقین کے خلفا وہ ہیں جو خدا کی رضا کے لیے قرآن حفظ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور میری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں (جامع صغیر)

من کتب عنی اربعین حدیثا وجاء ان یغفر اللہ له غفر له رواہ ابن الجوزی عنی

جو شخص میری چالیس حدیثیں باُمید مغفرت لکھے گا خدا اُس کو بخش دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد رابع ومنتخب کنز العمال برحاشیہ)

ابتدائی زمانہ میں حضور نے حدیث لکھنے کی ممانعت کی تھی۔ عن ابی سعید ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لاتکتبوا عنی غیر القران ومن کتبہ فلیمحہ، یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو مٹا دے)۔

رسول کریم نے بعض معاملات میں بمقتضائے مصلحت تغیر وتبدل بھی فرمایا ہے اور حدیثوں میں ناسخ ومنسوخ بھی ہے۔ اسلئے ہمارے ائمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضور کے آخری زمانہ کی حدیثیں حجت ہیں مذکورہ بالا حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے۔ چونکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ نیا نیا معاملہ تھا۔ صحابہ اچھی طرح تعلیم نہ پاچکے تھے۔ آپنے بنظر احتیاط یہ فرمایا تھا تاکہ کہیں غلطی سے قران وحدیث کو نہ ملا دیں۔ جب صحابہ میں ایک بڑا گروہ اس قابل ہوگیا کہ دوسروں کو تعلیم کرنے لگا تو آپ نے تحریر حدیث کی اجازت دیدی اس لئے یہ حدیث اجازت کی حدیث سے منسوخ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے متعلق اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اجازت کتابت کی حدیث مرفوع ہے اس لئے اجازت والی حدیث کو ترجیح ہے۔

حدیث موقوف کے متعلق امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لائق حجت نہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی اور علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور قاضی شوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی لائق حجت قرار نہیں دیا۔ مگر احتیاط کا مسلک یہ ہے کہ جو موقوف حدیثیں آیات قرآنی یا احادیث مرفوعہ کے موافق ہیں وہ لائق حجت ہیں اور جو مخالف ہیں قابل حجت نہیں

رسول کریم نے خود حدیثیں لکھائیں۔ اور آپ کی لکھائی ہو حدیثیں آج تک موجود ہیں ان میں سے بعض کے فوٹو بھی شائع ہوئے ہیں۔ اور صحابہ نے آپ کی حیات میں حدیثیں لکھیں اور کتابیں مرتب کیں۔

ائمہ حدیث نے حدیث کی قسمیں مقرر کی ہیں۔ کتب احادیث کے چار طبقے مقرر کئے ہیں۔

راویان حدیث کے بھی چار درجے مقرر کئے ہیں۔ راویوں کے درجات باعتبار علم وفضل، زہد واتقا فہم وصحت وغیرہ قایم کئے گئے۔ جو راوی علم وفضل میں سب سے کم، عقل وفہم میں کم، حفظ واتقان میں کم ہیں اور کسی مرض میں مبتلا ہیں یا اُن کے صحیح حالات معلوم نہیں اُن کو درجہ چہارم میں رکھا گیا ہے۔

کتب احادیث میں درجہ اول کی کتابیں تین ہیں۔ موطا امام مالکؒ۔ صحیح بخاریؒ۔ صحیح مسلمؒ۔ آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں

یہ ہوا کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی بلکہ سُنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کردی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی ہمت و جرأت پاتے تو یقیناً وہ اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (رسالہ مولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

لالہ رام چند رمچندہ نے اسلام اور آنحضرت کے متعلق منصفانہ رائے ظاہر کی (ان کے مضمون کے چند فقرے باب پنجم میں ہیں) اس پر اخبار گروگھنٹال نے لالہ صاحب کو بُرا بھلا کہا وہ لکھتا ہے کہ (لالہ رام چند مچندہ نے محمد صاحب کو لاثانی اور یکتا ہی قرار نہیں دیا بلکہ اُن کی تعلیم کو بھی پاک، عالمگیر، اور برگزیدہ قرار دے کر اس پر الہامی ہونے کی مُہر لگا دی ہے۔ اب کون ہے جو مچندہ صاحب کے اس تسلیم کردہ برگزیدہ اور الہامی تہذیب و تعلیم کی مخالفت کرسکتا ہے۔ اگر ہندو قوم کے لیڈر ایسے ہی ہیں جیسے یہ جانی بھوشن صاحب تو پھر ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی تامّل نہیں کہ ہندوؤں کو دشمنوں کی ضرورت نہیں (گروگھنٹال ۱۲ اگست ۱۹۲۳ء)

یہ حالت و ذہنیت ہے اُن لوگوں کی جو اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اُن کے اعتراضات میں صدق و راستی کا پتہ نہیں اور ان کو حق بات سُننے کی تاب نہیں۔

حدیث

حدیث حکم خدا اور کلام رسول ہے۔ حدیث پر عمل کرنے کی خداوند ذوالجلال کی طرف سے تاکید ہے جبریل حدیث بھی نازل کرتے تھے (کان جبریل تنزل علی النبی بالسنة کما تنزل علیه بالقرآن (سنن دارمی)

حدیث کے متعلق رسول کریم کا ارشاد ہے عن الحسین قال قال النبی صلی اللہ علیہ اذا کتبتم الحدیث فاکتبوہ باسنادہ یعنی حدیث کو سند کے ساتھ لکھا کرو۔ (بغیۃ الوعاۃ سیوطی)

الا ادلکم علی الخلفاء منی ومن اصحابی ومن الانبیاء من قبلی هم حملة القرآن والاحادیث عنی وعنهم یعنی میرے اور میرے اصحاب اور انبیاء سابقین کے خلفا وہ ہیں جو خدا کی رضا کے لیے قرآن حفظ کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور میری حدیثوں کی روایت کرتے ہیں (جامع صغیر)

من کتب عنی اربعین حدیثا رجاء ان یغفر اللہ له غفرله رواہ ابن الجوزی یعنی

جو شخص میری چالیس حدیثیں بامید مغفرت لکھے گا خدا اُس کو بخش دے گا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد رابع و منتخب کنز العمال برحاشیہ)

ابتدائی زمانہ میں حضور نے حدیث لکھنے کی ممانعت کی تھی۔ عن ابی سعید ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا تکتبوا عنی غیر القران ومن کتبه فلیمحه، یعنی مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو اور جس نے لکھا ہو مٹا دے)۔

رسول کریم نے بعض معاملات میں بمقتضائے مصلحت تغیر و تبدل بھی فرمایا ہے اور حدیثوں میں ناسخ و منسوخ بھی ہے۔ اسلئے ہمارے ائمہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ حضور کے آخری زمانہ کی حدیثیں حجت ہیں مذکورہ بالا حدیث ابتدائی زمانہ کی ہے۔ چونکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ نیا نیا معاملہ تھا۔ صحابہ اچھی طرح تعلیم نہ پاچکے تھے۔ آپ نے بنظر احتیاط یہ فرمایا تھا تاکہ کہیں غلطی سے قرآن و حدیث کو نہ ملا دیں۔ جب صحابہ میں ایک بڑا گروہ اس قابل ہو گیا کہ دوسروں کو تعلیم کرنے لگا تو آپ نے تحریر حدیث کی اجازت دیدی اس لئے یہ حدیث اجازت کی حدیث سے منسوخ ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی لکھا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے متعلق اچھا فیصلہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موقوف ہے اور اجازت کتابت کی حدیث مرفوع ہے اس لئے اجازت والی حدیث کو ترجیح ہے۔

حدیث موقوف کے متعلق امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لائق حجیت نہیں۔ علامہ سید شریف جرجانی اور علامہ محمد طاہر صاحب مجمع البحار اور قاضی شوکانی صاحب نیل الاوطار نے بھی لائق حجت قرار نہیں دیا۔ مگر احتیاط کا مسلک یہ ہے کہ جو موقوف حدیثیں آیات قرآنی یا احادیث مرفوعہ کے موافق ہیں وہ لائق حجت ہیں اور جو مخالف ہیں قابل حجت نہیں رسول کریم نے خود حدیثیں لکھائیں۔ اور آپ کی لکھائی ہوئی حدیثیں آج تک موجود ہیں ان میں سے بعض کے فوٹو بھی شائع ہوئے ہیں۔ اور صحابہ نے آپ کی حیات میں حدیثیں لکھیں اور کتابیں مرتب کیں۔

ائمہ حدیث نے حدیث کی قسمیں مقرر کی ہیں۔ کتب احادیث کے چار طبقے مقرر کئے ہیں۔

راویان حدیث کے بھی چار درجے مقرر کئے ہیں۔ راویوں کے درجات باعتبار علم و فضل، زہد و اتقاء فہم و صحت وغیرہ قایم کئے گئے۔ جو راوی علم و فضل میں سب سے کم، عقل و فہم میں کم، حفظ و اتقا میں کم ہیں اور کسی مرض میں مبتلا ہیں یا اُن کے صحیح حالات معلوم نہیں اُن کو درجہ چہارم میں رکھا گیا ہے۔

کتب احادیث میں درجہ اول کی کتابیں تین ہیں۔ موطا امام مالکؒ۔ صحیح بخاریؒ۔ صحیح مسلمؒ۔ آخر الذکر دونوں کتابوں کو صحیحین کہتے ہیں۔ ان میں جو حدیثیں مرفوع متصل ہیں وہ سب یقیناً صحیح ہیں

ان کتابوں میں دو ثلث کے قریب درجۂ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث میں درجہ سوم کے راوی بھی ہیں۔ ادنیٰ درجہ یعنی درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ان میں نہیں ہیں۔ ان کے متعلق بھی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ صحیحین کو صحیحین باعتبار اغلبیت کہا جاتا ہے ورنہ حسن و ضعاف اِن میں بھی ہیں۔ صحیحین ہی صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتابیں ہیں۔ صحیحین میں علت ظاہری سے حفاظت کا کامل التزام ہے۔ علت معنوی کا کم التزام ہے۔ بخاری میں رسول کریم کی عمر ۶۵ سال مذکور ہے جو صحیح نہیں۔ مگر بخاری کا التزام بجائے خود قایم ہے۔ ان کی روایت ابن عباس سے ہے۔ ابن عباس نے ضرور ۶۵ سال بیان کی۔ ابن عباس سے شمار یا حساب میں غلطی ہوئی ہو۔ یا ان کی معلومات اس باب میں صحیح نہو۔ اس کا بار بخاری پر نہیں۔ روایت بالکل صحیح ہے

صحاح ستہ میں یہ چھ کتابیں ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی۔ سنن ابی داؤد، سنن نسائی سنن ابن ماجہ۔ ان میں صحیحین اوّل درجہ کی ہیں لیکن ان میں حسن و ضعاف روایات ہیں اور درجہ سوم کی روایات بھی ہیں

صحاح ستہ میں جامع ترمذی نمبر سوم اور طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتاب ہے۔ اسمیں نصف کے قریب درجہ سوم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ اور باقی نصف میں سے دو ثلث میں درجہ اول و دوم کے راویوں کی اور ایک ثلث میں درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔ ترمذی کے متعلق علمار متقدمین نے لکھا ہے کہ امام ترمذی نے بعض ایسی حدیثوں کی تحسین کی ہے کہ جن کی نہ کرنی چاہیے تھی

سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ یہ دونوں کتابیں طبقات کتب حدیث میں طبقہ دوم کی کتابیں ہیں اور صحاح ستہ میں بہ ترتیب نمبر چہارم و پنجم کی۔ باقی ان کی کیفیت بھی مثل جامع ترمذی کے ہے۔

سنن ابن ماجہ۔ یہ صحاح ستہ میں درجہ ششم کی اور طبقاتِ کتب حدیث میں طبقہ سوم کی کتاب ہے اسمیں ایک ثلث سے کم درجہ اوّل و دوم کے راویوں کی روایتیں ہیں اور ایک ثلث سے زیادہ درجہ سوم کی اور ایک ثلث درجہ چہارم کے راویوں کی روایتیں ہیں۔

کتب حدیث کا طبقۂ چہارم جو ادنیٰ درجہ کا طبقہ ہے۔ اس طبقہ کی کتابوں میں ضعیف مجہول و مجروح راویوں کی روایتیں زیادہ ہیں۔ اس طبقہ کی خاص خاص کتابیں یہ ہیں:۔

تصانیف ابن مردویہ۔ تصانیف حاکم۔ تصانیف فردوس دیلمی۔ تصانیف جوزقانی۔ تصانیف سیوطی تصانیف ابن عساکر۔ روضۃ الاحباب وغیرہا۔ اس طبقہ کے کتابوں کی کوئی حدیث اسوقت تک قبول نہیں کیجا سکتی جب تک وہ شرائط شیخین پر ثابت نہو۔ انہی کتابوں کی روایتوں کے متعلق حضرت

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔

"احادیثے کہ نام ونشان آنہا در قرون سابقہ معلوم نبود و متاخرین آن را روایت کردہ اند پس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند و آن را اصلے نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدند یا یافتند و در آن قدحے و علتے دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک آنہا و علی کل تقدیر این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔ و درین قسم احادیث کتب بسیار مصنف شدہ اند و بیشتر مسالۂ و وضع احادیث و اکثر مسائل نادرہ از ہمین کتب می برآید۔ و مایۂ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل و نوا در خود ہمین کتابہا است" (عجالۂ نافعہ)

حدیثوں کی جانچ کیلئے علم الروایۃ وعلم الدرایۃ ایجاد ہوئے ہیں وہ علوم جن سے حدیثوں کی جانچ ہوتی ہے انمیں عظیم الشان علم اسماء الرجال ہے۔

ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ کوئی قوم دنیا میں آج تک ایسی نہیں گذری جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہوسکتا ہے، (انگریزی مقدمہ اصابہ)۔

اسلئے حدیث جب تک اصُول روایت و اصُول درایت کی موافق صحیح ثابت نہو قبول نہیں کیجائیگی۔ کم علم، کج فہم، متعصب اور ہٹ دھرم معترض ادنی درجہ کی کتابوں اور ضعیف و مجہول راویوں کی پناہ ڈھونڈا کرتے ہیں۔

کتب احادیث کی تعداد اٹھارہویں صدی عیسوی تک (۱۴۶۵) بیان کی گئی ہے (احادیث اہل اسلام مصنفہ پادری ڈبلیو گولڈ بحوالہ ایتاف النبلاء و ڈکشنری آف اسلام) اس کے بعد اور اضافہ ہوتا رہا۔ کسی کتاب کی روایت بغیر جانچ قبول نہیں کی جاسکتی۔

تحریراتِ عہد رسالت

بعض تاریخ سے ناواقف اور معاند کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں کوئی تحریر نہیں لکھی گئی کیونکہ عرب جاہل اور فن کتابت سے ناواقف تھے۔ سامان کتابت بھی نہ تھا۔ اور بعض وہ مسلمان جن کی معلومات محدود ہیں کہدیتے ہیں کہ عہد رسول کریم میں قرآن کے سوا حدیث نہیں لکھی گئی۔ اس باب میں اجمال کے ساتھ حضور کے عہد مبارک کی تین سو کے قریب تحریرات کا ذکر ہے اور ان کے متعلق کافی

ثبوت پیش کیا گیا ہے۔

صاحب مفتاح الافکار نے رسول کریم کے (۳۶) خطوط نقل کئے ہیں۔ حضور کی تمام تحریرات کو صاحبزادہ عبدالرحیم خان مظفر جنگ ہوم ممبر ریاست ٹونک نے مع عبارت و ترجمہ و حوالہ اپنی کتاب بنام مراسلات نبویہ میں جمع کیا ہے جن کی تعداد (۲۵۰) سے زیادہ ہے۔

اخی محترم مولانا الحاج ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب و اخی محترم مولانا الحاج عبدالبصیر آزاد عتیقی نے اپنی تصانیف میں بعض مراسلات کا ذکر کیا ہے۔

میرے شمار کے موافق کل تعداد تین سو کے قریب ہے۔ میں سب کا ذکر بوجہ طوالت نہیں کرسکتا بعض بعض کا ذکر کرتا ہوں۔ بالخصوص وہ جن کا تعلق حدیث سے ہے۔ یوں تو حضور کی ہر تحریر حدیث ہے اور ہر ایک سے کچھ نہ کچھ مسائل کا استنباط ہوا ہے۔ مگر میں صرف اُن کا ذکر کروں گا جن کا کھلا ہوا تعلق حدیث سے ہے دو چار اس شرط سے مستثنیٰ بھی ہیں۔

(۱) معاہدات حدیبیہ وغیرہ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۲) فرامین قبائل کے نام۔ (ابن ماجہ۔ طبقات ابن سعد)

(۳) خطوط اُمراء و سلاطین کے نام (بخاری و تذکرۃ الحفاظ)

(۴) فہرست اسماء صحابہ (بخاری)

(۵) فتح مکہ کے بعد حضور نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایک صحابی ابوشاہ یمنی نے عرض کیا کہ مجھکو لکھا دیجئے حضور نے فرمایا اکتبوا لابی شاہ (ابوشاہ کیلئے لکھدو) یہ لکھکر اُن کو دیدیا گیا (بخاری کتاب العلم، ابوداؤد کتاب المناسک)

(۶) کتاب الصدقہ۔ حضور نے ابوبکر بن حزم صحابی حاکم بحرین کو احکام زکوٰۃ لکھائے اور اسکی نقل دیگر عمّال کو بھی بھیجی گئی۔ یہ دو صفحہ تھے (مسند احمد بن حنبل۔ دارقطنی) یہ تحریر خلیفہ خلیفہ عمر و بن عبدالعزیز نے آل حزم سے ۹۹ھ میں لے لی تھی۔ (دارقطنی)

(۷) عمرو بن حزم صحابی کو ایک ضخیم رسالہ لکھا دیا تھا جسمیں تلاوت قرآن، نماز، زکوٰۃ۔ طلاق۔ عتاق قصاص۔ دیت، فرائض، سنن۔ مس مصحف وغیرہ کے احکام تھے۔ اس رسالہ کا ذکر نسائی، موطا امام مالک ومستدرک حاکم و تاریخ خطیب بغدادی وغیرہ وغیرہ تئیس کتابوں میں ہے۔ علامہ ابن قیم نے اس رسالہ کے متعلق لکھا ہے۔ ھو کتاب عظیم۔ (زاد المعاد جلد اوّل)

(۸) عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور کا ایک نامہ تھا جسمیں مُردہ جانوروں وغیرہ کے متعلق

احکام تھے۔ (معجم صغیر للطبرانی)

(۹) وائل بن حجر صحابی کو نماز، ربوا، شراب وغیرہ کے احکام لکھائے تھے (معجم صغیر)

(۱۰) ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس حضور کی تحریر کرائی ہوئی ایک ہدایت تھی جسمیں شوہر کی دیت کا حکم تھا (ابوداؤد۔ دار قطنی)

(۱۱) معاذ بن جبل صحابی کو ایک تحریر بھیجی گئی جس میں سبز ترکاریوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا (دار قطنی)

(۱۲) مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے۔ اسکے متعلق حضور کی تحریر رافع بن خدیج کے پاس تھی (مسند احمد)

(۱۳) حذیفہ الیمان کو ایک فرمان لکھایا جسمیں زکوٰۃ کے فرائض کا بیان تھا۔ (طبقات ابن سعد)

(۱۴) علاء بن الحضرمی کو زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔

(۱۵) حضرت ابوبکر صدیق کو ۹ ہجری میں جب امیر الحج بنا کر بھیجا تو سنن حج لکھا دیے (بیہقی)

(۱۶) عمیر بن اقصی سلمی کو فرمان لکھایا۔ اسمیں صدقہ اور جانوروں کی زکوٰۃ کے احکام تھے (سیر قضاعہ)

(۱۷) غالب بن عبداللہ لیثی کو فرمان لکھایا اسمیں غنیمت کا حکم تھا۔

(۱۸) وفد ثمامہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں فرائض و صدقات کا بیان تھا۔

(۱۹) ابی وسمہ کو ایک تحریر لکھائی اسمیں دفینہ کے احکام تھے۔

(۲۰) ابی راشد الازدی کو نماز کے احکام لکھائے۔

(۲۱) اسقف اہل نجران کو فرمان لکھایا اسمیں دعوت اسلام اور جزیہ کا حکم تھا۔

(۲۲) اساقفہ نجران کو ایک دوسرا فرمان لکھایا اسمیں صرف جزیہ کی تفصیل تھی۔

(۲۳) حکام حضرموت کو نماز، زکوٰۃ، خمس کے احکام لکھائے۔

(۲۴) اہل دومۃ الجندل کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

(۲۵) اہل طائف کو حرمتہ نبیذ کھجور کا حکم لکھایا۔

(۲۶) دومۃ الجندل و قطن قبائل کو احکام عشر لکھائے۔

(۲۷) قبائل مرباد اذرح کو جزیہ کی تفصیل لکھائی۔

(۲۸) بنی نہد کو زکوٰۃ کے جانوروں کے متعلق ہدایات لکھائیں۔

(۲۹) بنی حنیفہ کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

(۳۰) وفد بنی بارق کو پھلوں اور چراگاہوں کے متعلق احکام لکھائے۔

(۳۱) تمیم داری کو قبول ہدیہ کا مسئلہ اور شہری اشیاء کے استعمال کے احکام لکھائے۔

(۳۲) جنادہ ازدی کو مال غنیمت کا مسئلہ لکھایا۔

(۳۳) جیفر و عبد ملوک عمان کو عشر وغیرہ کے احکام لکھائے۔

(۳۴) حارث بن کلال و معافیر و ہمدان کو خمس وغیرہ کے احکام لکھائے۔

(۳۵) حارثہ و حصن و بنی قطن کو عشر کے احکام لکھائے۔

(۳۶) خالد بن ضماد ازدی کو ارکان اسلام لکھائے۔

(۳۷) ذرعہ بن سیف کو جزیہ و زکوٰۃ کے احکام لکھائے۔

(۳۸) ربیعہ بن ذی مرحب حضرمی کو محصول وغیرہ کے احکام لکھائے۔

(۳۹) شرحبیل، حارث و نعیم بنی عبد کلال کو مال غنیمت و عشر و زکوٰۃ کے مسائل لکھائے۔

(۴۰) عام مسلمانوں کے لئے ایک تحریر لکھائی جس میں پکنے سے قبل کھجور کی فروخت اور خمس سے قبل حصہ لینے کے احکام تھے۔

(۴۱) عدا بن خالد کو بیع سے قبل شے کے عیوب ظاہر کر دینے کے احکام تھے۔

(۴۲) حضرت عمر کو مسائل صدقہ لکھائے۔

(۴۳) حضرت ابوبکر صدیق کو مسائل صدقات لکھائے۔

(۴۴) عمائد کلب کو مع قطن مسائل زکوٰۃ لکھائے۔

(۴۵) عہدنامہ درمیان مہاجرین و انصار و یہود لکھایا اس میں دیتہ و فدیہ کا حکم تھا۔

(۴۶) مالک بن احمر کو خمس کے مسائل لکھائے۔

(۴۷) مجاعہ بن مرارہ اسلمی کو خمس و حصص ذوی القربیٰ کے احکام لکھائے۔

(۴۸) مصعب بن زبیر کو نماز جمعہ کا حکم لکھایا۔

(۴۹) مطرف بن کاہن باہلی کو مسائل زکوٰۃ لکھائے۔

(۵۰) معاذ بن جبل کو قبول ہدیہ کا مسئلہ لکھایا۔

(۵۱) منذر بن ساوی کو جزیہ کے مسائل لکھائے۔

(۵۲) منذر بن ساوی کو مجوس کے متعلق احکام لکھائے۔

(۵۳) آل اکیدر کو ایک فرمان لکھا اس زمانہ تک آپکی مہر تیار نہیں ہوئی تھی اس پر آپنے انگوٹھا لگادیا۔ (حکماء یورپ کو اٹھارویں صدی میں فنگر اسپریشن کا علم ہوا ہے۔ نبی امی کو چودہ سو برس پہلے معلوم تھا) اسکی تخریج ابن مندہ نے کی ہے۔ (اصابہ و اسد الغابۃ)

(اصابہ)
(۵۴) جفینہ الجہنی (بعض نے ہندی لکھا ہے) کو فرمان لکھایا اس کا راوی ضعیف الحدیث ہے

(۵۵) سرباتک ہندی نے بیان کیا کہ رسول کریمؐ نے حذیفہ اور اسامہ اور صہیب وغیرہ کو میرے پاس نامہ دیکر بھیجا۔ میں نے اسلام قبول کیا۔ اس کی تخریج موسیٰ نے میسرہ بن احمد اسفرائینی سے کی ہے۔ یحیٰی بن یحیٰی نیشاپوری کے شاگرد کے طریقہ سے کہا۔ حدیث بیان کی ہم سے مکی بن احمد بروعی نے کہا۔ میں نے سنا اسحٰق بن ابراہیم طوسی سے وہ کہتے تھے اور اُن کی عمر (۹۷) برس کی تھی کہ دیکھا میں نے سرباتک بادشاہ ہند کو کہ ذکر کیا یہ قصہ۔ (اصابہ)

(۵۶) مسعود بن وائل نے کہا کہ رسول کریمؐ نے میری قوم کو دعوت نامے لکھائے، آپ نے معاویہ سے کہا لکھو اُنھوں نے کہا کس طرح لکھوں، آپ نے فرمایا لکھ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الخ (اصابہ، اسد الغابۃ)

(۵۷) مسیلمہ کذاب کو فرمان لکھایا۔ اس کا فوٹو ۱۸۵۶ء میں لندن کے یلچر میگزین میں شائع ہوا تھا

(۵۸) یہود خیبر کو ایک مسلمان مقتول کی دیت کے متعلق خط لکھایا (صحاح ستّہ)

(۵۹) جرش والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا (مسلم)

(۶۰) ہجر والوں کو مسئلہ نبیذ لکھا کر روانہ کیا۔

(۶۱) مسلم بن حارث تمیمی کو کچھ وصایا لکھائیں (ابو داؤد)

(۶۲) یمن والوں کو لکھایا کہ شہد کی پیداوار سے زکوٰۃ ادا کیجائے۔ (نصب الرایہ للزیلعی)

(۶۳) تمام قبائل کو دیت کے مسائل لکھا کر بھیجے۔ (مسلم و ابی داؤد)

(۶۴) ارض خیبر کا تقسیم نامہ لکھایا کہ (۳۶) حصّوں پر منقسم ہو۔ نصف حصص حضور نے اسلامی ضروریات کیلئے اپنے پاس رکھے۔ باقی نصف صحابہ میں تقسیم کر دئے۔ (کتاب الخراج یحییٰ بن آدم محدث)

(۶۵) منذر بن ساوی کو خط لکھایا۔

(۶۶) مقوقس شاہ مصر کو خط لکھایا۔

(۶۷) تمیم الداری کو فرمان جاگیر لکھایا۔

(۶۸) شاہ اسپین کو خط لکھایا۔

(۶۹) قطن بن حارث کو فرمان لکھایا۔

(۷۰) نجاشی حبشہ کے نام خط لکھایا۔

(۷۱) مقوقس شاہ مصر کے نام خط لکھایا۔

(۷۲) ایک عہدنامہ جو عیسائیوں کیلئے لکھا گیا۔

(۷۳) وفد تجیب جب حاضر خدمت ہوا تو انہوں نے کچھ سوالات کئے، آپ نے اُن کے جوابات لکھا دئے۔

قرآن مجید کے علاوہ کہ حضور بر وقت نزول فوراً تحریر کرا دیتے تھے۔ رسول کریم کی کم وبیش تین سو تحریرات میں سے (۳۰۰) کا ذکر ہیں نے کیا۔ ان میں سے سوائے نمبران ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ کے جن کی تعداد کل (۱۳) ہے باقی (۶۰) نمبر خالص حدیثیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلاطین کے نام جو نامے لکھائے وہ عامر بن فہیرہ نے لکھے تھے۔ اور اُمرائے عمان کے نام خطوط اُبی بن کعب نے۔ اور قطبی بن حارث کے نام ثابت بن قیس نے۔

۶۲ھ معاویہ بن ابی سفیان نے حضرت علی نے لکھے تھے قرآن مجید کی کتابت بہت سے اصحاب کرتے تھے ان میں خاص زید بن ثابت و شرجبیل بن حسنہ و عثمان بن عفان تھے۔

۶۷ء کا ذکر امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں کیا ہے اور اسکی چشمدید کیفیت ابن فضل اللہ العمری نے کتاب مسالک الابصار جلد اوّل ص۱۷ میں لکھی ہے۔ گویا یہ تحریر چوتھی صدی ہجری تک موجود تھی۔ ۶۸ء کا ذکر گیارہویں صدی ہجری تک کے مصنفین نے کیا ہے۔ (التراتیب الاداریہ مطبوعہ رباط ۱۳۴۶ ہجری جلد اوّل ص۱۵۶)

نمبران ۵۷ و ۶۵ و ۶۰ و ۷۱ و ۷۲، اب تک موجود ہیں۔

۵۷ء کا فوٹو ۱۸۹۶ء میں لندن کے پکچر میگزین میں شائع ہوا تھا۔

۶۵ء کا فوٹو جرمن مجلس شرقیات کے رسالہ مرگنگ جلد ۱۷ سنہ ۱۸۶۳ء میں طبع ہوا۔ یہ اصل خط خواجہ کمال الدین قادیانی نے دمشق میں بچشم خود دیکھا (اسلامک ریویو ۱۹۱۷ء)

۶۶ء کا فوٹو سب سے پہلے فرانسیسی مستشرق موسیو لوبر نے رسالہ ژورنال آزیاتیک ۱۸۵۴ء میں شائع کیا تھا۔ جو اس کو ایک سیاح موسیو بارتلمی سے ملا تھا۔ جس کو سیاح مذکور نے مصر کے ایک عیسائی خانقاہ سے حاصل کیا تھا۔ اب اس کے فوٹو تمام دنیا میں شائع اور فروخت ہو رہے ہیں۔

۷۰ء حبشہ کے دار السلطنت عدلیس بابا کے شاہی خزانہ میں محفوظ ہے۔ حبشہ اور اٹلی کی جنگ کے موقعہ پر اُس کے متعلق یوروپین اخبارات نے کثرت سے مضامین شائع کئے تھے۔ اور ہندوستان کے اخبارات میں اُن کے ترجمے شائع ہوئے تھے۔

۷۱ء قاہرہ کے کنیسہ انبا مارقوس میں یہ خط محفوظ ہے۔

۷۲ء قاہرہ کے کنیسہ انبا مارقوس میں محفوظ ہے۔ چند سال ہوئے یہ خدیو مصر کے سامنے

پیش ہوا تھا۔ اور اُس کے متعلق تمام اخبارات میں مضامین شائع ہوئے تھے۔

شہادتیں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط سلاطین کو لکھائے تھے اُن کی تعداد اب تک دو سو تک تحقیق ہوئی ہے (اعلام السائلین مؤلفہ ابن طولون، ووکیومان سیورلا دیلیاسی سمان مطبوعہ پیرس ۱۹۲۵ء حصہ دوم ص۹۹ تا ۹۷ و منشآت السلاطین مؤلفہ احمد فریدون مطبوعہ استنبول ۱۲۷۴ء ص۳۰ تا ص۳۵)

اکثر مکاتیب یوم الجماجم میں بعہد حجاج بن یوسف (۸۲ھ کے بعد) جل گئے (کتاب الخراج وبلاذری) یہ بھی مشہور ہے کہ ایک خط سلطان صلاح الدین کے خاندان میں محفوظ ہے۔ اس کے متعلق بھی چند اخبارات میں مضامین شائع ہوئے ہیں۔

حضرت عمرو بن حزم صحابی نے رسول کریم کے بیس مکاتیب جمع کر کے ایک رسالہ مرتب کیا تھا۔ (ووکیومان جلد اوّل ص۱)

یہاں تک تو رسول کریم کی تحریرات اور آپ کی لکھائی حدیثوں کا ذکر تھا۔ اب حدیث کے اُن مجموعوں کا بیان ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع کیے تھے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے ہزار حدیثیں جمع کر کے اس مجموعہ کا نام صادقہ رکھا۔ یہ حضور کے عہد میں مرتب ہوا تھا۔ یہ صحیفہ دوسری صدی ہجری تک موجود تھا (تاریخ اہل حدیث ص۹۹)

(۲) حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں۔ اُن کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول کریم سے قرآن اور اس صحیفہ کے سوا اور کچھ نہیں لکھا (ابو داؤد کتاب الحدود)

(۳) حضرت انس نے حدیثیں لکھی تھیں (بخاری تقیید العلم - تدریب الراوی)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جو اُن کے لڑکے کے پاس تھا (جامع صغیر)

(۵) حضرت ابو ہریرہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا (فتح الباری)۔ انہیں (۵۳۷۴) سے زیادہ حدیثیں لکھی ہوئی تھیں - تدوین حدیث ص۱۵) یہ لفظیں ملاحظہ تھا جیسے قدیم زمانہ میں بزرگوں کے خطوط کو عرض کی طرف سے جوڑ کر لپیٹ لیتے تھے۔

(۶) حضرت سعد بن عبادہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ وہ کئی پشت تک اُن کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس کا نام کتاب سعد بن عبادہ تھا (مسند احمد بن حنبل)

(۷) حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں (اسد الغابہ)

(۸) حضرت سمرہ بن جندب صحابی نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا (تہذیب التہذیب)

(۹) حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن مرثد اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں (تہذیب التہذیب)

(۱۰) حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حدیثیں لکھی تھیں۔ (شرح بلوغ المرام)

اس تمام بیان سے عہد رسول کریم کی قریب چار سو تحریرات کا پتہ چلتا ہے۔ بعد وفات رسول کریم حضرت عبداللہ بن عباس صحابی نے قرآن کی تفسیر لکھی جس کے متفرق نسخے آج تک مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب نے ہمارے پاس ایک اونٹ کی برابر ابن عباسؓ[۴] حضرت ابی بن کعب صحابی نے تفسیر لکھی اس تفسیر سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں امام ابن جریر طبری نے تفسیر میں۔ حاکم نے مستدرک میں بہت کچھ کام لیا ہے۔ امام حاکم نے سنہ ۵۰۵ھ میں وفات پائی اسلئے یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔ (تاریخ التفسیر ص۳۸)

اور بھی حدیث کا ذخیرہ تھا جو قرن اول میں جمع ہوا تھا تفصیل کیلئے تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر ملاحظہ ہو۔ ہمام ابن منبہ تابعی نے ایک صحیفہ جمع کیا تھا۔ جو اب تک برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

الباب الرّابع فی الرّجال

قرون ثلاثہ

قرون ثلاثہ (تین زمانے) ان کو خیر القرون (بہترین زمانے) کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم یعنی تمام زمانوں میں میرے زمانہ کے لوگ اچھے ہیں پھر اُس کے بعد والے پھر اُس کے بعد والے۔

سلف صالحین نے قرون ثلاثہ کی اس طرح تقسیم کی ہے۔

قرن اوّل۔ بعثت رسول کریم سے سنہ ۱۱۰ ہجری تک یہ زمانہ عہد رسالت و عہد صحابہ کہلاتا ہے

قرن دوم۔ سنہ ۱۱۰ھ سے سنہ ۱۷۰ھ تک، یہ عہد تابعین کہلاتا ہے۔

قرن سوم۔ سنہ ۱۷۰ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک، یہ عہد تبع تابعین کہلاتا ہے۔

قرن ثالث کے متعلق اختلاف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قرن ثالث کو سنہ ۲۶۰ھ تک وسعت دی ہے، سنہ ۲۲۰ھ تک تو کچھ شبہ نہیں۔ آگے بوجہ اختلاف سنہ ۲۲۰ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک کے

۴۔ کی کتابیں رکھیں (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۱۶) ابن عباس کی کتابوں کی نقول اُن کی زندگی میں دور دور پہنچ گئی تھیں۔ امام طاؤس نے عبداللہ بن عباس کی بیان لکھا ہے کہ انہوں نے کہا کہ طائف کے کچھ لوگ میرے پاس میری تصنیف کی نقلیں تصحیح کی غرض سے لائے (شرح معانی الآثار ۲۴۰ ص ۳۹۲)

زمانے کو ہم نے عہد اختلافی سے تعبیر کیا ہے۔

قرون ثلاثہ کے بعد کے زمانہ کو حضور نے فرمایا ہے۔ ثم یفشو الکذب یعنی پھر جھوٹ پھیل جائیگا۔ ہمنے اس کتاب میں علما و مفسرین و محدثین و ائمہ و قراء و کاتبین کے ذکر میں یہ اصول رکھا ہے کہ قرن اوّل کے رجال قرن دوم کے شروع ہونے تک یعنی ۱۷۰ھ تک جن کی وفات ہوئی۔ اسی طرح قرن دوم کے رجال ۲۲۰ھ تک۔ قرن سوم کے رجال ۲۹۰ھ تک۔ عہد اختلافی کے رجال ۱۳۱۰ھ تک اسلئے رجال خیر القرون کا خاتمہ ۱۳۱۰ھ تک ہے۔ اگر تلاش کیا جائے تو اس کے خلاف کم مثالیں مل سکیں گی۔ صحابہ کے بیان رجال میں ترتیب باعتبار سن وفات رکھی ہے۔

رجال قرن اوّل

حفظ قرآن، قرارت، تفسیر، کتابت وغیرہ میں عہد رسول کریم سے آج تک لاکھوں آدمی گذرے ہیں۔ میں نے ہر عہد کے دو دو چار چار بزرگوں کا تذکرہ مختصر طور پر کیا ہے۔ ان میں قرا بھی ہیں مصنفین بھی ہیں۔ کاتبین بھی ہیں۔ ان میں سے اکثر بزرگوں کا تذکرہ میں تاریخ الحدیث و تاریخ التفسیر میں اس سے زیادہ لکھ چکا ہوں اور والد ماجد نے تاریخ الفقہ میں لکھا ہے۔ باقی تفصیل طلب حضرات کتب سیر و تاریخ کی طرف رجوع کریں یہاں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ خلفاء راشدین کے بعد صحابہ کا ذکر ہے۔ پھر صحابیات کا، ہر بزرگ کے تذکرہ میں باعتبار سن وفات ترتیب قائم کیگئی ہے۔

صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام۔ ابوبکر کنیت۔ صدیق و عتیق لقب۔ ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں رسول کریم کے سلسلہ سے مل جاتا ہے۔ یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں (۳۷) سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے باپ ہیں۔ ان سے ۱۴۲ حدیثیں مروی ہیں۔ رسول کریم کے بعد ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے اور (۶۳) برس کی عمر میں ۱۳ھ میں وفات پائی۔ رسول کریم کے یار غار تھے۔ اور اب بھی یار غار ہیں ؎

دیکھو تو رفاقت یہ ابوبکر و عمرؓ کی　　چھوڑا نہ پس مرگ بھی پہلوئے محمد

چون صحابہ حب دنیا داشتند　　مصطفیٰ را بی کفن نگذاشتند

اگر حضرت ابوبکر کی جان نثاریوں اور خدماتِ اسلامی پر نظر کیجائے تو صحابہ میں ان کا مثل و نظیر نظر نہیں آئے گا۔ احادیث میں ان کے بیحد فضائل مذکور ہیں۔ ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی جا چکی ہیں۔ صفحات تاریخ ان کے شاندار کارناموں سے مزین ہیں۔ غیروں نے بھی ان کو قابل توصیف قرار دیا۔ مشہور محقق لارنس بی بول نے لکھا ہے:۔ ابوبکر کی شخصیت کو دیکھکر دھوکا ہوتا ہے کہ اس شخص کو نبی ہونا چاہیے تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کا جانشین کرکے اسکو بلندی سے پستی میں کیوں گرادیا۔ (النجم جولائی ۱۹۳۶ء)

ایوریسنڈ کیسن سل لکھتے ہیں:۔ آپ کی سخاوت کی انتہا نہ تھی۔ آپنے اپنا تمام مال و اسباب محمدؐ اور اسلام کی مدد کیلئے خرچ کرڈالا۔ اسلام بہت کچھ ابوبکر کا احسان مند ہے۔ شروع اسلام میں اس شخص کی زبردست شخصیت نے تمام مصیبتیں دور کردیں اور تمام مشکلیں آسان کردیں۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ تباہ و برباد ہو جاتا (خلفاء راشدین)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام۔ ابوحفص کنیت، فاروق لقب، ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے سلسلہ نسب سے ملتا ہے۔ عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و احد و بیعۃ الرضوان میں تھے۔ رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین حضرت حفصہ کے باپ تھے اور حضور کے ہمزلف بھی تھے کہ ام المومنین ام سلمہ کی بہن قریبہ ان کے عقد میں تھیں۔ حضرت مرتضیٰ کے داماد تھے۔ ۱۳ھ ہجری میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۲۴ھ میں شہید ہوئے۔ ان سے (۵۳۹) حدیثیں مروی ہیں۔ مسلمانوں میں ترویج تعلیم کے لئے مدارس قایم کئے۔ معلمین و متعلمین کے وظائف مقرر کئے۔ جبری تعلیم رائج کی۔ ایک شخص ابوسفیان نام کو مقرر کیا کہ دورہ کرے اور مسلمانوں کا امتحان لے جس کو قرآن نہ آتا ہو سزا دے۔ (اغانی و اصابہ)

ان کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں۔ ایوریسنڈ کیسن سل لکھتے ہیں "ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ جس وقت عمر خلیفہ بنائے گئے تھے وہ وقت ایسے ہی شخص کیلئے موزوں تھا۔ عمر کی سیاسی اور مذہبی قابلیت کی وجہ سے ہم اسکی جس قدر توقیر کریں کم ہے۔ وہ صحیح طور پر ابوبکر کے جانشین تھے۔ اسلام ان دو جلیل القدر خلفاء کا ہمیشہ احسان مند رہے گا (خلفاء راشدین)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام - ابو عبداللہ و ابو عمر کنیت - ذوالنورین و غنی لقب - ان کا سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے - واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے - (۳۴) سال کی عمر میں مسلمان ہوئے - عشرۂ مبشرہ، اصحاب بدر و اُحد و بیعت الرضوان میں تھے - رسول کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں - ۲۴ھ میں حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے ۳۵ھ میں شہید ہوئے - ان سے (۱۴۶) حدیثیں مروی ہیں -

ایوریٹ ڈکیتس سل لکھتے ہیں :- عثمان نے احکام قرآن سے کبھی ذرا سا بھی تجاوز نہیں کیا ہے گو کہ وہ حملہ آور کی مدافعت کے وقت انتہائی بہادر تھے - لیکن وہ کبھی مسلمانوں کے خون کو بے دریغ بہانے کو تیار نہیں ہوئے (خلفاء راشدین)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام - ابوتراب و ابوالحسن کنیت، حیدر لقب، رسول کریم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے - عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و بیعۃ الرضوان میں تھے - بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے - دس برس کی عمر میں ایمان لائے - ۳۵ھ میں حضرت عثمان کے بعد خلیفہ ہوئے ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے - ان سے (۵۸۶) حدیثیں مروی ہیں - حضرت علی کی بہت سی سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں - تاریخ الحدیث میں اس سے زیادہ بیان ہے -

ایوریٹ ڈ گبسن سل لکھتے ہیں :- علی اسلامی علم و فضل کا بحر نا پیدا کنار تھا - وہ مسلمانوں کا سچا رہنما تھا وہ ایک نڈر بہادر سپاہی تھا - جو میدان جنگ سے کبھی پیٹھ نہیں موڑتا تھا - (خلفاء راشدین)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

طفیل بن عبداللہ بن سخرۃ کے غلام تھے - جب یہ مسلمان ہو گئے تو اُن کے آقا اور دیگر کُفار نے اُن کو سخت اذیت پہونچانی شروع کی - حضرت ابوبکر نے ان کو خرید لیا - ہجرت میں رسول کریم کے ساتھ تھے - بروز ہجرت کفار مکہ نے سراقہ کو رسول کریم کی گرفتاری پر مامور کیا تھا - سراقہ سُراغ لگا کر حضور تک پہونچ گیا - لیکن خداوند ذوالجلال نے اُس کو حضور پر قادر ہونے نہ دیا اور مجبور ہوا اُس نے حضور سے درخواست

کی کہ مجکو امان نامہ لکھدیجئے۔ تو حضور نے امان نامہ عامرہی سے تحریر کرایا تھا۔
عامر بن طفیل رسول کریم کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ چند قرار تعلیم قرآن کیلئے میری قوم میں بھیجدیجئے
آپ نے قرار کو روانہ فرمایا انہیں عامر بھی تھے۔ کفار نے دغا کر کے بمقام بیر معونہ اُن کو شہید کر دیا۔ یہ
واقعہ سکہ ہجری میں ہوا۔ یہ غزوات بدر و احد میں بھی شریک تھے۔ حضرت عمران کے بڑے مداح تھے۔

حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

بنی اُمیہ کے خاندان سے تھے۔ سعد بن وقاص کے بعد مسلمان ہوئے۔ ۱۵ ربیع الاول سکہ ہجری
یوم پنجشنبہ کو مشرف باسلام ہوئے۔ یہ پانچویں مسلمان تھے اور قرآن کے پہلے کاتب تھے۔ بہت سے
غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول کریم نے ان کو صنعا ر کا حاکم صدقہ مقرر کیا تھا۔ خلیفہ اوّل نے ایک
لشکر کا سردار بنا کر شام کی طرف بھیجا تھا۔ جنگ اجنادین میں ۲۸ جمادی الاول روز شنبہ ۱۳ ہجری کو
شہید ہوئے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

معاذ نام۔ ابو عبد الرحمن کنیت۔ قبیلہ خزرج سے تھے۔ نبوت کے بارہویں سال (۱۸) سال
کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ بنو سلمہ کے محلہ میں مسجد تعمیر ہوئی تو رسول کریم نے اِن کو اُس کا امام بنایا تھا۔
فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی تعلیم پر مامور ہوئے تھے۔ ۹ سنہ ہجری میں یمن کے گورنر بنائے گئے۔ حضرت ابوبکر
کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں ۱۸ھ میں سپہ سالار بنائے گئے۔ اِسی سال
وفات پائی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے کہ ہجرت حبشہ میں شامل تھے۔ لیکن حبشہ
کی پہلی ہجرت جو رجب ۵ سنہ ہجری نبوی میں ہوئی۔ اسمیں گیارہ مرد تھے۔ اُس فہرست میں ان کا نام نہیں
چند ماہ بعد جب سورۂ النجم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور دوبارہ حبشہ کو مسلمانوں نے ہجرت کی
(غالبًا ابتداء ۶ سنہ) ان میں یہ شامل ہوئے ہوں گے۔ اس لئے یہ غالبًا ۵ سنہ نبوی میں مشرف باسلام ہوئے
رسول کریم کے کاتب تھے۔ حضرت عمر کے عہد خلافت میں ایک لشکر کے شاگرد تھے۔ بیسان (نواح طبریہ)
انہوں ہی نے فتح کیا تھا۔ ۱۸ سنہ ہجری میں انہوں نے اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے طاعون سے ایک
ہی دن وفات پائی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

عویمر نام۔ ابو الدرداء کنیت۔ حکیم الامتہ لقب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھے۔ ۲ھ ہجری میں شرف با سلام ہوئے۔ بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر نے ان کو شام میں تعلیم پر مامور کیا تھا۔ حضرت عثمان نے دمشق کا قاضی مقرر کیا۔ امیر معاویہ جب کبھی باہر جاتے انکو اپنا قایم مقام بناتے۔ یہ قراء صحابہ میں سے تھے۔ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ چھٹے مسلمان تھے۔ خلوت و جلوت میں رسول کریم کے پاس رہتے تھے۔ صحابہ میں بڑے زیرک اور ذی علم تھے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ ابن مسعود سے حدیث سیکھو (ترمذی) اور فرمایا ہے کہ ابن مسعود میری اُمت کیلئے جو مسائل تجویز کرے میں اس پر رضامند ہوں (کنز العمال) اور فرمایا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن سیکھو ابن مسعود۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ۔ معاذ بن جبل، ابی بن کعب (بخاری) حضرت عمر ان کو خزینۃ العلم کہا کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول کریم سے طرز وروش میں قریب تر ابن مسعود تھے۔ حضرت مسروق تابعی کا قول ہے کہ میں نے صحابہ کو دیکھا تو تمام صحابہ کے علوم کا سرچشمہ ان چھ کو پایا۔ علی بن ابی طالب، ابن مسعود۔ عمر فاروق۔ زید بن ثابت، ابو الدرداء۔ ابی بن کعب اسکے بعد دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ ان دو کو پایا۔ علی بن ابی طالب و ابن مسعود (اعلام الموقعین)

صحابہ میں ابن مسعود پہلے شخص تھے جنہوں نے مکہ میں علی الاعلان کفار کو قرآن پڑھکر سنایا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو کوفہ میں معلم اور قاضی مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان کے عہد میں بھی اسی عہدے پر رہے۔ اور بیت المال کے خازن رہے۔ جس طرح ان کے شاگردوں نے ان کے فتاویٰ اور مذاہب فقہ کو مدون کیا ہے اس طرح دیگر صحابہ کے فتاویٰ اور مذاہب مرتب نہیں ہوئے (اعلام الموقعین) ۳۲ھ میں وفات پائی۔ ساٹھ سال کی عمر پائی۔ ان سے (۸۴۸) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ

اُبی نام۔ ابو المنذر و ابو الطفیل کنیت، اقرء القوم لقب، حضرت عمر ان کو سید المسلمین کہا کرتے تھے۔ بدر سے لیکر طائف تک تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضور نے ان کو عامل صدقہ

مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان نے بھی ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ ان سے (۱۶۴) حدیثیں مروی ہیں۔ ۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت لبید رضی اللہ عنہ

لبید بن ربیعہ عرب کے مشہور شاعر اور نہایت شریف النفس انسان تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شاعری چھوڑ دی اور کتابت قرآن کا شغل اختیار کیا۔ خدا جانے کتنے قرآن لکھے۔ اکسو چالیس برس کی عمر میں ۴۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

زید بن ثابت نام۔ ابوسعید و ابوخارجہ و ابوعبدالرحمن کنیت۔ انصار مدینہ کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے۔ ہجرت سے چھ سال قبل پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ غزوۂ تبوک میں مالک بن النجار کا علم رسول کریمؐ نے ان کو دیا تھا۔ یہ علم عمارہ بن حزم کے پاس تھا۔ عمارہ نے حضور سے دریافت کیا کہ مجھ سے لیکر ان کو علم کیوں دیا گیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ قرآن تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ غزوۂ خندق اور اُس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ کاتب وحی تھے انہوں نے قرآن جمع بھی کیا تھا۔ حفظ بھی کیا تھا۔ رسول کریم نے تین مرتبہ اُن کو اپنا جانشین بنایا، ایک مرتبہ جب شام کی جانب تشریف لیجانے لگے۔ دو مرتبہ دو حجوں میں۔ حضرت عمر نے بھی ایکمرتبہ ان کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمان بھی اپنے عہد خلافت میں جب حج کو جاتے ان کو اپنا جانشین بناتے۔ حضرت ابوبکر و حضرت عثمان نے اپنے عہد خلافت میں ان کو جمع قرآن پر مامور کیا۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں جماعت شوریٰ کے رکن تھے۔ حضرت عثمان کے عہد میں افسر بیت المال تھے۔ ۴۵ھ میں بعمر ۵۶ سال وفات پائی۔

صحابہ میں عبداللہ بن عمر، ابوسعید، ابوہریرہ، انس، سہل بن سعد، سہل بن حنیف، عبداللہ ابن زید خطمی نے، تابعین میں سے سعید بن المسیب، قاسم بن ابوبکر بن صدیق، سلیمان بن یسار، ابان بن عثمان اور خود ان کے دونوں بیٹوں خارجہ و سلیمان نے اِن سے روایت کی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ (قارئًا عالمًا بالفرائض شاعرًا کاتبًا فصیح اللسان جمع القرآن) یعنی قاری تھے، علم فرائض کے متبحر عالم تھے شاعر تھے، رسول کریم کے کاتب تھے فصیح تھے۔ انہوں نے بھی قرآن جمع کیا تھا۔ ان کا لکھا ہوا قرآن ۳۴۳ھ میں ابن یونس نے مصر میں دیکھا تھا۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین امام۔ ابوعبداللہ کنیت۔ سید و شہید لقب ۴ ہجری میں پیدا ہوئے حضرت علیؓ کے دوسرے صاحبزادے اور رسول کریم کے نواسے تھے۔ ۶۱ھ میں کربلا میں شہید ہوئے، ان سے (۸) روایتیں براہ راست رسول کریم سے ہیں۔ باقی روایات حضرت علی، حضرت عمر وغیرہ سے ہیں۔

ایک مرتبہ امام حسین مسجد میں تشریف لائے۔ بہت سے آدمی بیٹھے تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ سب نے جواب دیا۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص خاموش بیٹھے رہے۔ جب سب لوگ خاموش ہوگئے تو عبداللہ نے پکار کر کہا السلام علیك ورحمة الله وبركاته اور لوگوں سے کہا کہ میں تمہیں بتا دوں کہ زمین و آسمان کے رہنے والوں میں محبوب ترین کون شخص ہے، یہی ہیں جو جارہے ہیں (اسد الغابہ)

ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے دریافت کیا کہ مچھر کا خون کپڑے پر لگ جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔ ابن عمر نے لوگوں سے کہا کہ ان کو دیکھو رسول کے نواسے کو تو شہید کر دیا۔ مچھر کے خون کا سوال کرتے ہیں۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں پیدا ہوئے حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی کہ خدا اس کو دین کا فہم عطا فرما اور قرآن کی تفسیر کا علم دے۔ خدا نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ ایسے ہی ہوئے سلطان المفسرین، ترجمان القرآن اور حبر الامۃ ان کے لقب تھے۔ باوجود کم عمر ہونے کے حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں ان سے مشورہ لیا کرتے اور آیات کی تفسیر دریافت کیا کرتے تھے۔ ابن عباس ایک دن تفسیر، ایک دن فقہ،

ایک دن سیر و مغازی، ایک دن ادب، ایک دن تاریخ کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتوحات افریقہ میں جو حرب العبادلہ مشہور ہے۔ یہ اُس کے رکن اعظم تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے سپہ سالار تھے۔ حضرت علی کے عہد میں بصرہ کے گورنر رہے۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی۔ (۷۱) سال کی عمر میں طائف میں وفات پائی۔ سنہ ۶۸ ہجری۔

شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ نے ان کے فتاووں کو بیس جلدوں میں جمع کیا ہے۔ ابن عباس رضؓ نے (۲۶۶۰) حدیثیں روایت کی ہیں ان میں سے (۲۵) براہ راست حضور سے ہیں باقی صحابہ سے ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

عمر فاروق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں سنہ ۳ھ میں رسول کریم سے عقد ثانی ہوا۔ (۶۳) سال کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے فتاوی کی تعداد ایک رسالہ کے قریب ہے۔ ان سے (۶۰) حدیثیں مروی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ابوبکر صدیق کی بیٹی اور رسول کریم کی زوجہ تھیں۔ بعثت سے چار سال بعد پیدا ہوئیں۔ چھ سال کی عمر میں ان کا نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی (۱۸) سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں (۶۶) سال کی عمر میں سنہ ۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ ان سے (۲۲۱۰) حدیثیں مروی ہیں، ان کو کل قرآن حفظ تھا۔ یہ عورتوں کی امام بنا کرتی تھیں۔ صحابہ ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ان کا علم و فضل مسلّم تھا۔ تاریخ الحدیث میں ان کا تذکرہ میں نے مفصل لکھا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

ہند نام۔ ام سلمہ کنیت، ان کے باپ ابی امیہ سہل بن المغیرہ قریش کے قبیلہ بنی مخزوم سے تھے یہ ابتدائے اسلام میں اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ اور حبشہ کو ہجرت کی۔ سنہ ۳ھ میں ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ سنہ ۴ھ میں رسول کریم نے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ کامل العقل اور صائب الرائے تھیں۔ خلفائے راشدین کے عہد میں فتوے دیتی تھیں۔ رسول کریم کے طرز پر قرآن پڑھتی تھیں۔ (۸۴) برس کی عمر میں سنہ ۶۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۳۷۸) مروی ہیں۔

تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم

ابوالاسود

ظالم بن عمر بن سفیان نام، ابوالاسود کنیت۔ ان کا نسب کنانہ میں رسول کریم سے مل جاتا ہے۔
یہ دیل بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ کی نسل سے ہیں۔ اس لئے ان کا قبیلہ دولی اور دیلی مشہور تھا
ہجرت سے سولہ برس قبل پیدا ہوئے۔ ابوعبیدہ نے لکھا ہے کہ یہ صحابی تھے مگر صحیح یہ ہے کہ حضور کے
دیدار مبارک سے بحالت اسلام مشرف نہیں ہوئے۔ مخضرمین اور کبار تابعین میں سے ہیں
حضرت عمر کے عہد میں مدینہ آئے۔ عمر بن الخطابؓ، علیؓ، ابن عباسؓ، ابوذر وغیرہم صحابہ سے
علم حاصل کیا۔ عمر، عثمان، علی، تینوں خلفا کے عہد میں ممالک کے والی رہے۔ جنگ صفین میں حضرت علی
کے ساتھ تھے۔ محدث، فقیہ، مفسر، ادیب، قاری تھے۔ دانشمند اور حاضر جواب تھے، کفایت شعار
دولتمند تھے۔ علم نحو کے موجد تھے۔ کفایت شعاری کی وجہ سے بخیل مشہور ہو گئے تھے۔ سر سے گنجے
تھے، گندہ دہنی کے مرض میں مبتلا تھے۔ حضرت علی نے ابن عباس کو جب بصرہ کا والی مقرر کیا تو ان کو
میر منشی بنایا مگر دونوں میں موافقت نہیں ہوئی۔ اور انہوں نے ابن عباس کی شکایتیں لکھنا شروع کیں
اسپر حضرت علی و ابن عباس میں خط و کتابت ہوئی۔ آخر ابن عباس ناراض ہو کر مستعفی ہو گئے حضرت
علی نے ابن عباس کی جگہ ابوالاسود کو والی مقرر کیا اور ابوالاسود کی جگہ زیاد بن ابیہ (جو زیاد بن ابی سفیان
مشہور ہے۔ عبیداللہ سپہ سالار لشکر یزید قاتل امام حسین کا باپ) کا تقرر کیا (عبیداللہ بن زیاد ابوالاسود
کا شاگرد تھا)

ابوالاسود اور زیاد میں بھی موافقت نہیں ہوئی۔ زیاد نے ان کی شکایتیں حضرت علی کو لکھیں۔
لیکن حضرت علی نے ایک نہ سُنی۔ جب ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے زیاد کی ہجو لکھی جواب تک موجود ہے
ان کو حکومت کرتے ہوئے ایک ہی سال ہوا تھا کہ حضرت علی شہید ہو گئے۔ حضرت امام حسن نے ان کو
بدستور قایم رکھا۔ جب امیر معاویہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے کچھ دنوں تک ان کو بحال رکھا پھر بسر بن
ارطاۃ کو گورنر بصرہ مقرر کیا۔ ابوالاسود نے ۶۹ھ میں وفات پائی۔ ان کو حضرت عمر نے قرآن پر
اعراب لگانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے عرصہ کے بعد اعراب بصورت نقاط قایم کئے اور اس کے
متعلق ایک رسالہ لکھا اور حضرت علی کے حکم سے قواعد نحو مدون کئے اور ایک رسالہ لکھا۔

خلیفہ عبد الملک بن مروان

مروان بن الحکم کا بیٹا تھا۔ ۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اکیس سال کی عمر میں ۶۵ھ میں تخت نشین ہوا اس کے افسر فوج مشہور ظالم و ادیب و قاری حجاج بن یوسف نے مکہ پر چڑھائی کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر صحابی کو ۷۳ھ میں شہید کر دیا۔

عبد الملک نے مدتوں تک مسجد نبوی میں عوام کی طرح تحصیل علم کی۔ یہ بہت بڑا ادیب و فقیہ تھا اس نے حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط لگائے جائیں مگر یہ کام اس کے عہد میں نہ ہو سکا۔ اس کے عہد میں سلطنت بنی اُمیہ کو استحکام اور ترقی ہوئی۔ ۸۶ھ میں وفات پائی۔

نصر بن عاصم لیثی

ابوالاسود کے شاگرد تھے۔ قراء جماعت حجاج بن یوسف میں ہیں۔ انہوں نے یحییٰ بن یعمر کے ساتھ اپنے اُستاد کے ایجاد کردہ نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کیں۔ ۹۰ھ میں وفات پائی۔

سعید بن جبیر

ابن مسعودؓ، ابن عباس، ابن عمر و عدی بن حاتم طائی کے شاگرد تھے۔ خلیفہ عبد الملک ابن مروان کی فرمائش سے انہوں نے تفسیر لکھی تھی۔ عطاء بن ابی رباح ان کے شاگرد تھے۔ حضرت ابن عباس کے پاس کوئی استفتا لیکر جاتا تو فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید نہیں ہے۔ پچاس برس کی عمر تھی کہ حجاج بن یوسف نے ۹۵ھ میں شہید کیا۔

خلیفہ ولید بن عبد الملک

اپنے باپ کے بعد ۸۶ھ میں تخت نشین ہوا۔ اس کے وقت میں بہت سے ممالک فتح ہوئے ترکستان کا کچھ حصہ ہندوستان میں سندھ، اسپین میں اندلس۔ اسی کے عہد میں فتح ہوئے۔ حجاج ابن یوسف کے مظالم اس کے عہد میں اور بھی زیادہ ہو گئے تھے۔ حجاج کے صحابہ پر ظلم کئے۔ تابعین میں سے بزرگوں کو قتل کیا۔ حجاج ۹۵ھ میں مرا۔ خلیفہ ولید نے اپنے باپ کے حکم کی تجدید کی یعنی حجاج کو حکم دیا کہ قرآن مجید پر نقاط وغیرہ لگائے جائیں۔ یہ کام اس کے عہد میں مکمل ہوا۔ اس نے ۹۶ھ میں انتقال کیا۔

عکرمہ

حضرت عبداللہ بن عباس کے مولیٰ اور شاگرد تھے۔ ابن عباس نے ان کو بہت محنت سے تفسیر سکھائی تھی۔ عباس بن مصعب مروزی کا قول ہے کہ ابن عباس کے تلامذہ میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ امام شعبی اور مفسر قرآن قتادہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ سعید بن جبیر اور مجاہد نے بھی ان سے استفادہ کیا تھا۔ عکرمہ جب تک بصرہ میں رہے۔ امام حسن بصری فتوی نہ دیتے تھے۔ ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔

امام حسن بصری

۲۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت انس اور حضرت امام حسن کے شاگرد تھے۔ احنف بن قیس اور قیس بن عباد شاگردان حضرت علی سے بھی استفادہ کیا تھا۔ ان کی والدہ خیرہ نام ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ ایک دن ان کی والدہ کسی کام میں مشغول تھیں۔ یہ شیرخوار تھے رو رہے تھے۔ ام المومنین نے ان کو چپ کرانے کیلئے پستان مبارک منہ میں دیدی۔ خدا کی شان دودھ نکل آیا۔ یہ پی گئے۔ یہ فضیلت ان کو ایسی حاصل ہوئی کہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ قرآن مجید کے ربع نصف، ثلث مقرر کرنے اور نقاط لگانے کیلئے ان قرار کو حجاج بن یوسف نے مامور کیا تھا ان میں یہ بھی تھے۔ ان کا شمار قراء بدور میں ہے۔ امام مجتہد تھے۔ حمید الطویل ان کے شاگرد تھے۔ ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

امام باقر

محمد نام۔ ابوجعفر کنیت۔ باقر لقب، امام زین العابدین کے صاحبزادے اور امام حسین شہید کربلا کے پوتے تھے۔ بروز جمعہ صفر ۵۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد ماجد اور صحابہ میں ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور ابن عباس کے شاگرد تھے۔ حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر لکھی تھی۔ امام زہری۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے ۱۱۳ھ میں وفات پائی۔

ابن عامر

عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم قراء سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء صحابی اور حضرت معاذ بن جبل صحابی کے شاگرد تھے۔ دمشق کے رہنے والے تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت

میں دمشق کے قاضی تھے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عمرؓ کے
عہد خلافت میں پیدا ہوئے تھے (۹۷) برس کی عمر میں سنہ ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی قراءت
کے دو راوی ہیں۔ ایک ابن ذکوان القرشی الدمشقی سنہ ۲۴۲ھ۔ دوسرے ہشام بن عمار بن نصیر السلمی۔

ابن کثیر

عبد اللہ بن کثیر الداری مولی عمرو بن علقمہ الکنانی۔ مکہ کے رہنے والے تھے۔ حافظ ابن حجر نے
ان کو طبقہ سادسہ میں شمار کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن السائب المخزومی صحابی و مجاہد بن زبیر کے شاگرد
حضرت ابی بن کعب و ایاس مولی حضرت عبد اللہ بن عباس ان کے اساتذہ میں تھے۔ ان کی قراءت
کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو عمر محمد عبد الرحمن مکی مخزومی المعروف قنبل سنہ ۲۸۰ھ۔ دوسرے احمد بن محمد
مکی المعروف بزی۔ بزی اور ابن کثیر کے درمیان دو اور قنبل اور ابن کثیر کے درمیان چار واسطے ہیں
ابن کثیر قراء سبعہ میں سے ہیں سنہ ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

عاصم

عاصم بن ابی النجود قراء سبعہ میں سے ہیں انہوں نے اخذ قراءت ابو عبد الرحمن بن حبیب السلمی
و ابو رویم سے کیا۔ ابو عبد الرحمن حضرت زید بن ثابت و حضرت ابی بن کعب و حضرت عبد اللہ بن مسعود
و حضرت علی کے شاگرد تھے۔ ابو رویم حضرت ابن مسعود۔ حضرت علی، حضرت عثمان کے شاگرد تھے
عاصم کی قراءت سنداً بہت صحیح تسلیم کی جاتی ہے۔ امام اعظم بھی قراءت میں ان کے شاگرد تھے۔ کوفہ میں
سنہ ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی قراءت کے دو راوی ہیں۔ ایک حفص بن سلیمان بن مغیرہ سنہ ۱۸۰ھ
دوسرے ابوبکر بن سالم سنہ ۱۹۳ھ۔

ابو سلیمان یحییٰ بن یعمر عدوانی

حضرت عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و ابو الاسود کے شاگرد تھے۔ قتادہ نے ان سے
روایت کی ہے۔ خراسان کے قاضی تھے۔ انہوں نے نصر بن عاصم کے ساتھ اپنے استاد ابو الاسود کے
نقاط قرآن میں اصلاح کی اور حرکات ایجاد کئے۔ حجاج بن یوسف نے ان کو شہر بدر کر دیا تھا۔
سنہ ۱۲۹ھ میں وفات پائی۔

ابو عمر

ابو عمر ابن العلاء بن العمار - قرائے سبعہ میں سے ہیں - بصرہ کے رہنے والے تھے - ۸۶ برس کی عمر میں بزمانہ خلافت منصور عباسی ۱۵۴ھ یا ۱۵۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی - حافظ ابن حجر نے ان کو طبقہ خامسہ میں شمار کیا ہے - اور یہ سعید بن جبیر اور حسن بصری وغیرہ کے شاگرد تھے۔

اِن سے ابو شعیب صالح بن زیاد بن عبد اللہ مشہور سوسی (سوس ایک موضع ہے) ۱۶۱ھ اور ابو عمر حفص بن عمر دوری (دور بغداد کے قریب ایک موضع ہے) ۲۴۶ھ - ابو عمر کے بوساطت ابو محمد یحیی بن المبارک العدوی راوی ہیں -

حمزہ کوفی

ابو عمارہ بن حبیب الزیات مولی بنی تیم ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۸ھ میں بمقام حلوان وفات پائی - قرائے سبعہ میں سے ہیں یہ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے - اس طرح ان کا ایک سلسلہ حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے اور دوسرا سلسلہ حضرت عبد اللہ بن مسعود پر۔

انہوں نے عاصم و اعمش، اور منصور بن المعتمر وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے - ان کی قرارت کے دو راوی ہیں ایک ابو عیسی خلاد بن خلاد الکوفی الصیرفی ۲۲۰ھ - دوسرے محمد بن خلف معروف بزار ۲۲۹ھ یہ محدث تھے امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے تھے - امام مسلم نے ان سے تخریج کی ہے۔

خلیل بن احمد

ابو عمرو بن العلاء (شاگرد نصر بن عاصم) کے شاگرد تھے - سیبویہ، نضر بن شمیل، ابو فید مورج علی بن نصر جہضمی ان کے شاگرد تھے - انہوں نے خط نسخ میں اصلاح کی اور ہمزہ اور تشدید وغیرہ ایجاد کئے - ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔

نافع

نافع ابن عبد الرحمن بن ابی نعیم مولی بنی لیث - بعض ان کو دادا کی نسبت سے ابی نعیم بھی لکھتے ہیں - ان کی کنیتیں چار مشہور ہیں - ابو رویم - ابو عبد اللہ - ابو عبد الرحمن - ابو الحسن - تبع تابعین میں سے تھے

اصل ان کی اصفہان سے ہے مگر مدینہ میں رہتے تھے۔ خلیفہ ہادی عباسی کے عہد میں سنہ ۱۶۷ھ یا سنہ ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ قرا سبعہ میں سے ہیں۔ انہوں نے ستر قرا تابعین سے اخذ قرات کیا۔ ابوجعفر یزید ابن قعقاع مولی مخزومی، ابو داؤد عبد الرحمن بن ہرمز الاعرج، شیبہ بن النصاح مدنی۔ ابو عبد اللہ مسلم بھی ان کے اساتذہ میں سے ہیں۔ یہ سب شاگرد تھے ابن ابی ربیعہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس کے اور یہ دونوں شاگرد تھے حضرت ابی بن کعب کے۔ حافظ ابن حجر نے ان کو تقریب التہذیب میں طبقہ سابعہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی قرات کے دو راوی ہیں۔ ایک عثمان بن سعید المعروف ورش سنہ ۱۹۷ھ دوسرے قالون سنہ ۲۲۶ھ۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ازروئے سند نافع اور عاصم کی قرات اصح ہے۔

رجال قرن ثانی
(سنہ ۱۷۱ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک)

ضحاک بن عجلان

مشہور کاتب اور مصلح خط تھا۔ قرآن مجید کثرت سے لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ ابوالعباس سفاح کے عہد میں تھا۔ سنہ ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔

کسائی

ابوالحسن علی بن حمزہ بن عبد اللہ بن بہمن قرا سبعہ میں سے ہیں۔ ابو عمارہ حمزہ کے شاگرد تھے .... خلیفہ ہارون رشید کے مصاحب تھے۔ اور استاد بھی تھے۔ علم قرات، علم نحو، علم ادب، علم خط ان چاروں علوم کے امام تھے۔ انہوں نے خط حیری سے خط کوفی ایجاد کیا۔ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ابوعمرو کسائی کی قرات تمام قراتوں میں زیادہ فصیح ہے۔ سنہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

ان کی قرات کے دو راوی ہیں۔ ایک ابو عمر حفص معروف دوری، دوسرے ابوالحارث بن خالد البغدادی۔

امام ابوبکر

سنہ ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۱۹۳ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ امام احمد بن حنبل و شیخ ابن مبارک نے ان کی بہت تعریف کی ہے۔ انہوں نے اپنی عمر میں چوبیس ہزار بار قرآن ختم کیا۔

نضر بن شمیل

خلیل بن احمد کے شاگرد تھے۔ ابوعبیدہ قاسم بن سلام ان کے شاگرد تھے۔ کتاب القرآن کتاب المدخل کتاب المعانی وغیرہ ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔

لفریابی

محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضبی نام۔ یونس ابن ابی اسحاق کے شاگرد تھے۔ امام احمد بن حنبل اور امام بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی تفسیر کا نام تفسیر الفریابی ہے سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

رجال قرن ثالث

شیخ ابن راہویہ

اسحاق ابن ابراہیم نام۔ شیخ فضیل بن عیاض و شیخ فضل بن دکین کے شاگرد تھے۔ شیخ عبداللہ بن مبارک سے بھی روایت کرتے تھے۔ شیخ یحییٰ بن معین نے ان سے روایت کی ہے۔ امام بخاری انکے شاگرد تھے۔ (۷۷) سال کی عمر میں سنہ ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔

امام احمد بن حنبل

سنہ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن، امام زفر، امام شافعی کے شاگرد تھے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مسند ضخیم و مشہور ہے۔ اسمیں پچاس ہزار حدیثیں ہیں۔ سنہ ۲۱۲ھ میں خلیفہ کا عقیدہ ہوا کہ قرآن مخلوق ہے۔ اسپر محدثین و علما سے جواب لیا گیا۔ خلاف رائے ظاہر کرنے والوں میں سے بعض قتل کئے گئے۔ بعض کو اور سزائیں دی گئیں۔ اس سلسلہ میں امام صاحب قید ہوئے اور مصائب میں مبتلا ہوئے۔ سنہ ۲۴۱ھ میں امام صاحب نے وفات پائی۔

امام بخاری

محمد بن اسمعیل نام۔ ابوعبداللہ کنیت۔ امیر المؤمنین فی الحدیث و ناصر الاحادیث النبویہ

وناشر المواریث المحمدیہ لقب، سنہ ۱۹۴ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔ ان کی کتاب صحیح بخاری صحاح ستہ میں اوّل درجہ کی کتاب ہے۔ سنہ ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

رجال عہد اختلافی

(سنہ ۲۶۱ھ سے سنہ ۳۱۰ھ تک)

امام ابن ماجہ

ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی سنہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی کے شاگرد تھے ان کی کتاب سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے۔ کثیر التصانیف، صاحب تفسیر ہیں۔ ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔

امام ابن جریر طبری

ابوجعفر ابن جریر نام۔ سنہ ۲۲۴ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ اسمٰعیل بن موسیٰ سدی سے روایت کرتے تھے۔ ان سے طبرانی نے روایت کی ہے۔ مجتہد صاحب مذہب تھے۔ ان کا مذہب سنہ ۴۵۰ھ تک چل کر معدوم ہوگیا۔ کثیر التصانیف مشہور مورخ ومفسر ہیں۔ سنہ ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔

ایک ابن جریر طبری فرقہ کرامیہ میں بھی گذرا ہے۔ وہ بھی صاحب تفسیر وتاریخ ہے۔ دونوں میں صرف سنین ولادت ووفات میں فرق ہے۔ بعض لوگ اس ابن جریر کے اقوال امام ابن جریر کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام ابن جریر کا مقلد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ابن جریر کرامیہ کا پیرو ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

رجال قرون ثلاثہ کے بعد

(سنہ ۳۱۱ھ سے سنہ ۱۳۵۷ ہجری تک)

اسحاق

ابوالحسین اسحاق بن ابراہیم تیمی مشہور کاتب تھا۔ اس نے رسم الخط پر ایک کتاب تحفۃ الموافق نام تصنیف کی تھی۔ قرآن لکھا کرتا تھا۔ خلیفہ المقتدر باللہ کے عہد میں تھا۔ جس نے سنہ ۳۱۹ھ تک حکومت کی

ابن مقلہ

ابو علی محمد بن علی بن الحسین بن مقلہ۔ خلیفہ القاہر باللہ عباسی کا وزیر تھا۔ اس نے خط حیری سے خط نسخ ایجاد کیا۔ اور پھر خط نسخ سے پانچ خط اور نکالے۔ خط محقق۔ خط ریحان۔ خط ثلث خط توقیع خط رقاع۔ اس کے عہد سے قرآن کی کتابت خط نسخ میں ہونے لگی۔ سنہ ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

ابن بواب

ہلال نام۔ ایک شخص امیر بویہ کے دروازے پر چوکیدار تھا۔ جس کو عربی میں بواب کہتے ہیں۔ اُس کے بیٹے ابوالحسین علی بن ہلال بواب نے محمد بن اسد اور سمسانی تلامذہ ابن مقلہ سے فن کتابت سیکھا اور ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خط نسخ کی اصلاح و تزئین کی۔ یہ قرآن مجید کے مشہور کاتبوں میں سے تھا۔ سنہ ۴۲۳ھ میں وفات پائی۔

علامہ دانی

ابو عمر عثمان ابن سعید الدانی نام۔ معروف ابن صیرفی۔ سنہ ۳۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کے متعلق ان کی متعدد محققانہ تصانیف ہیں۔ سنہ ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔

سجاوندی

ابو عبداللہ محمد بن محمد بن طیفور سجاوندی (سجاوند غزنی کے قریب بخارا کے راستہ میں ایک ضلع ہے) علامہ عصر و کثیر التصانیف تھے۔ علامات رموز و اوقاف و رکوع وغیرہ ان کی ایجاد ہیں۔ آخر صدی ششم میں وفات پائی۔ بعض علما نے رموز و اوقاف کے متعلق لکھا ہے کہ علماء غزنی کی ایجاد ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ علماء ماوراء النہر کی ایجاد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ سجاوندی کی ایجاد ہیں۔ لکھنے والوں نے مشہور مقام کا نام لکھا ہے اور یہ علاقہ ماوراء النہر بھی ہے۔

فخر الکتّاب

عماد جوینی نام۔ سلطان صلاح الدین کا کاتب تھا۔ کتاب خریدہ اسکی تصنیف ہے، قرآن کا کاتب تھا۔ سنہ ۵۸۴ھ میں وفات پائی۔ فخر الکتاب خطاب تھا۔

یاقوت رقم اوّل

آمین الدّولہ ابو ذر ابن عبد اللہ الملکی الموصلی نام - یہ ملک شاہ سلجوقی کا کاتب تھا - قرآن لکھتا تھا
سنہ ۶۱۸ھ میں وفات پائی

یاقوت رقم ثانی

ابن عبد اللہ رومی الحموی - قرآن کا مشہور کاتب تھا - سنہ ۶۲۶ھ میں وفات پائی -

قاضی بیضاوی

ابو سعید ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی نام - شافعی المذہب تھے - شیراز کے قاضی تھے -
آخر عمر میں ترک منصب کر کے شیخ محمد بن محمد کھتائی کی خدمت میں رہے - شیخ کے ایما سے تفسیر لکھی - ان کی تفسیر
مشہور و مقبول ہے - سنہ ۶۹۲ھ میں وفات پائی -

یاقوت رقم ثالث

ابو المجد خواجہ عماد الدین رومی - قرآن کا کاتب، فن کتابت کا امام تھا - خلیفہ مستعصم باللہ کا
درباری تھا - سنہ ۶۹۸ھ میں وفات پائی - اس کا لکھا ہوا قرآن نوابزادہ سعید الظفر خان آف بھوپال کے
کتب خانہ میں ہے - اس نے خط قیرا موز سے خط نستعلیق ایجاد کیا -

امام سیوطی

عبد الرحمن بن ابو بکر کمال بن محمد بن سابق الدین بن عثمان نام - ابو الفضل کنیت، جلال الدین لقب
موضع سیوط (علاقہ مصر) کے باشندے تھے - سنہ ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے - شیخ الاسلام علم الدین بلقینی،
شیخ تقی الدین شمنی، شیخ محی الدین کافیجی سے علم حاصل کیا - ان کے والد ان کو بخیال برکت ایک مرتبہ
حافظ ابن حجر عسقلانی کے درس میں لیگئے تھے - اسوقت یہ تین برس کے تھے - اس لئے بعض نے ان کو حافظ
کا شاگرد لکھدیا ہے - ان کی کل تصانیف کی تعداد پانسو ہے ان میں سے (۸۹) کتابیں فن حدیث میں ہیں
سنہ ۹۱۱ھ میں وفات پائی - ائمہ و علما نے ان کو حاطب اللیل (اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والا) لکھا ہے
اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بغیر کسی امتیاز اور جانچ کے جو حدیث بھی سنی لکھدی - ان کی کتابوں میں

ضعیف، مضطرب وغیرہ اقسام کی حدیثیں بہت ہیں۔ لیکن سب کچھ جمع کر گئے۔
میں کہتا ہوں کہ اس امر میں سیوطی کے ساتھ علما نے انصاف نہیں کیا۔ یہ خطاب ان کے لئے جب مناسب و موزوں تھا کہ اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا ہوتا کہ میں نے جس قدر حدیثیں لکھی ہیں سب قابل قبول کی ہیں اور شیخین کی شرائط پر ہیں۔ اور میری نظر سے شیخ کا ایسا دعویٰ نہیں گذرا۔ اس لئے شیخ کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ جو کچھ مناسب لکھدیا اور تحقیق کو آیندہ آنے والوں پر چھوڑ دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو احادیث میں جعل کا سلسلہ آج تک بھی ختم نہ ہوتا۔ اور خدا جانے کس کس قسم کی روایتیں گڑھی جاتیں اور ان روایتوں میں بھی کیا کیا تغیرات ہو جاتے۔ اسی وجہ سے شیخ ابوالحسن بکری نے فرمایا ہے کہ سیوطی کا تمام عالم پر احسان ہے (تاریخ الحدیث ط۱۱۱) ان کی تصانیف میں اتقان و درمنثور وغیرہ زیادہ مشہور ہیں

قبلۃ الکتاب

مرزا سلطان علی مشہدی نام۔ میر علی تبریزی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ قبلۃ الکتاب خطاب تھا۔ بابر بادشاہ نے اپنی تزک میں ان کی تعریف کی ہے۔ سنہ ۹۲۲ھ میں وفات پائی۔

میر علی ہروی

مرزا سلطان علی کے شاگرد تھے۔ قرآن کے کاتب تھے۔ شاعر بھی تھے مجنون تخلص تھا شیعہ مذہب تھے۔ صاحب تصنیف تھے۔ قرآن لکھنے کے شایق تھے۔ ان کی تصانیف لندن اور کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہیں۔ سلاطین بخارا کے دربار میں تھے۔ سنہ ۹۵۹ھ میں وفات پائی۔

شعبان

شیخ زین الدین شعبان بن محمد بن داؤد الآثاری۔ یہ مصر سے مکہ معظمہ اور یمن گئے پھر ہندوستان آئے۔ قرآن لکھتے تھے۔ غالباً دسویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

شیخ علی قاری

نورالدین علی بن محمد سلطان القاری الہروی نام۔ تصانیف میں یہ امام سیوطی سے کچھ ہی کم ہیں۔ اور ہر علم و فن پر ان کی تصانیف ہیں۔ سنہ ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔

میر عماد قزوینی

فن نستعلیق کے امام فن تھے۔ شاہ ایران عباس صفوی کے درباری تھے۔ بادشاہ نے ان سے شاہنامہ لکھنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے ستر اشعار لکھکر پیش کئے۔ بادشاہ نے ستر توقان (ایران کا چاندی کا سکہ) انعام دیا۔ میر صاحب نے خلاف شان سمجھ کر واپس کر دیا۔ بادشاہ نے غضبناک ہوکر سنہ ۱۰۲۴ھ میں ان کو قتل کرا دیا۔ جب یہ خبر ہندوستان پہنچی تو شہنشاہ جہانگیر نے رو کر کہا کہ اگر عباس انکو میرے پاس بھیجدیتا تو میں اُن کو ان کے ہموزن سونا دیتا۔ یہ بھی قرآن لکھا کرتے تھے۔

شاہ ولی اللہ

دہلی وطن تھا۔ شاہ عبد الرحیم کے صاحبزادے۔ محدث تھے، مفسر تھے، فقیہ تھے، قاری تھے سرحلقہ سلاسل طریقت تھے۔ قرآن اور علوم دینیہ کی ظاہری و باطنی عظیم الشان خدمات آپ نے اور آپکے صاحبزادوں شاہ عبد العزیز (سنہ ۱۲۳۹ھ) شاہ رفیع الدین (سنہ ۱۲۳۳ھ) شاہ عبد القادر (سنہ ۱۲۳۰ھ) اور آپکے دیگر اعزاء اور اہل خاندان نے جنمیں سے ہر ایک امام وقت تھا۔ انجام دی ہیں۔ آپ کی اور آپ کے صاحبزادوں کی ہر علم و فن پر تصانیف ہیں۔ جو نہایت محققانہ ہیں اور کثیر التعداد ہیں۔ آپ کی تصانیف عرب و مصر میں بھی مقبول ہوئی ہیں۔ ہندوستان میں علم دین کے تقریباً تمام سلاسل آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہیں۔ سنہ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔

آپ کے صاحبزادگان کے تلامذہ میں شاہ عبد الغنی مجددی عمری مہاجر مدنی (سنہ ۱۲۹۶ھ) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (سنہ ۱۲۲۵ھ) نواب قطب الدین خان (سنہ ۱۲۸۹ھ) حاملان علم و عمل تھے۔

قاری کرم اللہ

اصل باشندہ امروہہ کے تھے۔ دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ فن قراءت کے امام تھے۔ محدث تھے۔ سلسلہ طریقت میں شاہ غلام نقشبندی کے خلیفہ تھے۔ سنہ ۱۲۸۵ھ میں وفات پائی۔

قاری کرم اللہ عن شاہ عبد المجید دہلوی عن قاری غلام مصطفےٰ تھانیسری عن قاری عبد الملک ابن نواب حبش خان عن قاری محمد فاضل عن شیخ عبد الخالق منوفی عن شیخ شمس الدین محمد ابن اسماعیل ازہری المصری عن شیخ عبد الرحمن بن شیخ شحاذہ عن شہاب الدین احمد بن شیخ سنباطی عن شیخ شحاذہ یمنی (شیخ کا سلسلہ اس کتاب میں لکھا جا چکا ہے)

قاری سیّد امام الدین

امروہہ کے رہنے والے تھے۔ قاری کرم اللہ کے شاگرد تھے۔ ۱۲۶۵ھ میں وفات پائی۔
قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی ان کے خاص شاگرد تھے۔ راقم سطور کے خاندان کے ایک بزرگ حافظ احمد حسن بن قاضی جمال الدین (المتوفی ۱۸۹۷ء) انکے شاگرد تھے انہوں نے قرارت سبعہ مکرره متواتره بقاعدۂ جمع الجمع مع الضبط کی تحصیل کی تھی۔
محدث پانی پتی کے ایک شاگرد ان کے ہمنام قاری عبدالرحمن اعمٰی تھے۔ اُن کے شاگرد مولوی لقاء اللہ پانی پتی موجود ہیں۔ ایک مخلص قومی کارکن ہیں۔ وجیہ و شکیل ہیں۔ ساٹھ برس کا سن ہے مگر اب بھی سینکڑوں میں ایک ہیں ؎

ازنقش ونگار درو دیوار شکستہ　　آثار پدیدست صنادید عجم را

حضرت محدث پانی پتی سے والد ماجد کے برادر عم زاد حافظ حاجی محمد ابراہیم ڈپٹی کلکٹر سیوہاروی اور والد ماجد کے برادر خالہ زاد حافظ احمد علی بن قاضی بنیاد علی سیوہاروی نے بھی استفادہ کیا تھا۔
حافظ احمد حسن سے استفادہ کیا والد ماجد کے ماموں زاد بھائی حافظ قاضی وقار علی نہٹوری مرحوم نے اور راقم سطور کے پھوپا حافظ قاضی نجم الہدیٰ نگینوی مرحوم نے اور عم مکرم حافظ حاجی نورالحسن مدظلہٗ نے (عم مکرم سے بعض سورتوں کی مشق راقم سطور نے بھی ہے)
حافظ نجم الہدیٰ سے بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی اُن کے فرزند اکبر آنریبل حافظ محمد ابراہیم بی اے ایل ایل بی علیگ سابق وزیر صوبہ یوپی نے۔

طنطاوی

علامہ طنطاوی جوہری قاہرہ مصر کے باشندے تھے۔ اس عہد میں عالم اسلام کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کثیر التصانیف تھے۔ ان کی تفسیر الجواہر نام (۲۵) جلدوں میں ہے۔ عجیب و غریب تفسیر ہے۔ اردو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شروع ہوا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں وفات پائی۔
راقم سطور نے حضرت مرحوم سے تقریباً دو سال تک استفادہ کیا ہے۔ دور حاضر کے دیگر بزرگوں کا تذکرہ متفرق طور پر اس کتاب میں آچکا ہے۔

الباب الخامس فی شہادۃ الاقوام

علےٰ

فضل القرآن والنبیؐ والاسلام

اس باب میں غیر مسلم محققین و مؤرخین اور فضلا کی رائیں جمع کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی رائیں تھیں۔ جنکو میں نے بخوف طوالت چھوڑ دیا ہے۔ ہر مذہب کے فضلا کی رائیں درج ہیں۔ بعض فضلا کی رائیں کئی کئی جگہ درج ہیں اس لئے کہ اُنہوں نے مختلف اوقات یا مختلف مضامین اور تصانیف میں جُدا جُدا رائیں ظاہر کی ہیں۔

چونکہ رسول کریم۔ قرآن مجید، اسلام اور شریعت ان چاروں کے متعلق علیحدہ علیحدہ رائیں نقل کی ہیں اسلئے بعض فضلا کے مضامین سے جو فقرات جس مضمون کے متعلق تھے اُسی موقع پر درج کئے گئے ہیں سے

خوشتر آن باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

قرآن کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

ڈاکٹر وکٹر عمانوئیل ڈبوس

"اس کتاب (قرآن) کی مدد سے عربوں نے سکندر اعظم کی اور رومیوں کی سلطنتوں سے بڑی دنیا فتح کرلی۔ فتوحات کا جو کام رومیوں سے سینکڑوں برس میں ہوا تھا۔ عربوں نے اُسے دسویں حصہ وقت میں انجام پر پہونچایا۔ اسی قرآن کی مدد سے سامی اقوام میں صرف عرب ہی یورپ میں شاہانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ جہاں اہل فنیشیا بطور تاجروں کے اور یہودی لوگ پناہ گزینوں اور اسیروں کی حالت میں پہونچے۔ اِن عربوں نے بنی نوع انسان کو روشنی دکھلائی۔ جبکہ چاروں طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی ان عربوں نے یونان کی عقل و دانش کو زندہ کیا اور مغرب و مشرق کو فلسفہ طب اور علم ہئیت کی تعلیم دی اور موجودہ سائنس کے جنم لینے میں انہوں نے حصہ لیا۔" (رسالہ پیشوا دہلی جنوری ۱۹۳۲ء)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن میں ایک نہایت گہری سچائی ہے۔ جو اُن الفاظ میں بیان کی گئی ہے جو باوجود مختصر ہونے

قوی اور صحیح رہنمائی اور الہامی حکمتوں سے مملو ہیں"۔ (دیباچہ قرآن)

ڈاکٹر راڈویل

قرآن نے اوّل تو جزیرہ نما عرب کے مختلف صحرائی قبیلوں کو ایک مشاہیر کی قوم میں تبدیل کر دیا اس کے بعد اُس نے اسلامی دنیا کی وہ عظیم الشان سیاسی و مذہبی جمعیتیں قائم کیں جو آج یورپ اور مشرق کے لئے ایک بڑی طاقت کا درجہ رکھتی ہیں۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس جدید علمی اور فلسفی تحریک کا آغاز کرنے والا ہے جس نے ازمنہ وسطیٰ میں بہترین دل و دماغ رکھنے والے یہودی اور عیسائیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ تحقیقات سے یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ یورپ میں علم کے دور جدید سے کئی صدیوں پیشتر یورپ کے علماء فلسفہ، ہندسہ، ہیئت اور دیگر علوم کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ تقریباً سب کا سب اصلی عربی کتابوں کی لاطینی ترجموں کے ذریعہ انہیں حاصل ہوا تھا۔ قرآن ہی نے شروع میں کتابتاً ان علوم کے حاصل کرنے کا ذوق شوق عربوں اور ان کے دوستوں میں پیدا کیا تھا (حوالہ مذکور)

یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا جو تخیّل بلحاظ صفات قدرت، علم، عام ربوبیت اور وحدانیت کے قرآن میں موجود ہے۔ اس بنا پر قرآن بہترین تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ قرآن نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کے ذریعہ سے زبردست اقوام اور فتوحات کرنے والی سلطنتیں بن سکتی ہیں۔ اسکی تعلیم میں وہ اصول موجود ہیں جو عملی قوتوں کا سرچشمہ ہیں۔ (حوالہ مذکور)

یہ (قرآن) تحریف سے پاک ہے (حوالہ مذکور)

"قرآن ایک عام مذہبی، تمدنی، ملکی، تجارتی، دیوانی، فوجداری وغیرہ کا ضابطہ ہے اور ہر ایک امر پر حاوی ہے۔ مذہبی عبادات سے لیکر رات دن کے کاروبار، روحانی نجات سے لیکر جسمانی صحت جماعت کے حقوق سے لیکر حقوق افراد، اخلاق سے جرائم اور دنیوی سزا سے دینی سزا و جزا وغیرہ تک کے عام احکام قرآن میں موجود ہیں اسمیں سیاسی اصول بھی ہیں جن کی بنا پر حکومت کی بنیاد پڑی۔ اور انہیں سے ملکی قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ اور روزمرہ کے مقدمات جانی و مالی کا فیصلہ کیا جاتا ہے قرآن ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے۔ اسکی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں" (سٹر [illegible] آف دی ورلڈ)

"منجملہ اور بہت سی خوبیوں کے جن پر قرآن فخر کر سکتا ہے دو نہایت ہی عیاں ہیں ایک تو وہ مودبانہ انداز اور عظمت جس کو قرآن خدا کا ذکر یا اشارہ کرتے ہوئے ہمیشہ مدنظر رکھتا ہے کہ وہ خدا سے خواہشات رذیلہ اور انسانی جذبات کو منسوب نہیں کرتا۔ اور دوسری خوبی یہ ہے کہ وہ تمام نا مہذب

ناشائستہ خیالات، حکایات اور بیانات سے بالکل منزہ ہے جو بدقسمتی سے یہودیوں کے صحائف میں عام ہیں قرآن تمام قابل انکار عیوب سے بالکل مبّرا ہے۔ اس پر خفیف سے خفیف حرف گیری بھی نہیں ہو سکتی۔ اس کو شروع سے آخیر تک پڑھ جاؤ مگر تہذیب کے رخساروں پر ذرا بھی جھیپ کے آثار نہیں پائے جائیں گے۔ (جان ڈیون پورٹ)

جان ڈیون پورٹ

" حضرت مسیح کے بعد دنیا کی اخلاقی حالت تباہ ہو گئی تھی۔ ہر طرف جہالت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ ہر سمت بے چینی اور بدامنی کے شرارے بلند تھے۔ پتھروں کو قابل پرستش سمجھا جاتا تھا اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں حضرت محمدؐ پیدا ہوئے اور ۶۱۱ء میں اُنہوں نے قرآن کی اشاعت کی۔ یہ ایک آسان اور عام فہم مذہبی قانون ہے۔ جس میں انسانی زندگی کی اصلاح کیلئے سب کچھ موجود ہے۔ اسکی ایک امتیازی شان یہ ہے کہ اسکی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق ہیں۔ اس مذہبی قانون نے ایک طرف روح کی اصلاح کیلئے ہدایت کی ہے اور دوسری طرف دنیوی ترقی کے بیش بہا اصول تعلیم کئے ہیں۔" (دی گریٹ ٹیچر)

جرمن فلاسفر و شاعر گوئٹے

" قرآن کی یہ حالت ہے کہ اسکی دلفریبی بتدریج فریفتہ کرتی ہے۔ پھر متعجب کرتی ہے اور آخر ش ایک رقت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے۔ اسی طرح یہ کتاب تمام زمانوں میں اثر کرتی رہے گی" (مولوی رمضان ۱۳۵۲ھ)

ڈاکٹر لڈولف کریل

" قرآن میں عقائد اخلاق و عقائد اور ان کی بنا پر قانون کا مکمل مجموعہ موجود ہے۔"

ڈاکٹر ہٹلر

" اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو تمدن کا جھنڈا اڑاتا ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ انسان جو نہ جانتا ہو اسکو سیکھے۔ جو حکم دیتا ہے کہ استقلال، استقامت، عزت نفس نہایت لازمی ہیں۔ اسکی خصوصیات میں شائستگی اور تمدن کی سب سے بڑی بنیاد ہے (ادب العرب)

موسیو سیدیو

وہ آداب و اصول جو فلسفہ حکمت پر قائم ہیں جنکی بنیاد عدل و انصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور انصاف کی تعلیم دیتے ہیں انمیں سے ایک جز بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہو۔ وہ اعتدال اور میانہ روی کا راستہ سکھاتا ہے۔ گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتا ہے

اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے (ادب العرب)

برٹش انسائیکلوپیڈیا

"قرآن کے احکام مطابق عقل و حکمت واقع ہوئے ہیں۔ کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے کفیل ہو سکتے ہیں۔"

مسٹر کارلایل

"میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے، یہ کتاب سب سے اوّل اور سب سے آخر جو جو خوبیاں بیان ہو سکتی ہیں۔ اپنے میں رکھتی ہے بلکہ در اصل ہر قسم کی توصیف صرف اُسی سے ہو سکتی ہے۔"

سر ولیم میور

"ہم نہایت قوی قیاس سے کہتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت محمد کی غیر محرف اور صحیح الفاظ ہیں (لایف آف محمد) یہ تو ضرور ماننا پڑے گا کہ قرآن جیسا محمدؐ نے بیان کیا وہی کا وہی ہے اور اسمیں توریت اور انجیل کی طرح تحریف نہیں ہوئی" (دیباچہ قرآن الگزینڈر)

کوئی کتاب بارہ سو برس سے ایسی نہیں کہ اسکی عبارت اتنی مدت مدید تک خالص ہی ہو (لائف آف محمد)

مسٹر اسٹین لی لین پول

قرآن کو حضرت محمدؐ نے ایسے نازک وقت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جبکہ ہر طرف تاریکی اور جہالت کی عکمرانی تھی۔ اخلاق انسانی کا جنازہ نکل چکا تھا۔ بت پرستی کا ہر طرف زور تھا۔ قرآن نے ان تمام گمراہیوں کو مٹایا جن کو دنیا پر چھائے ہوئے مسلسل چھ صدیاں گذر چکی تھیں۔ قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی، اصول مدنیت و علوم حقائق سکھلائے۔ ظالموں کو رحم دل اور وحشیوں کو پرہیز گار بنایا۔ اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے۔ اور دنیا کے باشندے برائے نام انسان رہجاتے (گائیڈنس آف ہولی قرآن)

کاؤنٹ ٹالسٹائی

یہ کتاب (قرآن) عالم انسانی کے لئے ایک بہترین راہبر ہے اسمیں تہذیب ہے، شائستگی ہے، تمدن ہے۔ معاشرت ہے، اور اخلاق کی اصلاح کیلئے ہدایت ہے اگر صرف یہ کتاب دنیا کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان فائدوں کے ساتھ ہی جب ہم اسبات پر غور کرتے ہیں کہ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی تھی جبکہ ہر طرف

آتش فساد کے شرارے بلند تھے۔ خوں خواری اور ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی۔ اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کتاب نے ان تمام گمراہیوں کا خاتمہ کیا (دی لائٹ آف ریلیجن)

مسٹر طاس کارلایل

قرآن ایک آسان اور عام فہم مذہبی کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش کی گئی جبکہ طرح طرح کی گمراہیاں مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ انسانیت، شرافت تہذیب و تمدن کا نام مٹ چکا تھا۔ ہر طرف بے حسی اور بدامنی نظر آتی تھی اور نفس پروری کی ظلمتوں کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن و سکون اور محبت کے جذبات پیدا کئے۔ بےحیائی کی ظلمتیں کافور ہوگئیں اور ظلم و ستم کا بازار سرد پڑ گیا۔ ہزاروں گمراہ راہ راست پر آ گئے اور بے شمار وحشی شائستہ بن گئے۔ اس کتاب نے دنیا کی کایا پلٹ دی، اس نے جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحم دل اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا (دی پاپولر ریلیجن آف دی ورلڈ)

پروفیسر ہربرٹ وایل

قرآن جو اخلاقی ہدایتوں اور دانائی کی باتوں سے بھرا ہوا ہے ایسے وقت میں دنیا کے سامنے پیش ہوا جبکہ ہر طرف جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ زمین پر کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو اور کوئی جماعت ایسی نہ تھی جو سیدھے راستہ پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کی زبردست اصلاح کی اور وحشیوں کو انسان کامل بنا دیا۔ جن اشخاص نے اس کے مضامین پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے۔ انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے۔ ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اسکی تعلیمات رہنمائی نہ کرتی ہوں۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر اسکی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجھدار آدمی بیک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ان اخلاق کو لے لیجئے جو شرف انسانیت ہیں مثلاً امتیازی پرہیزگاری، رحم و کرم، عفت و عصمت تو قرآن میں یہ سب ہدایتیں موجود ہیں اور اگر ان اخلاق کو لیجئے جن کا تعلق دنیاوی ترقی سے ہے مثلاً محبت و شفقت، عزم و استقلال، جرأت و شجاعت تو ان ہدایتوں سے بھی قرآن معمور ہے بہرکیف وہ ایک حیرت انگیز قانون ہدایت ہے (لکچر ان اسلام)

ڈاکٹر فرک مورخ جرمنی

"قرآن کی عبارت کیسی فصیح و بلیغ اور مضامین کیسے عالی و لطیف ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ناصح امین نصیحت کر رہا ہے اور ایک حکیم فلسفی حکمت الٰہی بیان کر رہا ہے۔"

ڈاکٹر سیل

قرآن انتہائی لطیف و پاکیزہ زبان میں ہے۔ اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی انسان اس کی مثل نہیں لاسکتا۔ یہ لازوال معجزہ ہے جو مردہ زندہ کرنے سے بہتر ہے۔

ڈاکٹر موریس فرانسیس

یہ کتاب (قرآن) تمام آسمانی کتابوں پر فایق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں طیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ خدا کی عظمت سے اس کا حرف حرف لبریز ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب، شائقین علم لغت کے لئے ذخیرۂ لغات، شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ اور شرائع و قوانین کا عام انسائیکلوپیڈیا ہے۔ ان کی یہ کتاب ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی فصاحت و بلاغت انہیں سارے جہان سے بے نیاز کئے ہوئے ہے یہ بات واقعی ہے اور اسکی واقعیت کی بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشاپردازوں اور شاعروں کے سر اس کتاب کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اسکے عجائبات روز بروز نئے نئے نکلتے ہیں۔ اور اسکے اسرار کبھی ختم نہیں ہوتے۔
(لاہاہول)

نیرایسٹ لندن

قرآن ایک محیر العقول معجزنما صحیفہ ہے (اپریل ۱۹۲۲ء)

ایک مسیحی نامہ نگار

مسلمان جب قرآن و حدیث پر غور کرے گا تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج پائیگا۔
(معجزات اسلام ص۳۵ بحوالہ مصری اخبار وطن)

ڈاکٹر سموئیل جانسن

قرآن کے مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانے کیلئے اسقدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں۔ اور وہ محلوں، ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا پھرتا ہے۔

ڈاکٹر آرنلڈ

اخلاقی احکام جو قرآن میں ہیں اپنی جگہ پر کامل ہیں۔ (پریچنگ آف اسلام)

ڈاکٹر گاڈفری ہگنس

قرآن میں یہ عجیب خوبی ہے کہ وہ غریبوں کا دوست اور غمخوار ہے۔ (میزان التحقیق ص۶۳)

ڈاکٹر لیبان

" قرآن کی فصاحت و بلاغت روز نے مسلمان پیدا کر لیتی تھی " (تمدن عرب)

پروفیسر ایڈورڈ مونٹے

قرآن وہ کتاب ہے جس میں مسئلہ توحید ایسی پاکیزگی اور نفاست اور جلال و جبروت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں ۔ (باطل شکن ص۱۳)

پروفیسر ڈیوپورٹ

ہم پر واجب ہے کہ ہم اس امر کا اعتراف کریں کہ علوم طبیہ ، فلکیہ ، فلسفہ ، ریاضیات وغیرہ جو قرن دہم میں یورپ تک پہنچے وہ قرآن سے مقتبس ہیں اور اسلام کی بدولت ہیں (صوت الحجاز ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ)

آنحضرت باوجودیکہ اُمّی تھے ۔ اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے ۔ ایک ہی وقت میں تین عظیم مقاصد یعنی قومیت ، دیانت ، شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی ۔ اس کے علاوہ ایک ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کی جو بلاغت کا ایک زبردست نشان ، شریعت کا ایک واجب العمل دستور اور دین و عبادات کا قابل اذعان فرمان ہے ۔ یہ وہ مقدس کتاب ہے جو اس وقت دنیا کے ½ حصہ میں معتبر اور مسلم سمجھی جاتی ہے ۔ اور اسکی انشاء و حکمت کو معجز نما مانا جاتا ہے (قرآن ایک معجز نما کتاب ہے ۔ حصہ اول ص۳۵ بحوالہ لائف آف محمد الکس لوازن)

ڈاکٹر جے جی بول

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ایک حیرت انگیز کتاب ہے اور گذشتہ سالوں میں میں نے غور سے جو اس کا مطالعہ کیا تو اسکی بلاغت الفاظ کی شان و شوکت اور روانی سے حیران رہ گیا ۔ (حوالہ مذکور ص۳۵)

قرآن کی زبان بلحاظ لغت عرب نہایت فصیح ہے اسکی انشائی خوبیوں نے اسکو اب تک بے مثل و بے نظیر ثابت کیا ہے ۔ اس کے احکام اسقدر مطابق عقل و حکمت ہیں کہ اگر انسان انہیں چشم بصیرت سے دیکھے تو وہ ایک پاکیزہ زندگی بسر کرنے کیلئے کفیل ہو سکتے ہیں ۔ (پاپولر انسائیکلوپیڈیا)

قرآن کے متعلق یہودی فضلا کی رائیں

یہودی فاضل ڈاکٹر ہاروز

قرآن ایک فصیح و بلیغ عجیب و غریب کتاب ہے ۔ جو سرچشمہ علوم اخلاق ہے ۔ حضرت محمدؐ کی سیدھی سادی زندگی اور حسن سلوک نے اشاعت اسلام میں بڑا کام کیا ۔ (تقریرین ص۲۷)

قرآن کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

رام دیو ایم اے پرنسپل گروکل کانگڑی

قرآن کی بھاشا بہت سُندر ہے۔ اسمیں فصاحت بلاغت بھری ہے اس سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کے اندر کئی باتیں بہت اچھی ہیں۔ قرآن کی توحید میں کسی کو شک نہیں صاف بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے، عرب کے اندر عورتوں کا کوئی درجہ نہ تھا۔ محمد صاحب نے عورتوں کے حقوق قایم کئے۔ (پرکاش فروری ۲۷ء)

پروفیسر ودیجا داس

قرآن ایسا جامع اور روح افزا پیام ہے کہ ہندو دہرم اور مسیحیت کی کتابیں اس کے مقابلہ میں بمشکل کوئی بیان پیش کرسکتی ہیں (معجزات اسلام ص۱۰)

گاندھی جی

مجھے قرآن کو الہامی کتاب تسلیم کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں (معجزات اسلام بحوالہ ینگ انڈیا)

پھوبندرناتھ باسو

حقیقی جمہوریت کا ولولہ، رواداری، مساوات کی خوبیاں اُس نے (قرآن نے) دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا دیں (باطل شکن ص۲۶)

لالہ لاجپت رائے

میں قرآن کی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی تعلیم کا سچے دل سے مداح ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۱۳۵۲ھ)

رابندرناتھ ٹیگور

وہ وقت دور نہیں جبکہ قرآن اپنی مسلّمہ صداقتوں اور روحانی کرشموں سے سبکو اپنے اندر جذب کرے گا وہ دن بھی دور نہیں جبکہ اسلام ہندو مذہب پر غالب آجائے گا اور ہندوستان میں ایک ہی مذہب ہوگا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر وینو گوپال راؤ نائڈو ایل ایم ایس تنالی

قرآن کے الہامی کتاب ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ایک ان پڑھ اور اسی کی زبان سے دنیا کے بہترین لٹریچر میں ایک زبردست پیغام کا نکلنا ہی اسکی صداقت کا کافی ثبوت ہے۔ (ایمان جون ۳۶ء)

پنڈت شانتارام بی، اے پروفیسر اندرا کالج بمبئی

اس کی (قرآن کی) تعلیمات نہایت آسان عام فہم اور انسان کی فطرت کی مطابق ہیں۔ ایک ہٹ دہرم بھی اسکی تعلیمات میں کوئی عیب نہیں بتلا سکتا جو انسانی تہذیب کے اسٹینڈرڈ سے گرا ہوا ہو

(محمد صاحب جیون چرتر)

پنڈت چمپوپتی ایم، اے پروفیسر گروکل کانگڑی

حضرت محمد کے دل کی آواز قرآن کی آیات ہیں۔ حضرت کی پاک اولوالعزمیوں کا صحیح اندازہ لگانے کیلئے حضرت کی کتاب کی شعلہ بیانیوں سے اُن کے زندہ پیغام کو اخذ کرنا ضروری ہے

(مولوی ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)

قرآن کے متعلق بُدھ مذہب کے فضلا کی رائیں

بُدھ عالم چینی لیڈر مسٹر فن چین

پیغمبر عرب نے جو تعلیمات دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کی ہیں وہ روحانی اور مادی ہر دو اقسام کی ریاضتوں کو اپنی اپنی جگہ ٹھکانے سے رکھنے والی اور دونوں کے درمیان بہترین تعاون قایم رکھنے والی ہیں (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

قرآن کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

گرو نانک صاحب

(۱) پت ان پوجامت دن منجم جب دن کاہے جنیو نا دہو دہوتا ک چڑھاؤ سچ دن سوچ نہ ہوئے
کل پران کتب قرآن پوتھی پنڈے رہے پران

یعنی پوجا پاٹ کام نہیں دے سکتی۔ چھوت چھات بیکار ہے۔ جنیوا شنان ماتھے پر تاک لگانا کچھ کام نہ آئے گا۔ اگر کوئی کتاب کام آئے گی تو وہ قرآن ہے جسکے آگے پوتھی پران کچھ بھی نہیں۔

(معجزات اسلام صلا بحوالہ گرنتھ صاحب)

(۲) رہی کتاب ایمان دی سچی کتاب قرآن۔ یعنی ایمان کی کتاب قرآن ہے (جنم ساکھی بھائی بالا)

(۳) توریت انجیل زبور ترے سن دیئے وید ۔ رہے قرآن کتاب کل جگ میں پروار
یعنی توریت انجیل زبور وید سب دیکھے مگر نجات کی کتاب قرآن ہی ہے (حوالہ مذکور)

(۴) پڑھے حرف قرآن دے تھے سیپارے کیں ۔ لس وچ نصیحتاں سن سن کر یقین

یعنی قرآن کے تیس سیپارے ہیں جنمیں نصیحتیں ہیں۔ اُن پر یقین کر۔ (جنم ساکھی کلاں نوشتہ گرو انگد جی)

(۵) تیری کنڈاں بھالیاں ترے سو دہے بھید ٭ توریت زبور انجیل ترے پڑھے سن دیٹے وید

رہیا قرآن کبتھڑے کل جگ میں پروان ٭ مطلب وو دھانا پایا ہندو مسلمان

ناقے گوتری ترمیتوں روزہ نماز ٭ عملاں باجھوں مُومنو دوزخ دلی نماز

یعنی ہندو مسلمان سب نے توریت زبور انجیل وید سب ڈھونڈ ڈالے مگر مقصد ہاتھ نہ آیا۔ البتہ قرآن پر عمل کی صورت میں مقصد ملا ہے۔ نماز روزہ اور عمل کئے بغیر دوزخ نصیب ہوگا۔

(معجزات اسلام صنا بحوالہ لکے دی ساکھی)

قرآن کے متعلق پارسی فضلا کی رائیں

پارسی فاضل فیروز شاہ ایم اے۔ اڈیٹر جام جمشید

جہاں اس کتاب (قرآن) کی سب سے پہلے اشاعت ہوئی وہ مُلک ساری دنیا سے زیادہ خراب حالت میں تھا۔ اسکی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کایا پلٹ دی اور انصاف و تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔

(مذہب کی روشنی)

عُلما، مذہب عیسوی کی رائیں

پادری وال رمیس ڈلی ڈی

قرآن کا مذہب امن و سلامتی کا مذہب ہے (باطل شکن ص۲۶)

ریورینڈ آر میکینویل کنگ

دنیائے الہام میں اگر الہام کوئی شے ہے۔ اور وہ اپنے مکمل وجود میں موجود ہے تو قرآن ضرور الہامی کتاب ہے۔ (باطل شکن ص۲۷)

ریورینڈ بوسوتھ اسمتھ

ہادی عرب کو ایک ساتھ تین چیزوں کے قایم کرنے کا مبارک موقع ملا۔ وطنیت، اصلاح اعمال مذہب۔ تاریخی دنیا میں اس قسم کی کوئی دوسری مثال نہیں دکھائی جا سکتی (محمد اور محمدن ازم)

ریورینڈ جارج

حضرت اسمٰعیل کی نسل سے حضرت محمد پیدا ہوئے آپ کی شان میں بڑی بات بائبل مقدس میں لکھی ہوئی ہے کہ اس قوم کی بزرگی ہے جسمیں حضرت محمد پیدا ہوں گے حضرت اسحاق کی نسل سے یسوع مسیح

پیدا ہوں گے (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

رسول کریم کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

ڈاکٹر ڈی رائٹ

محمد اپنی ذات اور قوم کیلئے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کیلئے ابر رحمت تھا۔ تاریخ میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو (اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا فروری سنہ ۱۹۲۰ء)

مسز اینی بسنٹ

حضور پیغمبر اسلام کی زندگی زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہے۔ اور تاریخ روزگار شاہد ہے کہ وہ لوگ جو حضور پر حملہ کرنے کے خوگر ہیں جہل مرکب میں مبتلا ہیں۔ حضور کی زندگی سادگی شجاعت اور شرافت کی تصویر تھی (قاسم العلوم ربیع الاول ۱۳۵۳ھ ہجری)

ڈاکٹر اینڈر برمنگھم

مجھ کو کسی وقت یہ خیال بھی نہ ہوا کہ اسلام کی ترقی تلوار کی مرہون منت ہے بلکہ اسلام کی کامیابی رسول اللہ کی سادہ، بے لوث، ایفائے وعدہ، اصحاب و پیروؤں کی غیر معمولی حمایت، توکل بخدا اور ذاتی جرأت و استقلال سے وابستہ ہے۔ نبی کا کام کبھی آسان نہیں ہوتا، اچھے اور دور رس طریقوں کا وضع کرنا نسبتاً آسان ہے لیکن اُن پر عمل کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اور پھر جبکہ یہ عظیم الشان کام اپنے ہی خاندان اور قبیلے سے شروع کرنا ہو جس کے لوگ اسکی زندگی کی کمزوریوں سے بھی واقف ہوتے ہیں لیکن محمد نے کام شروع کر دیا تھا حالانکہ وہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ تاہم انہوں نے اس امر میں رہنمائی کی جو انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ اہم ہے یعنی بندے اور خدا کے تعلقات (ڈاکٹر لبن لول)

اگر محمد سچے نبی نہ تھے تو پھر کوئی نبی دنیا میں برحق آیا ہی نہیں (ہسٹری آف دی موڈرن ایمپائر یوپ)

مسز اینی بسنٹ نے اپنے لکچر میں رسول کریم کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا۔

جو شخص ایسے ملک میں پیدا ہو جس کا میں نے تذکرہ کیا جس کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا جن کے ناگفتہ بہ حالات کا نقشہ کھینچا ہے اور جس نے اُن کو مہذب ترین مخلوق اور متقی بنا دیا ہو۔ ہو نہیں سکتا کہ وہ خدا کا رسول نہ ہو (مدینہ جولائی ۱۹۳۳ء)

کونٹ ٹالسٹائی

حضرت محمد متواضع، خلیق اور روشن فکر اور صاحب بصیرت تھے۔ لوگوں سے عمدہ معاملہ رکھتے تھے۔ آپ مدۃ العمر پاکیزہ خصائل رہے۔ (حوالہ مذکور)

سر ولیم میور

اہل تصنیف محمد کے بارے میں اُن کے چال چلن کی عصمت اور اُن کے اطوار کی پاکیزگی پر جو اہل مکہ میں کمیاب تھی متفق ہیں (لائف آف محمد)

ایس۔ ایچ لیڈر

جب آپ بوڑھے ہو گئے تو محض رقت قلب کی وجہ سے جو آپ کو خاص طور پر عطا کی گئی تھی آپ کو کئی بیویوں کو محض اُن کی حالت پر رحم کرنے کیلئے اپنے ازواج میں داخل کرنا پڑا (مدینہ جولائی ۳۳ء)

میجر آرتھر گلن موزنڈ

حضرت محمد بلاشبہ اپنے عصر مقدس میں ارواح طیبہ میں سے تھے۔ وہ صرف مقتدر رہنما ہی نہ تھے بلکہ تخلیق دنیا سے اسوقت تک جتنے صادق سے صادق اور مخلص سے مخلص پیغمبر آئے، ان سب سے بھی ممتاز رتبہ کے مالک تھے۔ (استقلال دیوبند فروری سنہ ۱۹۳۶ء)

میجر آرتھر گلن لیونارڈ

حضرت محمد نہایت عظیم المرتبہ انسان تھے۔ حضرت محمد ایک مفکر اور ایک معمار تھے۔ انہوں نے صرف اپنے زمانہ کے حالات کے مقابلہ کی فکر نہیں کی اور جو تعمیر کی وہ اپنے ہی زمانہ کے لئے نہیں کی بلکہ رہتی دنیا تک کے مسائل کو سوچا اور جو تعمیر کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کی (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جی ویل

آپ کی (رسول کریم کی) خوش اخلاقی، فیاضی، رحم دلی محدود نہ تھی

مسٹر ایڈورڈ مونٹیے

آپ نے سوسائٹی کے تزکیہ اور اعمال کی تطہیر کیلئے جو اُسوہ حسنہ پیش کیا ہے وہ آپ کو انسانیت کا محسن اول قرار دیتا ہے۔

کونٹ ٹالسٹائی

اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں کہ محمد ایک عظیم المرتبہ مصلح تھے۔ جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی۔ آپ کے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ آپ اُمت کو نور حق کی طرف لیگئے۔ اور اسے اس قابل بنا دیا

کہ وہ امن وسلامتی کی دلدادہ ہو جائے۔ زہد وتقوی کی زندگی کو ترجیح دینے لگے، آپ نے اسے انسانی خونریزی سے منع فرمایا۔ اس کے لئے حقیقی تمدن وترقی کی راہیں کھولدیں۔ اور یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جو اُس شخص سے انجام پاسکتا ہے جس کے ساتھ کوئی مخفی قوت ہو اور ایسا شخص یقیناً عام اکرام و احترام کا مستحق ہے (حمایت اسلام لاہور جولائی ۱۹۳۵ء)

ایس مارگولیوتھ

آنحضرت کی دردمندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ جانوروں پر بھی ظلم وستم توڑنے کو بہت بُرا کہا ہے۔

کرنل سائکس

کوئی شخص آپ کی خلوص نیت سادگی اور رحم وکرم کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر ای۔ اے فریمن

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد بڑے پکے اور سچے راستباز اور ریفارمر تھے (معجزات اسلام ص ۶۷)

مسٹر سار مستشرق

قرون وسطیٰ میں جب کہ تمام یورپ میں جہل کی موجیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں عربستان کے ایک شہر سے نیّر تاباں کا ظہور ہوا جس نے اپنی ضیا باریوں سے علم وہنر اور ہدایت کے چھلکتے ہوئے نوری دریا بہا دئے۔ اسی کا طفیل ہے کہ یورپ کو عربوں کے توسط سے یونانیوں کے علوم اور فلسفے نصیب ہوسکے (صوت الحجاز ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ)

رسول کریمؐ کے متعلق ہندو فضلا کی رائیں

ڈاکٹر بدھ ویر سنگھ دہلوی

محمد صاحب ایک نیک ہستی تھے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر جن کے عقیدہ کے لحاظ سے حضرت ایک پیغمبر تھے دوسرے لوگوں کے لئے محمد صاحب کی سوانح عمری ایک نہایت ہی دل لبھانے والی اور سبق آموز ثابت ہوئی ہے (رسالہ سولوی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

بابو جگل کشور کھنہ بی۔ اے۔ ایل، ایل، بی

حضرت محمد کی لائف اور آپ کی تعلیم کی بنیادی چیزوں کو دیکھکر ہر شخص آسانی سے اس نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے کہ حضرت محمدؐ نے دنیا پر بہت کچھ احسانات کئے ہیں۔ اور دنیا نے بہت کچھ آپ کی تعلیمات

سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ صرف ملک عرب ہی پر حضرت محمد صاحب کے احسانات نہیں بلکہ آپ کا فیض تعلیم و ہدایت دنیا کے ہر گوشہ میں پہونچا۔ غلامی کے خلاف سب سے پہلی آواز حضرت محمد نے بلند کی، اور غلاموں کے بارے میں ایسے احکام جاری کئے۔ کہ اُن کے حقوق بھائیوں کی برابر کر دیئے۔ آپ نے عورتوں اور استریوں کے درجہ کو بلند کر دیا۔ سود کو قطعاً حرام کر کے سرمایہ داری کی جڑ پر ایسا کلہاڑا مارا کہ اس کے بعد سے پھر یہ درخت اچھی طرح پھل پھول نہ سکا۔ سود خواری ہمیشہ دنیا کے لئے ایک لعنت رہی ہے۔ مساوات کی طرف ایسا عملی قدم اُٹھایا کہ اس سے قبل دنیا اس سے بالکل ناآشنا اور ناواقف تھی۔ حضرت محمد صاحب نے نہایت پُر زور طریقہ سے توہمات کے خلاف جہاد کیا۔ اور نہ صرف اپنے پیرؤوں کے اندر سے اس کی بیخ و بُنیاد اُکھاڑ کر پھینکدی بلکہ دنیا کو ایک ایسی روشنی عطا کی کہ توہمات کے بھیانک چہرے اور اسکی ہیئیت خدوخال سبکو نظر آگئے (حوالہ مذکور)

بی۔ ایس اندیلا واہوشیار پوری

حضرت محمد صاحب کو جتنا ستایا گیا اتنا کسی ہادی اور پیغمبر کو نہیں ستایا گیا۔ ایسی حالت ۔۔۔ ند صاحب کی رحمدلی اور شفقت اور مروت علی المخلوق کی داد دوں جنہوں نے خود تو ظلم و ستم ۔۔۔ اپنے سر پر اٹھالئے مگر اپنے ستانے والے اور دُکھ دینے والوں کو اُف تک بھی نہ کہا بلکہ اُن کے حق میں دُعائیں مانگیں اور طاقت و اقتدار حاصل ہو جانے پر بھی اُن سے کوئی انتقام نہیں لیا، بانیان مذاہب میں سے سب سے زیادہ ناانصافی اور ظلم اگر کسی پر کیا گیا ہے تو بانی اسلام پر۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ پیغمبر اسلام کو ایک خونخوار اور بیرحم انسان دکھلایا جائے۔ اور خواہ مخواہ دوسروں کو اُن سے نفرت دلائی جائے۔ اس کا بڑا سبب یہ ہوا ہے کہ محمد کی لائف پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ بلکہ سُنی سُنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کیلئے اپنے اندر کوئی جُرأت و ہمت پاتے تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے (حوالہ مذکور)

کملا دیوی بی۔اے بمبئی

اے عرب کے مہاپرش آپ وہ ہیں جن کی شکشا سے مورتی پوجا مٹ گئی اور ایشور کی بھگتی کا دھیان پیدا ہوا۔ بیشک آپ نے دھرم سیوکوں میں وہ بات پیدا کر دی کہ ایک ہی سمے کے اندر وہ جرنیل کمانڈر اور چیف جسٹس بھی تھے۔ اور آتما کے سُدھار کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ نے

عورت کی مٹی ہوئی عزت کو بچایا۔ اور اُس کے حقوق مقرر کئے۔ آپ نے اس دُکھ بھری دنیا میں شانتی اور امن کا پرچار کیا۔ اور امیر غریب سبکو ایک سبھا میں جمع کیا۔ (اخبار الامان دہلی، ۱۶ر جولائی ۱۹۳۲ء)

سوشیلا بائی

حضرت محمد صاحب نے ایک سے زیادہ ایسے کام کئے ہیں جن کی بدولت کمزوروں اور بیکسوں کو اُبھرنے اور ترقی کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک فرقہ جس کی حالت قابل رحم تھی عورتوں کا تھا، عورتوں کی حالت کچھ غلاموں سے بھی گئی گذری تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مرد ان غریب عورتوں کو انسان ہی نہ سمجھتے تھے۔ محمد صاحب نے (خدا اُن کی روح کو تسکین دے) لوگوں کو بتایا کہ مرد اور عورت انسانی جنس کے دو برابر کے حصے ہیں اور مرد عورت کی، عورت مرد کی زینت ہے۔ (حوالہ مذکور)

گاندھی جی

جبکہ مغرب قعر جہالت میں پڑا تھا تو مشرق کے آسمان سے ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا اور تمام مضطرب دنیا کو راحت اور روشنی بخشی۔ (حوالہ مذکور)

موتی لال ماتھر ایم۔ اے

پیغمبر اسلام نے توحید کی ایسی تعلیم دی جس سے ہر قسم کے باطل عقائد کی بنیادیں ہل گئیں (رسالہ مولوی دہلی۔ ربیع الاول ۱۳۵۱ ہجری)

مفسر راز حیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تاریخ عالم کے تمام صفحات زندگی کی اسقدر صحیح تفسیر کرنے والی دوسری شخصیت عظمیٰ کے بیان سے خالی ہے، وہ کونسی اذیتیں تھیں جو کفرستان عرب کے کافروں نے اپنے عقائد باطلہ کی حفاظت کیلئے اس بت شکن پیغمبر کو نہیں دیں، وہ کونسے انسانیت سوز مظالم تھے جو عرب کے درندوں نے اس رحم وہمدردی کے مجسمہ پر نہیں توڑے، وہ کونسے زہرہ گداز ستم تھے جو جہالت کے گہوارے میں پلنے والی قوم نے اپنے اس سچے ہادی پر روا نہیں رکھے مگر انسانیت کے اس محسن اعظم کے زبان فیض ترجمان سے بجائے بددعا کے دُعا ہی نکلی۔ غیر مسلم مورخوں اور مصنفوں کی جنھوں نے قسم کھالی ہے کہ قلم ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دیدیا کریں گے اور آنکھوں پر تعصب کی ٹھیکری رکھکر ہر واقعہ کو اپنی کج فہمی اور کج نگاہی کے رنگ میں رنگ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے، آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اُن کے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے کہ واقعی اس نفس کش پیغمبر نے جس شان استغنار سے دولت، عزت، شہرت اور حُسن کے طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا وہ ہر کس وناکس کا کام نہیں۔ عرب کے سر برآوردہ بزرگوں نے

اپنے عقاید و طلاء کی حفاظت کیلئے اس آفتاب حقانیت کے سامنے جس کی ہر کرن کفر سوز تھی ایک دوسرے سے بالکل متضاد اور مخالف راستے رکھدیئے اور ان کو اختیار دیدیا گیا کہ ان میں سے اپنی حسب مرضی جو راستہ چاہیں منتخب کر لیں۔ ایک طرف ریگستان عرب کی حسین سے حسین عورتیں، دولت کے انبار عزت و شہرت کی دستار قدموں پر نثار کرنے کو تیار تھیں۔ اور دوسری طرف ذرہ ذرہ مخالفت کے طوفان اُٹھا رہا تھا قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں آوازے کسے جاتے تھے۔ نجاستیں پھینکی جاتی تھیں۔ راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ تاریخ عالم اس حقیقت غیر شتبہ پر شاہد عادل ہے کہ اس کے اوراق کو تزکیہ نفس کے ایسے فقید المثال مظاہرہ کا بیان کبھی میسر نہیں ہوا۔ اس حق کوش پیغمبر کو جس کا مُدعا نفس پروری سے کوسوں دور تھا۔ دولت کی جھنکار اپنی طرف متوجہ نکو سکی شہرت کی طلسمی طاقت اُس کے دل کو فریب دے سکی حُسن اپنی تمام دل آویزیوں کے ساتھ نظر التفات سے محروم رہا۔ اُنہوں نے بلا تأمل فیصلہ کن لہجے میں کہدیا کہ اگر آپ لوگ چاند اور سورج کو بھی میری گود میا لاکر ڈال دیں تو بھی میں تبلیغ حق سے باز نہ آؤں گا (سُوامی لکشمن رائے روڑی ضلع حصار منقول از اخبار صحیفہ حیدر آباد دکن نومبر ۱۹۳۲ء بحوالہ زمیندار لاہور)

جس وقت بھارت ورش میں مذہبی کمزوری اپنا پاؤں جما رہی تھی۔ اُس وقت عرب کے ریگستان میں ایک مہان پرش ایک عجیب غریب وحدانیت کی تعلیم دے رہا تھا + مہرشی سوامی دیانند اور اُن کا کارمصنفہ لالہ لاجپت رائے)

پنڈت وشنو نراین نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ

دولت و عزت و جاہ و حشمت کی خواہش سے آنحضرت نے اسلام کی بنیاد نہیں ڈالی۔ شاہی تاج اُن کے نزدیک ایک ذلیل و حقیر شے تھی۔ تخت شاہی کو آپ ٹھکراتے تھے۔ دنیاوی وجاہت کے بھوکے نہ تھے اُن کی زندگی کا مقصد تو موت اور حیات کے متعلق اہم زاویوں کا پرچار تھا۔ (مدینہ جولائی ۱۹۲۲ء)

مہاشے منوہر سہائے

آپ کو مال و دولت کے جمع کرنے یا امیر و رئیس بننے کی خواہش نہین تھی بلکہ آپ نہایت درجہ سادگی پسند اور منکسر المزاج شخص تھے۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا تو موجودہ شاہ عرب ہونے کے باوجود آپ کے پاس مال و زر نہ تھا، نہ جائداد تھی نہ ذاتی ریاست بلکہ اسوقت بھی معمولی حیثیت رکھتے تھے یہ وہ باتیں ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ دنیوی خواہشات کیلئے حضرت محمد صاحب نے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ جو کچھ کیا خدا کے حکم سے کیا اور خلوص کے ساتھ کیا۔ (حوالہ مذکور)

سوامی برج نراین سنیاسی

پیغمبر اسلام نے ایک جنگ بھی جارحانہ نہیں کی بلکہ ہر ایک موقع پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر آپ کو مجبور کیا گیا (حوالۂ مذکور)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانیٔ اسلام نے دشمنوں کی زبان سے اور اُن کے ہاتھوں سے وہ ظلم برداشت کئے جن پر کمزور سے کمزور آدمی بھی بگڑ کھڑا ہوتا ہے مگر بانیٔ اسلام نے استعداد مقابلہ اور طاقت کے باوجود کبھی جواب میں زبان ہلانا یا ہاتھ اُٹھانا پسند نہیں کیا۔ مگر افسوس کہ آپ کے دشمنوں کی زیادتی حد سے گذری جارہی تھی۔ اور اندیشہ تھا کہ ظالم ان کے مددگاروں کی قلیل جماعت کو کچل ڈالیں۔ آخر رحم مجسم نبی جس کو خدا نے دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا، اس امر پر مجبور ہو گیا کہ تلوار کے ذریعہ سے اپنے لوگوں کی حفاظت کرے اور یہ ایک ایسا آخری فیصلہ تھا کہ جس کے سوا اپنے گروہ کے بچاؤ کی کوئی صورت باقی نہ رہی تھی۔ ہر چند کہ بانیٔ اسلام کی ذات والاصفات سراپا رحم و شفقت تھی اور اگر بانیٔ اسلام کے بس میں ہوتا تو سرزمینِ عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی گرنے نہ پاتا۔ غرض جو لڑائیاں ہوئیں نہایت مجبوری کی حالت میں ہوئیں (حوالہ مذکور)

لالہ سرداری لال

زمانہ جاہلیت کی زہریلی آب و ہوا اور ایسے ہلاکت خیز ماحول میں ایک شخص پرورش پاکر جوان ہوتا ہے اور اسکی یہ حالت ہے کہ اُس کے مقدس ہاتھوں نے کبھی شراب کو نہیں چھوا۔ اُوسکی پاک نگاہ کبھی نسوانی حسن و جمال کی دلفریبیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ وہ کبھی قتل و غارت میں شریک نہیں ہوا۔ کبھی کسی کو بُرا نہیں کہا۔ کسی کی دل آزاری نہیں کی۔ اُس نے کبھی قماربازی میں حصّہ نہیں لیا اور لوگ جن گناہوں میں مُبتلا تھے ان میں سے ایک بھی اُس نے اختیار نہیں کیا۔ (حوالہ مذکور)

حکم چند کماری، بی۔ اے

عالمِ شباب میں آپ کی یہ حالت تھی کہ آپ تازہ شادی کے بعد کئی کئی روز تک گھر سے غیر حاضر رہکر تزکیہ نفس اور ریاضت کشی میں مشغول رہتے تھے۔ بی بی عائشہ صدیقہ کے سوا جتنی عورتیں آپ کے عقد میں آئیں سب کی سب بیوہ تھیں۔ ان حالات پر فرداً فرداً غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نکاح کی خاطر نہ تھے بلکہ کسی اخلاقی ذمہ داری کی ادائیگی کی خاطر تھے (حوالۂ مذکور)

لالہ لاجپت رائے

میں پیغمبر اسلام کو دُنیا کے بڑے مہا پُرشوں میں سمجھتا ہوں (رسالہ مولوی رمضان ۱۳۵۴ھ)

سوامی بھوانی دیال سنیاسی

جس وقت تمام ملک عرب میں بدترین جہالت پھیلی ہوئی تھی۔ اسوقت محمد صاحب کی ہی تنہا ذات تھی جس نے بے مثال ہمت وجرأت کے ساتھ قوم عرب کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ اور ہر طرح کی برائیوں اور بت پرستی کو چھوڑ کر خدا کے آگے سر جھکا دینے کی دعوت دی (رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور مئی ۱۹۳۵ء)

مسٹر بی۔ ایس کشالیہ بی اے ڈی، ای لندن ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع کورگ

آنحضرت کی کثرت ازدواج کے متعلق بہتان باندھا گیا ہے لیکن یہ محض غلط ہے۔ بیشک آپ نے کئی بیویاں کی تھیں مگر زمانہ کے بُرے رواج کو مٹانے کیلئے، اور ہر طبقہ کی عورتوں کو نکاح میں لاکر اُن کا سہارا بن جانے کیلئے۔ اور لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے کہ وہ بھی بیوہ، باکرہ غلام اور لاوارث عورتوں کو اپنے نکاح میں لائیں اور آپ کے نمونہ کی پیروی کریں۔ آپ نے اپنی نفسانی خواہش کیلئے نکاح نہیں کئے، آپ میں نفسانی خواہش کی کوئی بھی دلیل یا علامت نہیں پائی جاتی۔ (حوالہ مذکور)

بابو مکٹ دہاری پرشاد بی اے۔ ایل ایل بی وکیل گیا

حضرت محمد صاحب کی تعلیمات کی طرح حضرت محمد صاحب کے اخلاق بھی بہت بلند تھے (حوالہ مذکور)

راجہ رادھا پرشاد سنہا بی اے ایل ایل بی آف تیلوکھو اسٹیٹ

آپ کا (رسول کریم کا) ہر قول وفعل استقامت اور راستی کے سانچہ میں ڈھلا ہوا تھا اور آپ کا کوئی قدم بھی اخلاق کے جادۂ مستقیم سے منحرف نہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت بہاری لال شاستری ساکن اچھیانی

محمد صاحب کا جنم عرب کے مکہ نگر میں اس سمے ہوا کہ وہ دیش گھور اندھکار میں ڈوبا ہوا تھا اور وہاں کے رہنے والے قریشی یہودی عیسائی سب ہی جہالت اور اوہام پرستی کا شکار ہو رہے تھے۔ محمد صاحب نے ملک کے نہ کسی دہرم کا کھنڈن کیا اور نہ کسی پیشوا کو بُرا کہا۔ بلکہ تمام پیغمبروں کی عزت کرتے ہوئے ہر ایک مذہب کی تائید کی۔ مگر اسوقت کے لوگوں نے خود غرضی میں پھنس کر مذہب کے روپ کو جو بگاڑ دیا تھا اس کو ظاہر کر دیا۔ دہرم کا ٹھیک ٹھیک روپ سمجھایا۔ ایشور وشواس، آپس میں پریم سب کے ساتھ بھلائی آپ کی تعلیم تھی۔ حضرت محمد صاحب نے اپنے ملک کی دھارمک حالت ہی درست نہیں کی بلکہ اونچ نیچ کا غلط پاکھنڈ دور کر کے سب کو ایک کر دیا اور بکھری ہوئی لڑاکو عرب قوموں کو ایک سنگ کر کے امن ایسا

ایسا جوش بھرا کہ خانہ بدوش اور تمام برائیوں کے بھنڈار عرب لوگوں نے اپنے ملک ایسی زبردست
حکومت قایم کی جس کا رعب پاس پڑوس کے تمام بادشاہوں پر جم گیا۔ سو سال کے اندر اندر عرب لوگوں
کی حکومت کابل، مصر، افریقہ اور سندھ تک قایم ہو گئی۔ جاہل سمجھے جانے والے عربوں نے محمد صاحب
کی بدولت وہ قابلیت حاصل کی کہ یورپ میں تہذیب اور کئی اصلاحوں کے پھیلانے کا فخر انہیں حاصل ہے
اسی طرح محمد صاحب کی بدولت عرب، عراق اور اس کے آس پاس کی قوموں کو دھارمک، سماجک
راج نیتک اور آرتھک سب طرح کا فائدہ پہونچا اور وہ دنیا میں مشہور ہو گئے۔ محمدؐ صاحب نے
زندگی بھر بے غرض ہو کر اپنے ملک اور قوم کی یہاں تک سیوا کری کہ آپ اور اپنی اولاد تک کو قربان
کر دیا۔ حضرت محمد صاحب نے اسلام کو کوئی نیا دین نہیں بتایا بلکہ سب سنتوں سے یہ کہا کہ ست ایک
سناتن ہے وہی اسلام ہے، یہ شروع میں بھی تھا۔ اس کا روپ بدلا کرتا ہے۔ محمدؐ صاحب نے اپنی جاتی
والوں کو اپنا سندیش سنانا شروع کیا تو لوگ دشمن بن گئے۔ جوں جوں قریش ستاتے گئے حضرت
کا جوش کام کے لئے دونا ہوتا گیا، لوگ ان کی جان کے گاہک بن گئے۔ تب یہ مکہ چھوڑ کر مدینے چلے
گئے۔ مکہ پر قبضہ کرنے کے بعد حضرت محمد صاحب نے اپنے دشمنوں کے اگیانتا و اتیاچار کو معاف کر دیا
آپ بچوں سے پیار، غریبوں کی مدد، دین دکھیوں کی سیوا، سب کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے تھے،
دوسرے مذہبوں کا بڑا آدر کرتے تھے۔ محمد صاحب کے گنوں کا ورنن کیا جائے تو کئی سال تک
رشی اخبار کے کالم بھرے جا سکتے ہیں۔ ان میں دو گن سب سے مہان تھے، ایشور وشواس اور سنگھٹن
کی شکتی۔ آپ کے جیون پر کچھ اعتراض ہیں جو متعصب یوروپین پادریوں کی ایجاد ہیں اور اُن کے
خیال کو بغیر سمجھے ہندوؤں نے بھی انہیں اپنا لیا۔ ہماری رائے میں تو محمد صاحب نے مذہبی جنگ کو
اخلاق اور ایشوری وشواس سے فتح کیا۔ اور سوشیل ریفارم پولیٹیکل کام تلوار سے کیا۔ عرب لوگوں کے
سماجک سدھار کے لئے سختی اگر کی گئی تو کبھی بری نہیں ہو سکتی۔ ایسی سختی ملک کے ہر ایک ڈکٹیٹر
نے کی ہے۔ جو لوگ مسلمان بادشاہوں کے ان ظلم و ستم کے حوالوں کو پیش کیا کرتے ہیں جو کہ انہوں نے
غیر مذہب والوں پر کئے اور ان کے ان میلے آئینہ میں حضرت کے اپدیش کی تصویر کو دیکھا کرتے ہیں
ہم ان سے اتفاق نہیں کر سکتے۔ یہ کام پولیٹیکل ہے۔ آجکل بھی مذہب کے نام پر حکومت اپنا اُلّو
سیدھا کرتی ہے۔ وہ بادشاہ اپنے ان کاموں کے لئے خود ذمہ دار ہیں۔

آنحضرت نے کئی شادیاں ضرور کیں مگر یہ سب پولیٹیکل ضرورت سے اسی طرح کیا گیا جس طرح
سری کرشن بھگوان کو ہندوستان کی پولیٹیکل حالت ٹھیک کرنے کیلئے کئی کئی ودواہ کرنے پڑے

ان شادیوں کو نفس کے لئے نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان دیویوں کی بھلائی، عرب سرداروں کو رشتیدار بنا کر اپنے مشن میں سہایک بنانا وغیرہ مقصد تھا۔ ہم نے جہاں تک آپ کے جیون پر غور کیا۔ آپ کو ایک مہاپرش دیش بھگت، سنسار کا ہتکاری پایا۔ (یہ پنڈت جی کے طویل مضمون کے جستہ جستہ فقرات ہیں یہ مضمون اخبار رشی بجنور یکم جولائی ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا۔ یہ اخبار زیر اڈیٹری لالہ جگناتھ شرن بی اے ایل ایل بی شائع ہوتا ہے)

گاندھی جی

وہ (رسول کریم) روحانی پیشوا تھے۔ بلکہ میں اُن کی تعلیمات کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ کسی روحانی پیشوا نے خدا کی بادشاہت کا پیغام ایسا جامع اور مانع نہیں سُنایا جیسا کہ پیغمبر اسلام نے۔ رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور اگست ۱۹۳۶ء)

نرسمہاراؤ

دنیا کے کل پیغمبروں میں حضرت محمد صاحب کو اپنے مشن میں لاجواب کامیابی ہوئی جو کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں ہوئی اور یہ پیغمبر خدا کے اخلاق مطہرہ داوصاف حمیدہ کا نتیجہ تھا۔

ہز ہائنس مہاراجہ نرسنگہ گڈھ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سراپا عمل اور ایثار کا مرقع ہے۔ حضور نے زمانہ جہالت میں دنیا کی اصلاح فرمائی۔ اور اُسے اپنی ان تھک کوششوں سے جگمگا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلام کا نام ساری دنیا میں روشن ہے۔ (رسالہ ایمان پٹی جون ۳۶ء)

لالہ برجموہن سروپ بھٹناگر فیروز آبادی

حضرت محمد کی زندگی انسانیت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہونے کے ساتھ ہی عمل سے مالا مال ہے انہوں نے فرض شناسی اور خدمت انسانی کی زندہ مثال پیش کی۔ انہوں نے تیئس سال کے قلیل عرصہ میں بُت پرستی اور توہم پرستی مٹا کر وحدانیت کا سبق پڑھایا (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

ڈاکٹر امبالال ایل ایم ایس

آپ (رسول کریم) بڑے ودوان تھے۔ اعلیٰ درجہ کے سنیاسی تھے۔ آپ زبردست رچے تھے ان کا جیون سادہ تھا۔ (حوالہ مذکور)

رائے بہادر پنڈت مٹھن لال بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ صدر آریہ سماج اجمیر

حضرت محمد نے جس وقت "خدا تعالیٰ ایک ہے" یہ آواز بلند کی۔ تو اس وقت ہندوستان،

ایران، عرب و عجم میں ہر جگہ بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ بلکہ خدا کی ہستی سے لوگ انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مادّہ ہی مادّہ ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت محمد کو فرمایا کہ ثابت کردو کہ خدا تعالیٰ واقعی ہے (حوالہ مذکور)

لالہ امیر چند کھنہ جرنلسٹ ماہر انکم ٹیکس جو نا منڈی دہلی

حضرت محمد صاحب خدمت خلق کے سب سے بڑے علمبردار تھے۔ بھگوان کرشن نے گیتا میں ایشور کی طرف سے ایک مشہور وعدے کا ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ علامہ فیضی نے یوں کیا ہے ؎

چو بنیاد دیں سست گردد بسے ؛ نمایم خود را بشکل کسے

اس وعدہ کا ایفا حضرت محمد کے وجود سے کیا گیا (حوالہ مذکور)

لالہ نانک چند ناز جرنلسٹ لاہور

دنیا کی عظیم الشان ہستیوں میں ان (رسول کریم) کا درجہ کسی سے کم نہیں (حوالہ مذکور)

پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق ایم اے لیکچرار الہ آباد یونیورسٹی

میں حضرت پیغمبر اسلام کی بعثت کو اُن کی شخصیت اور اُن کے کارنامہائے زندگی کو تاریخ کا ایک معجزہ سمجھتا ہوں (حوالہ مذکور)

پنڈت امرناتھ زتشی دیال باغ آگرہ

سیرت نبوی کو بنظر غور دیکھنے سے یہ بات بآسانی ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ پیدائش سے لیکر وفات تک ہر حال میں آنحضرت کو تائید غیبی حاصل رہی جو کہ لازمہ نبوت ہے (حوالہ مذکور)

ماسٹر شیو چرن داس پریذیڈنٹ دہلی پروونشل ٹیچرز ایسوسی ایشن

آنحضرت نے اس مرتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر جے کا رام برہما

حضرت محمد نے اخلاق عالیہ کی تلقین ہی نہیں کی بلکہ اُن اصولوں پر عمل بھی فرمایا۔ اُن کی زندگی ایثار و قربانی کی زندگی تھی۔ (حوالہ مذکور)

پنڈت ہردے پرشاد

اگر کوئی مجھ سے دریافت کرے کہ حضرت محمد کون تھے تو میں اس کے جواب میں برملا کہوں گا کہ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ اور پیغمبر، توحید کے علمبردار، حقانیت کے طرفدار، سچائی کے دلدادہ اور ایک ایشور کے پرستار تھے۔ آپ کی اصلاح قابل داد تھی۔ اور تا قیامت یاد رہے گی۔ (حوالہ مذکور)

شیام سندر ایڈیٹر رسالہ پیمانہ لاہور

پیغمبر اسلام کی اولوالعزمی، قومی ایثار کے لئے میرے دل میں بہت پریم ہے۔ حوالہ مذکور

پنڈت دہرم دیو شاستری

اسمیں شک نہیں کہ حضرت محمد صاحب بنی نوع انسان کے بھلے کیلئے جئے۔ (حوالہ مذکور)

مہاتما نارائن صاحب سوامی پردہان انٹرنیشنل آرین لیگ دہلی

گیتا میں جیسا کہا گیا ہے کہ جب خرابیاں حد سے متجاوز ہو جاتی ہیں تو اُن کے دور کرنے کے لئے سدہارکون کا جنم ہوا کرتا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت حضرت محمد کا جنم عرب میں ہوا۔ (حوالہ مذکور)

لالہ سداسکھ لال

محمد صاحب اپنی فصاحت و بلاغت سے اکثر لوگوں کو عرب کو مرید کرتے تھے (تاریخ ہند)

شردہے پرکاش دیوجی پرچارک براہمہ دہرم

ہم محمد صاحب کی اُن بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسانی کی بہبود کیلئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ (سوانح عمری محمد صاحب)

ٹی ایل، وسوانی

محمد کی زندگی ترحم و عنایات و اچھائی سے پُر ہے۔

پروفیسر ایشوری پرشاد

محمد صاحب امن و امان کے خواں تھے۔ وہ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ خدا کی عبادت کرو اور نیک کام کرو۔ (تاریخ ہند)

بھگت راؤ ایڈوکیٹ کوہ مری

سری رامچندر جی مہاراج، بھگوان سری کرشن جی، گرو نانک دیو جی، حضرت موسی اور حضرت عیسی سب روحانی بادشاہ تھے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ان میں ایک روحانی شہنشاہ بھی ہے جس کا مقدس نام محمد تھا۔ جس کے معنی ہی مہلک کئے گئے ہیں اور جس کی پوتر لائف کے متعلق کچھ کہنا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک ریفارمر نے آکر دنیا میں بہت کچھ کیا۔ مگر حضرت محمد صاحب نے دنیا پر اسقدر احسان کئے ہیں جکی مثال نہیں مل سکتی (فدایان ہند ص۱۱)

پنڈت ستیا دہاری

پیشوائے دین اسلام حضرت محمد کی زندگی دنیا کو بیش بہا قیمتی سبق پڑھاتی ہے اور تقریباً آنحضرت

کی زندگی ہر حیثیت سے دنیا کے لئے سبق آموز ہے بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھ سمجھنے والا دماغ اور محسوس کرنے والا دل ہو (معجزات اسلام ص۴۰)

لالہ رام لال ورما اڈیٹر اخبار تیج

جمہوریت، اخوت، مساوات یہ عطیات ہیں جو حضرت محمد نے بنی نوع انسان کو عطا کئے

ہندو فاضل چپلونکر وکیل اکولہ سابق سکرٹری ہندو مہاسبھا نے موضع بلڈانہ

(علاقہ برار) میں تقریر کرتے ہوئے کہا:-

پیغمبر اسلام کی بعثت ایک ایسے آفتاب عالمتاب کا ظہور تھا۔ جس کی ضو فگن شعاعوں نے ضلالت کی ظلمت کو چشم زدن میں منور کر دیا۔ رسول عربی نے سب سے پہلے وحدانیت کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش کی۔ (اخبار رہبر دکن حیدرآباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۳۴ء)

ماسٹر شیو چرنداس پریزیڈنٹ دہلی پروشیل ٹیچرز ایسوسی ایشن دہلی

آنحضرت نے اس رتبہ کو اپنی خدا پرستی، استقلال کامل اور روحانیت کی وجہ سے حاصل کیا۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

لالہ رامچندر بی اے ایل ایل بی پریزیڈنٹ اڑورینس لکھ سبھا لاہور

وحدانیت و مساوات یہ دونوں بے بہا اصول دنیا کو حضرت بانئ اسلام نے دیئے۔ محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جب تک وحدانیت اور مساوات کے اصول سے بڑھیا اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اسوقت تک فیض رسانی کا سہرا محمد علیہ السلام کے سر رہے گا۔ (معجزاتِ اسلام ص۶۷)

رسول کریم کے متعلق بدھ فضلاء کی رائیں

یو کیاؤ مائنٹ (بدھ لیڈر)

میں حضرت پیغمبر اسلام کو خراج عقیدت ادا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کوئی شخص جو حضرت پیغمبر اسلام کے حالات زندگی پڑھے وہ آپ کے شاندار کارناموں پر جوش تحسین کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت محمد کی زندگی ازحد مصروف زندگی تھی۔ اور قابل تحسین کارناموں سے لبریز (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

مسٹر این اے نگایا تھن آف برہما

ہندوؤں اور بودھوں کی مذہبی کتابوں کی مطابق جب کبھی دنیا کو ایک معلم جلیل کی ضرورت لاحق

ہوتی ہے ایک معلم جلیل مبعوث ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ ایسے ہی معلم جلیل تھے۔ حضرت محمدؐ نے محمدیت کی تخلیق نہیں فرمائی بلکہ سچائی اور امن کے اصولوں کا اعلان فرمادیا (حوالہ مذکور)

پیشوائے اعظم بدھ مذہب مانگ لونگ صاحب

حضرت محمدؐ کا ظہور بنی نوع انسان پر خدا کی ایک رحمت تھا، لوگ کتنا ہی انکار کریں مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بدھی لوگ حضرت محمدؐ سے محبت کرتے ہیں اور اُن کا احترام کرتے ہیں۔ (معجزاتِ اسلام ص ۶۶)

رسول کریم کے متعلق سکھ فضلا کی رائیں

ماسٹر تارا سنگھ پریذیڈنٹ سکھ لیگ

جب کوئی مجھ سے یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صاحب نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا تھا تو مجھے اس شخص کی کم فہمی پر ہنسی آتی ہے۔ (اخبار الامان دہلی ۷ر جولائی ۱۹۳۲ء)

سردار جوند سنگھ

دنیا میں آنحضرت رسول عربی پاکیزہ زندگی کی بے نظیر مثال ہیں۔ (مدینہ جولائی ۱۹۳۳ء)

سردار رام سنگھ امرتسری

محمد صاحب نے دنیا میں آکر بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ریفارمر اور اپنے وقت کے بڑے مذہبی پیشوا تھے۔ آپ نے عرب سے بت پرستی اور وہم پرستی کو دور کیا۔ اور بھی بہت سے کام آپ کی زندگی سے وابستہ ہیں، آپ نے عرب سے غلامی کی انسانیت سوز رسم کو مٹایا۔ اسلام کے پیرؤں کو تعلیم دی کہ غلاموں کو آزاد کرنا بڑا ثواب ہے۔ کوئی شخص پیدائشی غلام ہونے کی وجہ سے امام یا خلیفہ بننے سے محروم نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے دنیا کو آپ ہی نے جمہوریت سے آشنا کیا۔ اور وطن کے متعلق فرمایا کہ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ وطن والوں سے محبت کرنا ایمان ہے اور اہل وطن سے غداری یا نفرت یا ترک تعلق کرنا ناجائز ہے۔ اس تعلیم کا آپ نے یہودیوں اور کافروں سے معاہدات کرکے اور اُن سے محبت و رواداری کا سلوک کرکے مسلمانوں کیلئے ایک اعلیٰ نمونہ بھی قائم کردیا (مولوی ربیع الاول ۱۳۵۰ھ)

سردار کشن سنگھ (اور گرو نانک صاحب)

اس بعثت کے بعد صفحہ ارض پر ایک جدید تہذیب و ترقی کا ظہور ہوا۔ پھر زیادہ تعجب خیز امر یہ ہے

کہ اس تہذیب کے بانی وہی لوگ تھے جو کچھ دنوں پہلے بالکل وحشی تھے۔ اور تہذیب کی ہوا اُن کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ وہ لوگ دن رات شرابیں پیتے تھے۔ اور آپس میں کشت وخون کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا۔ معمولی بات پر بھی قبیلے کے قبیلے کٹ مرتے تھے۔ لڑکی کی ولادت اسقدر ننگ خیال کیجاتی تھی کہ پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ دیا جاتا تھا۔ غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی کوئی حد نہ تھی جہالت کی انتہا یہ تھی کہ دادا پر دادا کا بدلہ پوتے پر پوتے لیتے تھے۔ ان حالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کسی معمولی تعلیم کا اثر نہ تھا بلکہ حضرت محمد صاحب کو خداوند عالم کی طرف سے خاص مدد وہدایتیں تھیں کہ باوجود اُن کے غیر تعلیم یافتہ ہونے اور اس سوسائٹی میں نشوونما پانے کے ایسی کایا پلٹ کر دکھائی کہ جس سے ہم یہ مان لینے پر مجبور ہیں کہ حضرت محمد صاحب ضرور بندگان خدا کی ہدایت کیلئے خدا کے بھیجے ہوئے تھے (آگے لکھتے ہیں) حضرت محمد صاحب کی شخصیت عظیم شخصیت تھی چنانچہ ہمارے آقا سردار گرو نانک صاحب جن کی مذہبی رواداری اور بے لاگ انصاف پسندانہ تعلیم کو ایک دنیا نے مانا ہے اُنہوں نے حضرت محمد صاحب کی سیرت کے مطالعہ کے بعد اُن کی تعریف میں جو دوہا لکھا ہے وہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ حضرت محمد صاحب کی شخصیت دنیا کے تمام انصاف پسند اور غیر متعصب مذاہب میں بھی پسندیدہ اور مقبول رہی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا ہے۔

ڈِٹھا نور محمدی ڈِٹھا نبی رسول   نانک قدرت دیکھکر خودی گئی سب بھول

(غازیان ہند م ۱۱۷)

اسلام کے متعلق فضلاء یورپ کی رائیں

مسٹر وائل مصنف ہسٹری آف دی اسلامک پیپل

رسول کریم نے مسلمانوں کو ایسے مذہب کے شیرازے میں منسلک کردیا کہ جسمیں صرف خدائے واحد کی پرستش اور ابدی نجات کی تعلیم تھی۔ اور مکمل شریعت سے بہرہ اندوز کیا۔ اور اس قانون کا عامل بنا دیا جو ہر زمانہ میں یکساں منفعت کے ساتھ نافذ اور رائج ہو سکتا ہے۔

پروفیسر مارس

کوئی چیز عیسائیان روم کو اس ضلالت وغوایت کے خندق سے جسمیں وہ گرے پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی بجز اُس آواز کے کہ جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۰ھ)

ڈاکٹر لیبان

مذہب اسلام کے اعتقادات آج بھی اُن کا اثر ویسا ہی پُرزور ہے جیسا پہلے تھا۔ (تمدن عرب)

ہانگر نے ہمیں ایک لمبی چوڑی فہرست اُن اخلاقی احکام کی دی ہے جو مسلمانوں میں بطور مقولوں کے رائج ہیں اور بلا خوشامد کہا جا سکتا ہے کہ ان مقولوں سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب اور بدی سے بچانے کیلئے نہیں ہو سکتا۔ (تمدنِ عرب)

روئے زمین کے تمام مسلمان اپنے مذہب کو ان دو چھوٹے جملوں میں بیان کرتے ہیں جن کا اختصار اور جن کی جامعیت حیرت انگیز ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایزک ٹیلر

افریقہ کے جن وحشی مقامات پر اسلام کا سایہ پڑا وہاں سے زنا۔ قمار بازی، دختر کشی، عہد شکنی، قتل و غارتگری، وہم پرستی، شراب خوری وغیرہ وغیرہ ہمیشہ کے لئے جاتی رہی مگر اُسی ملک کے دوسرے حصّہ پر کسی غیر اسلام مذہب نے قدم جمایا تو ان لوگوں کو رزائل مذکورہ بالا میں اور زیادہ راسخ کر دیا۔ (سینٹ جیمس گزٹ لندن ۸ اکتوبر ۱۸۸۵ء)

مسٹر ایچ۔ جی ویلز مورخ انگلستان

محمد سے قبل عربوں کا ذہن و دماغ مٹی ہو رہا تھا۔ وہ شاعری اور مذہبی مباحث میں مبتلا تھے مگر پیغمبر اسلام کے مبعوث ہوتے ہی اُن کی قومی اور نسلی کامیابیوں نے ان میں وہ ولولہ پیدا کر دیا کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر ان کے ذہن و دماغ میں وہ روشنی اور چمک دمک پیدا ہوئی کہ یونانیوں کی بہترین دور کے لگ بھگ پہونچ گئی۔ یعنی اُنہوں نے ایک نئے زاویہ اور قوت تازہ کے ساتھ علم کے اس ذخیرہ کو باقاعدہ نشوونما دینی شروع کی جس کا کام یونانیوں نے شروع کیا تھا اور شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ ان عربوں ہی نے انسانوں کے اندر سائنس کی تحقیقات کی تحریک کو از سر نو زندہ کیا۔ موجودہ دنیا کو علم و اقتدار کی جو نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ عربوں کے ذریعے ملی ہیں۔ تاریخ تمام اعلیٰ لٹریچر اور لوئس فلسفے کی جڑ بنیاد ہے اور یہی مضمون تھا جس میں اولین عرب مصنفین نے امتیاز حاصل کیا۔ اسلام میں فلسفیانہ علوم کا عظیم الشان انبار لگ گیا تھا۔ بصرہ۔ کوفہ، بغداد، قاہرہ، قرطبہ میں عظیم الشان یونیورسٹیاں قائم تھیں، ان یونیورسٹیوں نے چار دانگ عالم میں اُجالا کر دیا۔ اسلامی فلسفہ کا رنگ و روغن جامعہ قرطبہ ہی کے ذریعے سے پیرس اور آکسفورڈ اور شمالی اطالیہ کی یونیورسٹیوں پر چڑھا۔ بارہویں صدی تک علم الحساب میں صفر کا پتہ تک نہ تھا۔ مگر اس زمانہ میں ایک عرب ماہر علم ریاضیات محمد ابن موسیٰ نے صفر ایجاد کیا۔ اسی نے سب سے پہلے اعشاریہ استعمال کیا۔ اور مفرد اعداد کی قیمت کا تعین اُن کی حیثیت کے مطابق کیا۔ الجبرا انہی کی پیدا کی ہوئی چیز ہے،

ستاروں کے علم کو کہیں سے کہیں پہونچا دیا۔ علم نجوم کے متعلق بہت سے آلات بنائے جو آج تک استعمال ہوتے ہیں۔ فن ادویہ میں وہ یونانیوں سے بہت بڑھ گئے۔ انہوں نے جو کتاب الادویہ مرتب کی تھی وہ آج تک جوں کی توں موجود ہے۔ ان کے علاج کے بہت سے طریقے ایسے تھے جن پر آج تک عملدرآمد ہے۔ ان کے جرّاح بے حس کرنے والی دواؤں کا استعمال جانتے تھے۔ اور دنیا میں مشکل سے مشکل جو جراحی عمل ہوئے ہیں ان میں ان کے آپریشن بھی شامل ہیں۔ اسی طرح کیمیا میں انہوں نے نہایت عمدہ ابتدائی اور بہت سے نئے مادے اور نئے مرکبات مثل الکحل وغیرہ دریافت کئے۔ فن تعمیر میں بھی وہ دنیا سے بازی لے گئے۔ اور ہر قسم کی دھات سے کام لے لیتے تھے۔ اسی طرح پارچہ بافی میں کوئی اُن سے آگے نہ بڑھ سکا۔ وہ رنگ آمیزی کے گروں سے بھی واقف تھے اور کاغذ کی صنعت بھی اُنہی کی رہین منت ہے (الامان دہلی مئی ۱۹۳۶ء بحوالہ اسٹار آف انڈیا)

مسٹر ہولڈرسن

حضرت محمد کا پھیلایا ہوا مذہب بالکل واضح اور صاف ہے وہ ایک جامع مانع عقیدہ ہے جو ایک ہی کتاب یعنی قرآن پاک پر مبنی ہے وہ سختی کے ساتھ توحید کا مذہب ہے۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

پروفیسر مارلین

کوئی چیز عیسائیوں کو اس ضلالت اور گمراہی کے خندق سے جسمیں وہ گر پڑے تھے نہیں نکال سکتی تھی۔ بغیر اُس آواز کے جو سرزمین عرب کے غار حرا سے آئی۔ اعلاء کلمۃ اللہ جس سے یونانی انکار کرتے تھے اس آواز نے دنیا میں پیدا کیا۔ اور ایسے علمی پیرایہ میں کیا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ جیسی انسانیت اور مروت مسلمانوں میں ہے شاذ و نادر ہی کسی قوم میں پائی جاتی ہے (تذکرۃ المسیح)

ڈاکٹر کلارک

حضرت محمد کی تعلیمات ہی کو یہ خوبی ملی ہے کہ اسمیں وہ تمام اچھی باتیں موجود ہیں جو دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتیں (میزان التحقیق صـ۳۳)

اعلیٰ سے اعلیٰ توحید کا مذہب جو دنیا میں پایا جاتا ہے وہ اسلام ہے (ڈاکٹر ٹسٹ ہیکل جرمنی از معجزات اسلام صـ۴۶)

مذہب اسلام کا وہ حصہ جس سے اُس کے بانی کی طبیعت صاف معلوم ہوتی ہے نہایت کامل اور غایت درجہ مؤثر ہے اس سے ہماری مُراد اسکی اخلاقی نصیحتیں ہیں (چیمبرس انسائیکلوپیڈیا)

اسلامی تعلیم کی برتری وفضیلت بمنزلت اظہر من الشمس ہے۔ محمد کا اسلام کامل مذہب ہے

جس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی تعلیم بالکل خالص ہے، قوانین و آئین احسانمندی کی رو سے دنیا پر واجب ہے کہ دنیا آپ نے تہذیب و تمدن کا جو حیرت انگیز اثر ڈالا ہے اسکو کبھی فراموش نکرے۔ (جوائیم بولف۔ از معجزات اسلام ص۴۷)

اسلام کے متعلق ہند و فضلا کی رائیں

لالہ شیام ناتھ ایم اے دہلوی

بلاشبہ اسلام نے جہاں بے شمار اصلاحات اور بنی نوع انسان کی خدمت میں شغف کا اظہار کیا۔ وہاں انسداد غلامی کے متعلق بھی اس کی مساعی بہت قابل قدر اور قابل توصیف ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی لعنت اگر کوئی چیز ہے تو یہی غلامی۔ خدا جانے کس منحوس ساعت میں اس رواج نے جنم لیا تھا کہ ہزارہا برس گذر جانے کے بعد اب تک کسی نہ کسی حصہ عالم پر اس کا وجود نظر آہی رہا ہے۔ آپ نے (رسول کریم نے) غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین شروع کر دی۔ یہ بھی دنیا میں اپنی نوعیت کی پہلی آواز تھی۔ غلام ایک اذل ترین مخلوق سمجھے جاتے تھے۔ عزت اور سلوک تو ایک طرف کسی آسایش و آرام کے بھی مستحق نہ سمجھے جاتے تھے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی اور جوں جوں مسلمانوں کا اقتدار اور اُن کا دائرہ اثر بڑھتا گیا۔ غلاموں کی حالت بھی سنورتی گئی (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

ماسٹر شنکر داس گیانی ہیڈ ماسٹر مڈل اسکول ضلع لائل پور

آپ کی تعلیم میں ہمیں بہت سی خوبیاں نظر آتی ہیں جن کو دیکھکر بے اختیار آپ کی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر آپ کچھ نکرتے صرف خدا پرستی، اور مساوات کی تعلیم پر اکتفا کرتے تو بہت کچھ تھا اور اتنے ہی پر دنیا اُن کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتی۔ مگر اب جبکہ آپ کی تعلیمات میں توحید، تقوی، نیکی، پارسائی، محبت، رواداری، اور عورتوں کے حقوق آزادی وغیرہ چیزیں بھی نظر آتی ہیں تو ایسی حالت میں اُن کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہٹ دہرمی اور بدترین تعصب ہے، (حوالہ مذکور)

لالہ دیش بندھو ایڈیٹر اخبار تیج دہلی

حضرت محمد صاحب کی پوری زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا کہ آپ نے کسی قوم تو قوم کسی ایک شخص کو بجبر مذہب میں داخل کرنا تو کجا کبھی کسی کو اسکی اجازت بھی دی ہو۔ خیر یہ تو مذہب میں شامل کرنے اور نکہنے کا معاملہ تھا۔ اسلامیوں کا سلوک غیر قوموں کے ساتھ اتنا روادارانہ رہا ہے کہ اسکی مثال

کسی دو نہیں ملتی۔ اسلامی جہاد جس کو بری صورت میں پیش کیا جاتا ہے اُسمیں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب فوجیں بڑھیں تو راہ میں کسی نقصان نہ پہونچائیں۔ دشمن کو پناہ دینے میں بخل نکریں عورتوں بیماروں، بچوں، بوڑھوں اور بجاریوں سے تعرض نکریں۔ یہ کتنے اعلیٰ احکام ہیں۔ جنگیں ہمیشہ ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی مگر کسی قوم نے دشمن پر کبھی رحم نہیں کیا اور رحم کیا پوری سنگدلی سے لوٹا، جلایا اور برباد کیا۔ مگر حضرت محمد کے وقت میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔ (حوالہ مذکور)

لالہ رام لال ورما قایم مقام اڈیٹر اخبار تیج دہلی

ہم نے تلوار کا چرچا بہت سنا ہے اور مثال کے طور پر جہاد کا مسئلہ ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے گویا کہ اسلام کی نشر و اشاعت اور اسکی بقا و ترقی کا انحصار تلوار پر ہے۔ ایسا کہنا خود اسلام کی تردید کرنا ہے۔ اس غلط اور شر انگیز عقیدہ کے حامیوں نے حضرت محمد صاحب کے زندگی کے واقعات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور صداقت سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ اسلام میں تلوار کی جگہ ہے وہی جو کسی مذہب میں ہو سکتی ہے۔ اسلام میں تلوار کا استعمال جائز ہے مگر صرف وہیں تک جہاں تک کہ صداقت اور سچائی کی حفاظت کیلئے ضروری ہے۔ اسلام میں امن و آشتی اور صلح و راستی کی جگہ تلوار سے کہیں بالا تر ہے۔ اسلام تلوار کا نہیں بلکہ امن کا پیغام ہے۔ (حوالہ مذکور)

مسٹر نائیڈو

محمد کو جس مذہب کی تبلیغ کے لئے مبعوث کیا گیا تھا بے تعصبی اُس کا عجیب و غریب پہلو تھا محمد کے اہل وطن نے سسلی پر حکومت کی اور سیمی اسپین پر سات صدیوں سے زاید زمانے تک کوس لمن الملک بجایا لیکن انہوں نے کسی حالت میں بھی رعایا کے حق عبادت و پرستش میں دست اندازی نہیں کی وہ عیسائیت کا احترام اسلئے کرتے تھے کہ قرآن کریم انہیں غیر مسلموں سے روا داری کا برتاؤ کرنا سکھلاتا تھا۔ دنیا کے تمام بڑے بڑے مذہب کم و بیش ایثار علی النفس کی تعلیم دیتے ہیں، مگر اسلام اس بارے میں سب سے آگے ہے۔ بنی نوع انسان کی خدمت تعلیم اسلام کا سرمایۂ امتیاز ہے اسی نے اسلام نے عالمگیر اخوت کا اُصول دنیا کے روبرو پیش کیا ہے۔ دنیا اس اصول کی پیروی کرنے سے خوش حال ہو سکتی ہے (اخبار الامان دہلی ۱۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

گاندھی جی

اسلام اپنے عروج کے زمانہ میں غیر روادارانہ نہ تھا۔ اس نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا تھا (حوالہ مذکور)

رامانند سنیاسی سکرٹری آل انڈیا دلت اُدّھار سبھا دہلی

اسلام کو سب سے بڑی نعمت جو حضرت محمد صاحب نے عطا کی وہ لا شریک خدا کی پرستش تھی اور اس چیز نے ابتداءً اسلام کو حیران کن کامیابی دی۔ (حوالہ مذکور)

ڈاکٹر ایس ستیا رام ایم۔ اے

دنیا کی موجودہ تہذیب صرف اسلام کی بدولت ہے۔ اسلام نے ایشیائی تہذیب کی روشنی کو اونچا کر رکھا تھا۔ یوروپین زیادہ تر تعلیم حاصل کرنے کیلئے مسلمان استادوں کے پاس گئے۔ سکھ مذہب جس کے بانی باوا نانک اور گرو گوبند سنگھ جی ہیں اور بنگال کا فرقہ ستیا رام بانا اسلام ہی کی بدولت ظاہر ہوا۔ (رسالہ مولوی دہلی ربیع الاول ۱۳۵۱ھ)

لالہ لاجپت رائے

اسلام کی وحدانیت کیا تھی۔ ایک آتش خیز پہاڑ تھا جس کی اُبلتی ہوئی لہر کے سامنے نہ بت پرستی ٹھیری۔ نہ آتش پرستی ٹھیری۔ نہ انسان پرستی ٹھیری، نہ عیسیٰ پرستی ٹھیری۔ جہاں تک یہ پہونچی راستے میں صفائی کرتی چلی گئی (مہرشی دیانند اور ان کا کام مصنفہ لالہ لاجپت رائے)

لالہ مہر چند لدھیانوی

بانیٔ اسلام کی تعلیم میں اُلفت و محبّت رحم و شفقت، عفو و کرم کا اثر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے (مدینہ جولائی ۱۹۴۳ء)

جنگلی عربوں نے جب حضرت محمد صاحب کے اپدیشوں پر عمل کیا تو ساری مغربی دنیا کے استاد بن گئے (سوانح عمری گرو گوبند سنگھ ص۵۵)

پنڈت کرشن گوپال بی۔ اے اڈیٹر بھارت سماچار بمبئی

سنسار کی اصلاح میں جیسی کامیابی اسلام دہرم کو ہوئی ہے کسی دہرم کو نہیں ہوئی۔ تاریخ کے پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کا چمکنے سے پہلے پورب پچھم میں دہریت کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ اسلام نے ایشور بھگتی کا سبق دیا۔ اسلام دہرم کی دوسری خدمت استریوں کا پران ہے۔ تاریخ پڑھنے والے اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ ۵۰۰ءمیں استریوں کی حالت بُری تھی، ہر دیش میں اُن کی دشا قابل رحم تھی۔ ان کا کوئی حق نہ تھا۔ اور ان کی کوئی عزت نہ تھی۔ اسلام نے استریوں کو عزت دی۔ اسلام کی ہر ایک تعلیم منش کی فطرت کے مطابق ہے، اسلام نے ایسے انداز سے ہردے اور آتما کو شدہ کیا کہ صدیوں کی گمراہی مہینوں میں مٹ گئی، اسلام دہرم کا ایک سب سے بڑا احسان یہ ہے

کہ اس نے امیر و غریب اور پوتر اور شودر کو ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ اسلام سے پہلے غریبوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ہر جگہ مالدار آدمی عزت کے مالک بنے ہوئے تھے۔ (پیشوا ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء)

بابو مکٹ دہاری پرشاد بی اے ایل ایل بی وکیل گیا۔

محمد صاحب کی بے انتہا عمدہ تعلیمات و اخلاق کے ہی یہ کرشمے ہیں کہ اسلام اب تک قائم ہے اور مجھے یہ اقرار کرنے میں کچھ بھی باک نہیں ہے کہ محمد صاحب کا مذہب ہی اپنی تعلیمات کی بنا پر آج دنیا میں سب سے زیادہ عام پسند مذہب ہے۔ (ایمان مئی ۱۹۳۵ء)

راجہ رادھا پرشاد سنہا بی اے ایل ایل بی آف تیلوتھو اسٹیٹ

میں نے آج تک اپنے مذہب کی کتابیں اور دوسرے مذہب کے بانیوں اور بڑے بڑے ریفارمروں کی تعلیمات پڑھی ہیں۔ ان میں مجھے کہیں بھی مساوات کا اتنا زبردست اور کھلا حکم موجود نہیں ملا جتنے صاف اور بغیر الجھے ہوئے الفاظ میں آنحضرت نے اسکی ہدایت فرمائی ہے۔ مختلف قوموں اور نسلوں اور مذہبوں میں ایک اخوت کا رشتہ قائم کرا دینا آنحضرت کی ہدایت سے پیشتر غالباً کبھی اور کہیں دیکھا گیا۔ (حوالہ مذکور)

مسٹر بی ٹی آسنا ایم اے ہیمبو برما

اسلام کا دنیا کو سب سے بڑا تحفہ ایک خدا کی پرستش ہے۔ اسلام خدا کو ایک ذات اور بے شریک مانتا ہے۔ پانچ وقت کی نماز پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اسلام پاک و صاف کپڑوں اور پاک جسم کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بغیر وضو کے نماز جائز نہیں۔ ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ آنکھ اور ناک کے بہت سے امراض اُن کو نجس اور ناپاک رکھنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جسم کے لئے ایک دفعہ غسل کافی نہیں۔ چند گھنٹوں کے بعد وبائی امراض کے جراثیم ہمارے بدن پر آ بیٹھتے ہیں خاصکر ان حصوں میں جو کپڑوں سے باہر رہتے ہیں۔ وضو ان اعضا کو پاک و صاف کر دیتا ہے۔ رمضان کے روزے رکھنا ان سے روحانی اور جسمانی فوائد دونوں حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ بہت سی بیماریاں جسم کے اندر ایک قسم کے زہر کے جمع ہو جانے سے ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر ہدایت کرتے ہیں کہ ہر بیماری تین سے لیکر سات دن تک فاقہ کرنے سے اچھی ہو جاتی ہے۔ اس حکمت کا نام ہماری طب میں نیچرل پیتھی یا قدرتی علاج ہے۔ اسلام نے اس علاج کو مذہب کا جز بنا دیا ہے (حوالہ مذکور)

پنڈت سندر لال

ان کی (رسول کریم کی) پیغمبرانہ جد و جہد اور تصویر عمل کو میں دوسرے مورخین کے الفاظ میں

بیان کروں گا۔ ریورینڈ ڈبلیو آر اسٹیفنس اپنی کتاب دی بائیبل اینڈ دی قرآن میں لکھتے ہیں۔ جو برائیاں آپ کے زمانہ میں سب سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں اور جن کی قرآن میں بڑے زور کے ساتھ برائی کی گئی ہے۔ وہ یہ تھیں۔ شراب خوری، عجب، تکبر۔ لاتعداد عورتوں سے شادیاں، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا قمار بازی، سود خواری، قتل وغارت، لوٹ، ساحری۔ پیغمبر اسلام کے وجود سے ان شرمناک اور انسانیت سوز عیوب میں سے کچھ تو بالکل مٹ گئے اور چند باقیماندہ کم ہوگئے ہوتے تقریباً نہ ہونے کی برابر رہ گئے۔ اس صورت میں عربوں کا آفتاب ترقی بام کمال پر پہونچا۔ (استقلال دیوبند فروری ۱۹۳۶ء)

راما راؤ بی اے ایل ایل بی

لیگ آف نیشن نے دنیا میں امن پھیلانے کی بیحد کوشش کی ہے لیکن اگر اسلامی اصول پر کوشش کیجاتی تو دنیا میں کبھی کا امن پھیل چکا ہوتا۔ (رسالہ ایمان جون ۳۶ء)

پنڈت رامچندر اوجھا آنریری مجسٹریٹ لکھیم پور کھیری منیجر ریاست بجوا

اسلام کوئی جذباتی یا خیالی مذہب نہیں، نہ چند عقاید و رسوم کا مجموعہ ہے بلکہ ایک خالص عملی مذہب ہے۔ اسلام محبت کا مذہب ہے۔ وہ انسانوں کو خالق و مخلوق سے محبت کی تعلیم دیتا ہے، اور مخلوق سے محبت اُن کے حقوق کی نگہداشت سے ہوتی ہے۔ اسلام میں عورت کا مرتبہ بلند ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے، جسمیں ہر ایک انسان بلا تفریق قوم و دولت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ (پیشوا ربیع الاول ۱۳۵۶ھ)

بابو شیر سنگھ شمیم

رسول اکرم کے ارشادات اور عملی کارناموں کو اگر بہ نگاہ غایر ملاحظہ کیا جائے تو ان میں زمانہ کی تمام خوبیاں نظر آئیں گی جو منشائے الٰہی کے موافق اور بنی نوع انسان کے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ (حوالہ مذکور)

بھائی پرمانند ایم اے

ایک شخص آج مسلمان ہوتا ہے اسمیں اُسی وقت ایک تبدیلی آجاتی ہے وہ مسلمان سماج کا الگ (جسم) بن جاتا ہے اور اسمیں مسلمان سماج کیلئے مذہبی جوش اور اتساہ پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن آریہ سماج میں داخل ہونے پر کوئی ایسا نیا سماجک جیون پیدا نہیں ہوتا (آریہ گزٹ ۲۶ مئی ۱۹۲۷ء)

سر پی سی رائے نائٹ ڈی ایس سی ایڈنبرگ پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی

سب مذاہب سے زیادہ اسلام میں مساوات کا اصول پایا جاتا ہے۔ یہ مکمل طور پر سب انسانوں کو برابر بناتا ہے۔ اسلام کو قبول کرتے ہی تم میں اور کسی دوسرے مسلمان میں فرق نہیں رہجاتا۔ اسلام میں ننگ

کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ اس فراخدل پالیسی کی وجہ سے اسلام نے بحرالکاہل کے کناروں سے لیکر اطلانٹک کے کناروں تک تمام دنیا میں ترقی کی۔ ان دنوں جزیرہ نما ملایا میں اسلام حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر رہا ہے۔ اسکی ترقی کا باعث تلوار یا قرآن نہیں کیونکہ اس ملک میں کبھی بھی مسلمانوں کا راج نہیں رہا۔ بلکہ قرآنی تعلیم کے ماتحت اسکی فراخدالی، سب کے لئے برابری کی پالیسی ہی اسکی ترقی کیوجہ ہے (رسالہ کوانتی لاہور سے اخبار اردو بمبئی ۳ اپریل ۱۹۳۹ء نے نقل کیا)

شری راج وید پنڈت گرادھر پرشاد شرما

میری رائے میں اگر کسی مذہب کو اخوت باہمی، اخلاق و تہذیب اور اتحاد کی دولت فراوانی اور کثرت سے عطا کی گئی ہے تو وہ مذاہب کا سردار اسلام ہے۔ اسلام کی فیاضی، کشادہ دلی اس کا امتیازی نشان ہے وہ امیر، غریب سبکو اپنی شفیق آغوش میں پناہ دیتا ہے۔ اس کے دروازے سب کے لئے کھلے ہیں اور ہر خیال اور ہر رنگ کا انسان اس کے زیر سایہ آرام و راحت کی زندگی بسر کرسکتا ہے (اخبار راجپوت جون ۱۹۲۵ء)

لالہ رامچندر چنڈرہ

کاش ہندو، سکھ، عیسائی، بودھ اور دوسرے لوگ آنحضرت کی پاک اور عالمگیر تعلیم کو سمجھیں اور اس سے مستفید ہوں (الایمان اگست ۱۹۳۳ء)

بابو ہلا اسو نادہم راؤ بی لے ایل ایل بی وکیل

کئی لوگوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے یہ بالکل ناواقفیت کی بات ہے (رسالہ ایمان پٹی ضلع لاہور ۱۸ مئی ۱۹۲۵ء)

مسٹر بلدیو سہائے بی اے

اگر کسی مذہب نے امن وامان کو اپنا فرض قرار دیا ہے اور اس کے قیام میں پوری قوت صرف کی ہے تو وہ مذہب صرف اسلام ہے۔ (حوالہ مذکور)

پروفیسر اندر لیسر پنڈت درشنانند

اسلام کے پرورتک پیغمبر محمد صاحب کہ دنیا میں اپنے وچاروں کا پرچار کئے صدیاں ویتیت ہو گئیں ان صدیوں میں پیغمبر کے بتلائے ہوئے آتمک تا کے اصولوں کو گھس کر ادھک اوجل کیا ہے، ان کی چمک میں کمی نہیں ہونے پائی ہے۔ سمے کی کسوٹی پر کسا جا کر اسلام کے پرورتک کا بتلایا ہوا ایکشوریاد اور بخنورٹی جیون کا اصول کھرا سونا سدھ ہوا ہے۔ پیغمبر کے مہاپرش ہونے میں اس سے ادھک مضبوط

سی ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت محمد صاحب ایشور کے زبردست پرچارک تھے وہ سنسار کے سب سے بڑے اناد بیر اور سچائی کے ایک سربراہ و شانی وکیل تھے۔ (معجزات اسلام ص ۶۶)

اسلام کے متعلق بدھ فضلا کی رائیں

ڈاکٹر یوشوی گی سول سرجن برہما

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو عملی ہے اُس نے عام انسانی برادری کی تعلیم دی ہے اور عالمگیر امن قائم ہو سکا ہے تو صرف اسلام کے زور سے (حوالہ مذکور)

مسٹر این لے بنگا باھتن آف برہما

اسلام توحید ذات باری تعالیٰ کا علمبردار ہے۔ یہ ایک ایسا بلند تخیّل ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہب میں موجود نہیں ہے۔ قرآن پاک کی ہر سورت میں خدا حسین وجمیل تخیل موجود ہے، عالمگیر اخوت کا درس سب سے پہلے اسلام ہی نے دیا۔ اسلام انسانی زندگی میں ایک زندہ طاقت ثابت ہو سکتا ہے۔

شریعت اسلام کے متعلق فضلائے یورپ کی رائیں

ڈاکٹر لیبان

اس زمانہ میں جبکہ اسلام سے کہیں پرانے زمانے کی حکومتیں قلوب سے کم ہوتی جاتی ہیں قانون اسلام کی وہی پہلی حکومت اس وقت تک قائم ہے، (تمدن عرب)

ڈاکٹر لدولف کریل

اسمیں (قرآن میں) ایک وسیع جمہوری سلطنت کے ہر شعبہ کی بنیادیں بھی رکھدی گئی ہیں تعلیم، عدالت حربی، انتظامات، مالیات اور دیگر نہایت محتاط قانون ہے۔

ڈاکٹر گبن

قرآن کی نسبت بحر اطلانٹک سے لیکر دریائے گنگا تک مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح قانون اساسی ہے نہ صرف اصول مذہب ہی کیلئے بلکہ ان قوانین کے لئے بھی جن پر نظام عمران کا مدار ہے جن سے نوع زندگی وابستہ ہے جن کو ہیئت اجتماعی کی ترتیب وتنسیق سے تعلق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے تمام احکام میں بڑے بڑے شہنشاہ سے لیکر ایک چھوٹے سے چھوٹے فقیر و گدا تک کیلئے مسائل و احکام رکھتی ہے۔ یہ وہ شریعت ہے کہ ایسے دانشمندانہ اصول اور

عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔

برٹش انسائیکلوپیڈیا

شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے۔ (باطل شکن ...

قرآن میں قوانین دیوانی و فوجداری و سلوک باہمی پائے جاتے ہیں۔ مسائل وحقوق رعایا و حقوق شخصی و نفع رسانی خلایق وغیرہ وغیرہ پر بھی حاوی ہے۔ (اپالوجی قا...

موسیو اوجین کلافل

قرآن مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اسمیں اجتماعی سوشل احکام جو انسان کی زندگی کے لئے بہرحال مفید ہیں ــــ ایسا کامل مجموعہ قوانین تیار کیا گیا جو ... مذہبی اور تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایسا عظیم ا... تمدنی نظام جسکی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا (باطل شکن ص۱۳، تاریخ الفقہ...

کرنل ایری اوبرین سی۔ آئی، ای او بی ای ممبر پنجاب کمیشن

اسلامی قانون، مسائل وراثت کے ماتحت، جائداد کے متعلق عورتوں کے حقوق اصنا... سے درج کئے گئے ہیں۔ (تاریخ الفقہ ص۱۲۸)

شریعت اسلام کے متعلق ہندو فضلاء کی رائیں

لالہ بیجناتھ مشیر قانون

پروردگار عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے اور کہ... بادشاہ کو قانون وضع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے اس بیش بہا ذخیرہ (فقہ اسلامی) کی موجو... بادشاہ وقت کا کوئی کام وضع قوانین کے متعلق باقی نہیں رہتا (تاریخ الفقہ ص۱۲۸ بحوالہ دہرم شلہ...

خاتمہ

ہزار ہزار شکر ہے خداوند ذوالجلال کا کہ یہ کتاب رمضان المبارک (۱۳۵۹ھ) کے متبر... مہینے میں مکمل ہوئی خداوند کریم اسکو قبول فرمائے اور سب کے لئے مفید بنائے۔ آمین۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ

مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ
وَصَلَّے اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما   باشد نگین نام تو مہر دہان ما

اشتہار کتب مصنّف

نام کتاب	قیمت	کیفیت
تاریخ الحدیث	۱۲؍	اُردو میں علم حدیث کی مکمل اور پہلی تاریخ مشہور مفسّرین و علماء عصر نے پسند کی ہے۔ علماء جامع ازہر مصر نے بھی پسند کی ہے۔ علماء چین نے چینی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔
تاریخ التفسیر	عہ؍	بشرح صدر
ضروری کہانیاں	۲؍	اس کتاب میں اس قسم کی مستند تاریخی حکایات جمع کی گئی ہیں جن کے پڑھنے سے حب وطن اور رواداری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ملک کے مشہور پروفیسروں اور تعلیمی اصحاب نے پسند کی ہے۔ سررشتہ تعلیم گورنمنٹ بمبئی و گورنمنٹ حیدرآباد و گورنمنٹ میسور نے منتخب کی ہے۔
خوشنویسی اُردو	۴؍	سررشتہ تعلیم کی مروجہ کتابوں کے طرز پر ایسی اُردو میں لکھی گئی ہے کہ جسمیں کوئی فارسی عربی لفظ نہیں آیا۔ ملک کے مشہور انشاپردازوں اور پروفیسروں نے مصنف کے اس کمال کی داد دی ہے۔ سررشتہ تعلیم بمبئی و حیدرآباد و میسور میں منتخب کی گئی ہے۔
محمود اور فردوسی	مہ	غیر مسلم مورخین نے سلطان محمود غزنوی پر فردوسی شاعر سے بدعہدی کرنے کا جو الزام لگایا ہے اسکی قابل دید و داد تردید ہے۔ مشہور پروفیسروں نے پسند کی ہے۔ گورنمنٹ حیدرآباد کے سررشتہ تعلیم نے منتخب کی ہے یہ کتاب افغانستان و ایران میں بھی طلب کی گئی۔ افغانستان کے اخبارات نے اسپر زبردست ریویو کئے ہیں۔ کابل کے مشہور مورخ نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ کئی بار شائع ہو چکی ہے

نام کتاب	قیمت	کیفیت
زبان وقلم	۲؍	دنیا کی تمام زبانوں اور فن تحریر وکتابت کی مکمل تاریخ ہے۔ تاریخی شواہد سے اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عربی زبان تمام زبانوں میں ام الالسنہ ہے، اور دنیا کی ساری زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ قابل دید کتاب ہے۔
نگارستان کشمیر	۸؍	یہ کتاب مصنف کے والد قاضی ظہور الحسن صاحب کی تصنیف ہے۔ لیکن اس کے بعض ابواب مصنف نے لکھے ہیں۔ اسمیں کشمیر کا مکمل جغرافیہ تاریخ اور اہم تاریخی اور مذہبی مسائل پر بحث ہے۔ علماء مصنفین نے پسند کی ہے

ملنے کا پتہ

(۱) دفتر ندوۃ المصنفین۔ فیض روڈ۔ قرول باغ دہلی

(۲) مکتبہ ابراہیمیہ۔ عابد روڈ۔ حیدرآباد دکن

(۳) مکتبہ علمیہ۔ چارمینار حیدرآباد۔ دکن

(۴) قاضی ظہور الحسن۔ برمکان مولوی فیض الدین ایڈوکیٹ محلہ عابد شاپ۔ حیدرآباد دکن

الحمد للہ کہ یہ کتاب مستطاب فقیر محمد عبدالسلام ہر بنی تم الدہلوی نے لکھی
ربیع الاول سنہ ۱۳۶۰ھ